بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصِّ امامت

(شیعہ اثنا عشریہ واسماعیلیہ کے عقیدہ امامت کا تقابلی جائزہ)

مصنف

ڈاکٹر سجاد علی استوری

ناشر

اسلامک پبلی کیشن پاکستان

6، جیوانی گارڈن، JM-208/2، عامل کالونی سولجر بازار کراچی

فون: / 021-32231200 / 0312-2764382

Presented by Ziaraat.Com

﴿ جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ﴾

نام کتاب: نصِّ امامت

(شیعہ اثنا عشریہ و اسماعیلیہ کے عقیدہ امامت کا تقابلی جائزہ)

مصنف: ڈاکٹر سجاد علی استوری

سرورق: رضوان الیاس جعفری

ناشر: اسلامک پبلی کیشن پاکستان

6، جیوانی گارڈن، JM-208/2، عامل کالونی سولجر بازار کراچی

فون: / 021-32231200 / 0312-2764382

طبع: اول

تعداد: ۱۰۰۰

زیر اہتمام: المصطفیٰ ویلفیئر آرگنائزیشن (رجسٹرڈ) پاکستان

تاریخ اشاعت: اگست ۲۰۱۲ء / رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

قیمت: Rs.350/=

Presented by Ziaraat.Com

فہرست

﴿1﴾ پیش گفتار: ڈاکٹر سجاد علی استوری 5

﴿2﴾ تقدیم: ڈاکٹر شبیر حسن میثمی 15

﴿3﴾ تبصرہ: ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب 19

﴿4﴾ تقریظ: ڈاکٹر زاہد علی زاہدی 25

﴿5﴾ باب اول: شیعیت کا مفہوم اور اس کی ابتدائی تاریخ 31

﴿6﴾ باب دوم: عقیدہ امامت کا اجمالی جائزہ 105

﴿7﴾ باب سوم: ائمہ اثنا عشری اور اسماعیلی کا تقابلی جائزہ تاریخ کے تناظر میں 163

﴿8﴾ باب چہارم: دور صغریٰ اور کبریٰ اور ادوارِ ثلاثہ (کشف، فطرت، ستر) کا تقابلی جائزہ 245

﴿9﴾ باب پنجم: امام کے وظائف واختیارات 281

﴿10﴾ تلخیص المطالب 329

﴿11﴾ کتابیات 335

Presented by Ziaraat.Com

پیش گفتار

از

ڈاکٹر سجاد علی استوری

Presented by Ziaraat.Com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور والدین کی دعاؤں کی بدولت سال ۲۰۰۹ میں علم الکلام سے مربوط ایک موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جس موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھا تھا اس کو شائع کرنا نہ صرف میری تمنا تھی بلکہ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس کو شائع کرانا ضروری تھا۔ چونکہ پی ایچ ڈی کا مقالہ عام فہم نہیں ہوتا ہے، اُسے کتابی شکل دینے اور عام فہم بنانے کے لئے اس میں ردو بدل کرنا ضروری تھی۔ اس کام کو قریباً ایک سال کے اندر مکمل کیا۔ البتہ اپنی سماجی مصروفیات کی وجہ سے کتاب کو شائع کرانے سے قاصر رہا۔ نیز میری خواہش تھی کہ کسی ایسے پبلشر سے کتاب کو چھپوایا جائے جس کا تاثر اچھا ہوتا کہ معاشرے کے ہر طبقہ فکر تک یہ کتاب پہنچ سکے۔ اس حوالے سے ایک غیر سیاسی اور ہر طرح کے تعصّبات سے پاک فلاحی ادارہ ''المصطفیٰ ویلفیئر آرگنائزیشن (رجسٹرڈ) پاکستان کا تعاون حاصل ہوا اور کتاب ہذا کو اسلامک پبلیکیشنز پاکستان نے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ ان تمام امور میں ڈاکٹر شبیر حسن میثمی کی رہنمائی شامل حال رہی جنہوں نے اس کتاب کی تصنیف و تحقیق کے تمام مراحل میں علمی و مالی رہنمائی کرتے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے علم دوست ہونے کا ثبوت دیا۔ میں ان کا دل کی گہرائی سے شکر گزار ہوں۔

کتاب ہذا شیعہ اثنا عشریہ و اسماعیلیہ کے عقیدے امامت کے تقابلی جائزہ پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی کتاب تصنیف و تالیف نہیں کی گئی۔ دونوں فرقے اپنے اپنے نظریات کے مطابق عقیدہ امامت پر مشتمل ہزاروں کتب تحریر کر چکے ہیں یہ کتب مناظراتی یا تبلیغی روش کے ساتھ تحریر کی گئی ہیں۔ اس موضوع پر تحقیقی بنیادوں پر لکھی جانے والی کتب کی تعداد بہت قلیل ہے۔ البتہ پاکستان میں ڈاکٹر حسین محمد جعفری نے تاریخ تشیع پر انتہائی اہم تحقیق پیش کی ہے لیکن اس تحقیق کا دائرہ صرف حضرت محمد ﷺ سے حضرت جعفر صادق تک محیط ہے۔ البتہ اس تحقیق میں بھی شیعیت میں فرقہ بندی کے اسباب پر خاطر خواہ تحقیق موجود نہیں، یہی وجہ ہے کہ کتاب ہذا میں واقعہ کربلا کے بعد شیعیت میں ہونے والی فرقہ بندی کے اسباب پر تفصیلی بحث پیش کی گئی ہے، نیز امامت کے اختیارات اور وظائف کے حوالے سے بھی دونوں فرقوں کے نقطہ نظر پر پہلی دفعہ تحقیق کی گئی ہے۔ آیت اللہ جعفر سبحانی نے تاریخ اسلام پر ایک انتہائی اہم آٹھ جلدوں پر مشتمل کتاب "بحوث فی الملل والنحل" تصنیف کی ہے جس کی جلد نمبر سات میں صرف شیعہ اسماعیلیہ کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔ یہ کتاب بھی اسماعیلیت کے حوالے سے بنیادی مواد فراہم کرتی ہے لیکن اسماعیلیت کے نظریات کو اثنا عشریت کے نظریات سے مماثلت یا مخالفت پر مواد دینے سے قاصر ہے۔ اسی طرح اسماعیلی تاریخ پر فرہاد دفتری کی کتاب "The Ismailis" دور حاضر کا ایک شاہکار ہے لیکن اس میں بھی بہت ساری باتیں تحقیق طلب ہیں۔ نیز ان

Presented by Ziaraat.Com

دونوں مکاتب فکر کے نظریات کے تقابل کے حوالے سے اس میں کوئی مواد موجود نہیں ہے۔

کتاب ہذا کے اکثر مواد و مآخذ بنیادی اور مستند ہے، غیر مستند اور غیر مسلم مواد کے حوالوں سے اجتناب کیا گیا ہے۔ راقم کی پوری کوشش رہی ہے کہ ذاتی پسند و ناپسند کو تحقیق کا حصہ نہ بنایا جائے بلکہ تحقیقی روش کے تقاضوں کو پورا کیا جائے اسی سمت میں اس کتاب کو تصنیف کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوران تحقیق شیعہ اثنا عشریہ کی طرح شیعہ اسماعیلیہ کے دینی و مذہبی اداروں سے رابطے رکھے گئے۔ بالخصوص طریقہ بورڈ کراچی اور (The Institute of Ismailia Studies London) کی تحقیقات اور تصنیفات سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا نیز طریقہ بورڈ سے منسلک شیعہ اسماعیلیہ کے اسکالر ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب نے میری ہمدردانہ رہنمائی فرمائی۔ دوران تحقیق ایران کے ان علاقوں کی Field Research بھی کی گئی جن میں قم صوبے کا مضافاتی علاقہ انجدان اور محلّات وغیرہ شامل ہیں۔ انجدان تاریخ میں شیعیت کا ایک مرکز رہا ہے جس کے بارے میں تاریخ کی کتب میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں البتہ اسماعیلی تاریخ کے مشہور مورخ و محقق ڈاکٹر ایوانف نے ایک اہم تحقیق پیش کی ہے اس تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے قدیم ماخذ اور انجدان کے مشاہداتی مطالعہ کے بعد انجدان کے بارے میں بعض اہم اور نئی باتیں بھی ہماری تحقیق کا حصہ بنتی ہیں۔ یقیناً مذہب اسماعیلیہ سے متعلق بنیادی مواد کو حاصل کرنا نہایت مشکل کام تھا۔ بدقسمتی سے پاکستان کے اکثر کتب خانے اس طرح کے مواد سے خالی ہیں البتہ تھوڑا بہت مواد موجود ہے وہ بھی

Presented by Ziaraat.Com

نہایت پست اور ثانوی حیثیت کا حامل ہے۔ البتہ ایران میں آیت اللہ مرعشی لائبریری قم اور مرکز تحقیقات ادیان و مذاہب قم کی لائبریریوں میں اسماعیلیت سے متعلق نایاب مواد ملا جس سے میری تحقیق آگے بڑھی۔

اسلام سے متعلق شیعہ اسماعیلیہ کے نظریات کے بارے میں اصل اور صحیح مواد سے محققین و مصنفین زیادہ آشنا نہیں ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اسماعیلیت سے متعلق غیر مستند نظریات کو اپنی تصنیفات کا حصہ بنا دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس مسلک کے بارے میں بہت زیادہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے پہلی دفعہ اس کتاب میں اسلام بالخصوص امامت کے بارے میں اسماعیلی نظریات کے حوالے سے بنیادی اور صحیح مواد پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب کا مقصد فرقہ واریت کو ہوا دینا نہیں بلکہ شیعیت کے ان دونوں فرقوں کی آپس میں موجود غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے اس لئے پوری کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بھی غلط بات یا نظریہ ان دونوں فرقوں سے منسوب نہ کیا جائے جو غیر مستند ہو اور ان دونوں فرقوں کے درمیان دوریاں پیدا کرنے کا سبب بنے۔ صرف مستند نظریات کو مستند ماخذ سے پیش کیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ان دونوں فرقوں کو اس تحقیق سے اختلاف رکھنے کا پورا حق حاصل ہے۔

موضوع کو سامنے رکھتے ہوئے شیعیت کے ان دونوں مسالک پر تحقیق کو زیادہ مرکوز رکھا گیا ہے۔ نیز اسماعیلیت کے ان فرقوں پر بھی زیادہ تحقیقی بحث نہیں کی گئی ہے جن کا وجود اب باقی نہیں ہے یا وہ بہت قلیل تعداد میں موجود ہیں جن میں افطحیہ، مومنیہ، قرامطہ اور دروزیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح شیعہ زیدیہ کی

Presented by Ziaraat.Com

تاریخ پر زیادہ عمیق تحقیق نہیں کی گئی ہے البتہ ان کی مسلکی حیثیت پر بنیادی مآخذ سے تحقیق کتاب کا حصہ ہے۔ اسی طرح اسماعیلیہ کے مذہبی رسم ورواج اور دینی احکام کی بجا آوری پر تحقیق نہیں کی گئی ہے بلکہ اسماعیلیت کے نظریہ تاویل کے تناظر میں اجمالاً ان ابحاث کو رکھا گیا ہے۔ البتہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے تحت (Religious Pluralism) کے ایک ریسرچ پروجیکٹ پر ڈاکٹر عبدالجبار قریشی کی رہنمائی میں کام جاری ہے، اس تحقیق میں اسماعیلیہ کے دینی رسم ورواج پر تحقیق کی جائے گی۔

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کے عنوان کے ساتھ ذیلی عنوانات بھی ہیں جن کو عنوان کے ساتھ نمبرز سے ظاہر کیا گیا ہے۔ قاری کو ان نمبروں سے عنوان اور ذیلی عنوانات کا بآسانی پتہ چلتا ہے۔ باب اول میں کل گیارہ، باب دوم میں بھی کل گیارہ، باب سوم میں کل آٹھ، باب چہارم میں کل چار اور باب پنجم میں کل پانچ ذیلی عنوانات شامل ہیں۔ حوالے ہر باب کے آخر میں دیئے گئے ہیں، نیز آیات واحادیث کے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ کتاب میں موجود تمام آیات اور احادیث کا عربی ٹیکسٹ ہر باب کے آخر میں حوالہ جاتی آیات واحادیث کے عنوان سے ترجمہ کے ساتھ رقم کیا گیا ہے۔ حوالہ جاتی آیات واحادیث کے آخر میں اصل حوالہ جات کے نمبر بھی دیئے گئے تاکہ ان آیات و احادیث کے حوالوں کی شناخت بآسان ہو سکے۔ نیز وضاحت طلب نکات جو موضوع سے مربوط نہیں تھے ان کا فٹ نوٹ بھی دیا گیا تاکہ قاری اور محقق کو مطالعہ میں آسانی پیدا ہو سکے۔

Presented by Ziaraat.Com

میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ڈاکٹر زاہدی علی زاہدی جیسے استاد دستیاب ہوئے جنہوں نے میری نہ صرف تعلیم وتربیت میں کردار ادا کیا بلکہ تحقیق وتحریر کی روش سے آگاہی فراہم کی۔اس لئے بلا رسماً اقرار کرتا ہوں کہ اگر ڈاکٹر زاہدی علی زاہدی جیسے استاد مجھے میسر نہ ہوتے تو اتنا بڑا کام میں ہرگز نہیں کرسکتا تھا اس لئے ان کا شکریہ الفاظ میں ادا کرنا ممکن نہیں، اسی طرح برادر عباس حیدر زیدی (استاد جامعہ کراچی) اور منیرہ سجاد (لکچرار فاطمیہ ڈگری کالج، کراچی) کا بہت زیادہ تعاون حاصل رہا۔ جنہوں نے کتاب کی تصیح اور پروف ریڈنگ میں مدد فراہم کی۔ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب نے جس ہمدردی اور محبت کے ساتھ رہنمائی فرمائی ہے، وہ میرے لئے اعزاز سے کم نہیں، اسماعیلیت سے متعلق میرے کام کا نہ صرف جائزہ لیا بلکہ وقتاً فوقتاً اسماعیلی نقطہ نگاہ کو بیان کیا، نیز کتاب پر نظر ثانی کرتے ہوئے اپنے تاثرات پر مشتمل کتاب کا مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔محترم جناب حسن سجاد (پروفیسر فاطمیہ ڈگری کالج کراچی) کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے بغیر کسی اجرت کے پوری کتاب کی انتہائی عمیق انداز میں پروف ریڈینگ فرمائی۔ برادر محمد تقی صابری نے عربی ٹیکسٹ کے حوالے سے رہنمائی کی ان کا بھی شکرگزار ہوں۔اس کے علاوہ ان تمام افراد کا شکرگزار ہوں جنہوں نے دوران تحقیق میری حوصلہ افزائی کی اور اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے۔کتاب کی پروف ریڈنگ بھی کی گئی اسکے باوجود غلطیوں کا رہنا ممکن ہے۔ امید ہے کہ محترم قارئین ان غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں گے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسے دور کیا جاسکے۔

Presented by Ziaraat.Com

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور کتاب ہذا کو مسلمانوں بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے درمیان وحدت کا ذریعہ قرار دے۔

سجاد علی استوری

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

Presented by Ziaraat.Com

تقدیم

از

ڈاکٹر شبیر حسن میثمی

Presented by Ziaraat.Com

خالق کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر احسن الخالقین ہونے کا ثبوت دیا۔ انسان کے علاوہ اپنی پوری مخلوقات کو ہدایت تکوینی عطا کی، جبکہ انسان کی ہدایت، تکوینی اور تشریعی دونوں طرح سے کرنے کا اہتمام کر کے اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی انسان کو عطا کیا۔ تخلیق انسانیت کے ابتدائی مرحلے سے ہی انسان کی ہدایت کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک مرحلہ پر یہ سلسلہ اختتام کو پہنچا اور خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لئے ارسال شدہ پیغام کے سلسلے کو کمال تک پہنچایا اور آیۂ اکمالِ دین و اتمامِ نعمت کی رو سے نبوت و رسالت کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔

خالق کائنات نے انبیاء کے سلسلہ کو خاص وجوہات کی بناء پر ختم فرمایا لیکن ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس سلسلے کا نام سلسلہ امامت یا خلافت رکھا گیا۔ یہاں سے مسلمانوں کے لئے سوالات پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ نے ظاہری حکومت کے لئے افراد کو چن کر انہیں جا نشین رسالت مآبؐ قرار دیا۔ کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غدیر کے دن معین کی گئی شخصیت کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کیا۔ تاریخ کا یہ اختلاف کب ختم ہو گا، اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لیکن ابھی یہ اختلاف اپنی جگہ پر باقی تھا کہ دونوں طرف مزید اختلافات پیدا ہو گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

ان اختلافات کی اصل وجہ قرآن وسنت پر پوری طرح سے توجہ نہ دینا ہے۔
خلافت ظاہری کے سلسلے کو آگے بڑھانے والے یہ دعویٰ کرتے ہوئے نظر آئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کسی غلط امر پر اجماع نہیں کرسکتی۔ اب کیونکہ اُمت نے خلافت ظاہریہ پر اجماع کرلیا ہے اس لئے یہ خود مستند عمل سمجھا جائے گا۔

دوسری طرف رسولؐ اللہ کی متواترہ حدیث "سیکون بعدی اثنی عشر خلیفة" اور بعض احادیث مبارکہ میں باقاعدہ طور پر 12 نام بھی بیان کئے گئے ہیں، اور یہ احادیث مسلمانوں کے تمام فرقوں کی کتب احادیث میں بلا اختلاف موجود ہیں۔ مذہب اثنا عشریہ ان احادیث مفتقہ اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق بارہ ائمہ کو خلفاء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ رکھتا ہوا آیا ہے۔ جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصوص، بارہویں حجت پردۂ غیبت میں ہیں۔ دوسری طرف فرقہ اسماعیلیہ بھی اگرچہ ابتدائی عقیدتی امور میں اثنا عشریہ کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن مرور زمانے کے ساتھ اس کی روش میں تبدیلی آئی، یہاں تک کہ دور حاضر میں ان دونوں فرقوں کے درمیان عقائد اور احکام دین کی عملی صورتوں میں شدید اختلاف نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر سجاد علی استوری نے کتاب ہذا میں شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے نظریات کا جس انداز میں بغیر کسی مسلکی تعصب کے تحقیق پیش کی ہے وہ انتہائی قابل تحسین ہے۔ قاری کی حیثیت سے کتاب میں پیش کردہ تمام تحقیقات سے متفق نہیں بلکہ اس کو مزید تحقیق کا پیش خیمہ سمجھتا ہوں۔

یقیناً یہ کتاب شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے عقیدہ امامت کو سمجھنے کے لئے اہل اردو کیلئے اہم ماخذ ہے۔

شبیر حسن میثمی

Presented by Ziaraat.Com

تبصرہ

از

ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب

Presented by Ziaraat.Com

زیرِ نظر کتاب ڈاکٹر سجاد علی صاحب کا وہ مقالہ ہے جسے آپ نے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لئے کراچی یونیورسٹی میں داخل کیا تھا۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، اس کتاب میں شیعہ اسلام کے دو اہم مکاتب یعنی شیعہ اثناعشری اور اسماعیلی شیعہ کی تاریخ اور بعض مذہبی نظریات کا ایک مختصر تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔

ہر چند کہ ان دونوں جماعتوں کا ابتدائی دینی اور علمی ورثہ ایک ہی ہے مگر چودہ سوسالہ تاریخ کی گزرگاہ پر سفر کے دوران زیادہ تر فروعات کی تعبیر وتشریح کے معاملے میں ان کے درمیان بعض اختلافات بھی پیدا ہوئے ہیں اور ایسا ہونا ایک فطری امر تھا جس کا ذکر فاضل مصنف نے کتاب کے اندر مختلف مقامات پر کیا ہے اور اس بات کی بھی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے کہ کہاں کہاں تاہنوز ان کے درمیان ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

راقم ہذا کی معلومات کے مطابق کم ازکم پاکستان میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی محقق نے ان دونوں شیعہ جماعتوں کے بعض مذہبی نظریات پر تاریخ کی روشنی میں

Presented by Ziaraat.Com

تقابلی نظر ڈالی ہو۔اہل علم اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ تاریخ اور عقائد پر قلم اٹھانا ایک مشکل بلکہ نازک مسئلہ ہے، خاص طور پر ایک کتاب میں جس کے لکھنے کا ابتدائی مقصد کسی جامعہ کے رسمی تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہو۔اس میں نویسندہ کی ذہنی بلوغت، مستقل مزاجی اور مختلف قسم کے میلانات اور تعصّبات سے دامن کشی کا امتحان ہوتا ہے۔ملل ونحل پر لکھنے والے اکثر مصنفین ان میلانات سے اپنا دامن نہیں بچا سکتے، جس کے نتیجے میں بعض اوقات ایسی کاوشوں کا ثمرہ مزید تعصّبات اور اختلافات کی شکل میں سامنے آتا ہے۔تاہم فاضل مصنف نے اس نازک راہ پر چلتے وقت بڑی بلوغت اور سلیقہ مندی سے کام لیا ہے اور اس میں ہمارے خیال کے مطابق ان کے جذبہ اتحاد بین المسلمین نے اہم کردار ادا کیا ہے۔اس کتاب کے مباحث سے جگہ جگہ اس بات کی عکاسی ہوئی ہے کہ مصنف کا مقصد ''وصل کردن'' ہے نہ کہ ''فصل کردن'' اور یہی وہ متاع مطلوب ہے جو نایاب ہے جس کی اس زمانے کو اور خاص طور پر مسلم امت کو ضرورت ہے۔میں نے محترم ڈاکٹر صاحب کی خواہش کے مطابق کتاب کے مسودے کو پڑھا ہے اور اپنے ناقص علمی تجربے کی روشنی میں بعض تجاویز بھی پیش کی ہیں۔بات پھر وہی ہے کہ نظریات اور تاریخ پر لکھی ہوئی کسی بھی کتاب میں پیش کردہ جملہ توضیحات سے متفق ہونا ناممکن ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔یہ موضوع ایسا ہی ہے جس میں اتفاق اور اختلاف دونوں کی گنجائش ہے۔چنانچہ اگر کوئی بھی قاری اس کتاب میں پیش کردہ بعض باتوں سے متفق نہ ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ظاہر ہے کہ یہ وہ نتیجہ ہوگا جو محقق نے اپنی تحقیق کے دوران ان منابع سے اخذ کیا ہے جو اس

Presented by Ziaraat.Com

کے لئے دستیاب تھے۔ اگر کسی اور کے منابع دوسرے ہوں تو دوسرے نتائج بھی اخذ کر سکتا ہے اور اسی طرح ہی انسانی معاشرے میں علم کی تحقیق ہوتی جاتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ یہ ایک تازہ موضوع ہے اور مصنف کا ایک اپنا مگر مثبت طریقہ کار (Approach) ہے۔ اس لئے قوی امید ہے کہ اہل علم اور محترم قارئین اس کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

عزیز اللہ نجیب

اسماعیلیہ طریقہ بورڈ کراچی

Presented by Ziaraat.Com

تقریظ

از

ڈاکٹر زاہد علی زاہدی

Presented by Ziaraat.Com

ڈاکٹر سجاد علی استوری کو شیعہ اسمٰعیلیہ کے موضوع پر کام کرنے کا مشورہ میں نے ہی دیا تھا۔ دراصل میری اپنی خواہش تھی کہ اس موضوع پر کوئی اچھا تحقیقی کام ہو اور اس طرح پڑھے لکھے حلقے میں اس حوالے سے جو معلومات کی کمی ہے وہ کسی تحقیقی مواد سے پوری ہو جائے۔ سجاد استوری نے میری نگرانی میں یہ کام مکمل کیا جس کی مجھے ازحد خوشی ہے۔ کام کے دوران انہیں کئی طرح کی مشکلات درپیش تھی کچھ تو ہر پی ایچ ڈی کرنے والے کو ہوتی ہے تاہم بعض مشکلات کا تعلق خاص موضوع سے تھا۔ ان کے ساتھ بعض اداروں اور بعض شخصیات نے تعاون کیا جس سے یہ مشکلیں بھی آسان ہو گئیں۔ سچ ہے کہ اگر انسان اپنا کام محنت اور لگن سے کرے تو ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

شیعہ اسمٰعیلیہ اور شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان بنیادی بحث امامت کا تصور ہے۔ عقیدہ امامت اور اس کے بنیادی دلائل تو ایک ہی ہیں تاہم آگے چل کے جب اختلافات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو پھر اس میں کئی تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ یہ دونوں مسلک ایک دوسرے سے برسرپیکار نہیں ہیں اور اکثر مواقع پر

Presented by Ziaraat.Com

احترام کے قائل ہیں۔ اکثر لوگوں کو شکایت رہتی ہے کہ مذہب اسمٰعیلیہ کی کتب دستیاب نہیں ہیں اور اس کا کچھ احساس مجھے بھی ہوا جب میں اس حوالے سے کچھ کام کر رہا تھا لیکن یہی حال تقریباً شیعہ اثناعشریہ کا تھا کہ بعض غیر شیعہ دانشور یہی شکایت کرتے نظر آتے ہیں لیکن ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد کتابوں کی اشاعت میں تیزی آئی اور اب نئی کتابوں کے ساتھ ساتھ بنیادی کتابوں کی دوبارہ اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے نیز بنیادی کتابوں کے سافٹ ویئر اور ڈیجیٹال لائبریری بنادی گئی ہے جس سے محققین کے لیے کافی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا کام اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ اس میں مناظرانہ بحث کے بجائے محققانہ روش اختیار کی گئی ہے۔ الفاظ اور جملوں میں حفظ مراتب اور غیر جانبداری کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور بلاوجہ عبارت آرائی نہیں کی گئی ہے۔ محقق کا اصل مقصد حقائق کو سمجھنا اور اس کو سلیس زبان میں بیان کرنا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا جائے نیز دونوں مسالک کی نمائندہ کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی چیز نے اس کتاب کی اہمیت کو بڑھا دیا گیا ہے۔ ابتدا میں تو یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ تھا تاہم سجاد نے اس میں بڑی جانفشانی سے کچھ تبدیلیاں کر کے اسے کتابی شکل دے دی ہے ورنہ تھیس کی زبان عام قاریوں کے لیے بوریت کا باعث ہوتی ہے۔ ویسے بھی کسی مخصوص ڈگری کے لئے ہونے والی تحقیق میں محقق اتنا آزاد نہیں ہوتا لہٰذا قدم قدم پر اسے مفاہمت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ گو کہ سجاد استوری کی کتاب اور ان کے مقالے میں بنیادی تصور کا فرق نہیں ہے تاہم کتابی شکل میں پیش کرنے میں اس پر کافی کام کرنا پڑا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک اچھی بات یہ بھی ہے کہ کتاب کی تکمیل کے بعد اسے ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب کو پیش کیا گیا جو شیعہ اسمٰعلیہ کے حوالے سے ایک قابل اعتبار نام ہے۔ انہوں نے اس کے مسودہ کو بغور پڑھا اور پھر اپنی رائے بھی دی جس سے اس کام کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ امید ہے کہ اس کتاب کے قارئین اس کو علمی سرمایہ سمجھ کر پڑھیں گے اور اسے کسی مکتب کا دفاع یا کسی مکتب پر تنقید نہیں سمجھیں گے۔ اختلاف رائے کا حق بہر حال ہر ایک کو حاصل ہے لیکن یہ اختلاف علمی ہو تو علمی ترقی کا پیش خیمہ ہوتا ہے لیکن اگر اختلاف برائے اختلاف ہو تو تباہی و بربادی شروع ہو جاتی ہے۔ سجاد استوری خود اتحاد بین المسلمین کے خواہاں ہیں اور نیک نیتی سے یہ کام کر رہے ہیں امید ہے کہ ان کی کتاب سے بھی یہی مقاصد حاصل ہوں گے۔

میں اپنی جانب سے اس کتاب کی تکمیل اور اشاعت پر ڈاکٹر سجاد علی استوری کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

زاہد علی زاہدی

شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Presented by Ziaraat.Com

باب اول

(۱) شیعیت کا مفہوم اور اس کی ابتدائی تاریخ

باب اول کے آغاز میں لفظ ''شیعہ'' کے لغوی و اصطلاحی معنی پر ایک جامع بحث کی گئی ہے تاکہ بقیہ مباحث میں شیعہ کے معنی میں کوئی ابہام باقی نہ رہے نیز قرآن و حدیث میں لفظ شیعہ کا استعمال کن معنوں میں ہوا ہے، اس پر بھی ایک تجزیاتی بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس حوالے سے پائے جانے والے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے اور شیعیت کے قدیم فرقوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے ان کے عروج و زوال کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شیعہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادّہ شین، یاء اور عین ہیں۔ یہ لفظ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مونث سب کیلئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مشہور ماہر لغت لوئس معلوف نے المنجد میں تحریر کیا ہے۔''[شِيعَة] الرجل: اتباعه و انصاره ج: شِيَع واَشياء. و الشيعة الفرقة و تقع على الواحدو الاثنين و الجمع مذكر و موئنثاً. و قد غلبَ هذا الاسم على كلّ من يتولىّ علياً و اهل بيته حتى صار لهم اسماً خاصاً . الواحده شيعى .(۱) شیعہ کسی آدمی کا اتباع اور مدد کرنے والے کو کہتے ہیں۔ شیعہ کی جمع شیع اور اشیاع ہے۔ شیعہ فرقہ کا نام ہے اور یہ (لفظ شیعہ) مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مونث سب کے لئے ایک ہی طرح استعمال ہوتا ہے اور یہ صرف ان لوگوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کی ولایت کو مانتے ہیں۔ ان ہی کے لئے یہ لفظ مخصوص ہے اور (اگر شیعہ کو جمع میں لیا جائے تو) ایک ماننے والے (واحد) کو ''شیعی'' کہا جائے گا۔''

Presented by Ziaraat.Com

اس لفظ کے اہل لغت نے بہت سارے معانی بیان کئے ہیں۔ جن میں مددگار، فرمانبردار، پیروکار، ہدایت کار، جماعت، شجاعت، کثرت، قوت، انتشار، رفیق، گروہ، فرقہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان معانی میں سب سے زیادہ مشہور معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔ یہ لفظ قرآن اور حدیث میں بھی متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے، اکثر مترجمین اور مفسرین نے اس لفظ کا ترجمہ گروہ اور جماعت کیا ہے۔ مشہور عالم سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر 'تفہیم القرآن' میں اس کا ترجمہ گروہ کیا ہے۔ (۲) اسی طرح مشہور متکلم و مفسر قرآن علامہ محمد حسین طباطبائی نے موافقت اور مشایعت تحریر کئے ہیں۔ (۳) دور حاضر کے معروف سیرت نگار جعفر سبحانی نے شیعہ کے لفظی معنی جماعت لکھے ہیں۔ (۴) لہٰذا لفظ ''شیعہ'' میں بذاتہٖ کوئی حسن و قبح نہیں ہے۔ کبھی فرقوں میں تقسیم ہونے کے لفظی معنی پر محمول کر کے اس کی مذمت آئی ہے تو کبھی نبی سے منسوب گروہ کے معنی میں اس لفظ کی مدح آئی ہے۔ یہ لفظ کم و بیش اسی مفہوم کے ساتھ حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ اکثر مفسرین و متکلمین نے لفظ شیعہ کا ترجمہ فرقہ، گروہ اور جماعت کیا ہے۔ شیخ مفید، جعفر سبحانی، علی ربّانی گلپایگانی، ابن خلدون، ابوالاعلیٰ مودودی، محمد حسین طباطبائی اور دیگر مفسرین اور مورخین نے بھی اسی معنی کو سب سے زیادہ معقول قرار دیا ہے۔[۱]

۱۔ تفصیل کیلئے سورہ سبا آیت نمبر ۵۴، سورہ الصافات آیت نمبر ۸۳، ۸۴ کی تفسیر کے تناظر میں آیت اللہ جعفر سبحانی کی کتاب ''المذاہب الاسلامیہ''، علی ربانی گلپایگانی کی کتاب ''فرق و مذاہب کلامی'' اور شیخ مفید کی کتاب ''اوائل المقالات'' کا مطالعہ ضروری ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

الغرض لغوی اعتبار سے وہ جماعت وگروہ جو خود کو کسی قضیہ ونظریہ پر مستحکم اور قوی کرے پھر اس نظریہ کی پیروی کرتے ہوئے اس کی نشر واشاعت کرے اسے شیعہ کہا جائے گا۔

(1/1) "شیعہ" کے اصطلاحی معنی اور اس کا مفہوم

اہل ملل والنحل اور متکلمین نے لفظ "شیعہ" کی مختلف اصطلاحی تعریفیں بیان کی ہیں۔ شیخ مفید یوں تعریف کرتے ہیں۔ "**فأما السمة للمذهب بالامامة ووصف الفريق من الشيعة بالامامية فهو علم على من دان بوجوب الامامة ووجودها فی كل زمان، وأوجب النص الجلی والعصمة والكمال لكل امام، ثم حصر الامامة فی ولد الحسين بن علی عليهما السلام**. مذہب امامیہ (شیعہ) ان کو کہا جاتا ہے جو امامت کو مذہب میں سے قرار دیتے ہوئے امامت کو ہر زمانے میں ہونے کو واجب سمجھتے ہیں، نیز نص جلی سے امام میں عصمت وکمال کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں اور امامت کو حسین بن علیؑ کی اولاد کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں۔ (۵) ا؎

علامہ محمد حسین طباطبائی بیان کرتے ہیں: "**الشيعة : يراد بها الاتباع وتطلق على الذين يرون ان الخلافة بعد النبی (ص) منحصرة فی اهل بيته والمراد منها فی المعارف الاسلامية التابعون لاهل البيت عليهم السلام** (٦) لغت میں شیعہ کے معنی پیروکار کے ہیں، انہیں (شیعہ) کہا

ا۔ اصطلاح میں شیعہ انہیں کہا جاتا ہے جو علی بن ابی طالب کی امامت اور خلافت بلافصل کے معتقد ہوں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ امامت نص جلی اور خفی سے ثابت ہے اور امامت کا حق حضرت علی ابن ابی طالب اور ان کی اولاد کو حاصل ہے۔"

Presented by Ziaraat.Com

جاتا ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ کے جانشین کو خاندان رسالت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور اسلامی معارف میں مکتب اہل بیت کے پیروکار ہیں۔"

اکثر محققین کے مطابق شیعیت کی اساس اس نظریہ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بحکم خدا حضرت علی بن ابی طالب کو اپنے بعد امام اور وصی قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور لبنانی عالم ہاشم معروف لکھتے ہیں۔ "**التشیع بما تعینه هذه الکلمة من ان النبی ﷺ قد اختیار علیاً اماماً و خلیفةِ من بعدهِ بائمرِ من ربه.** (۷) شیعہ کی اصطلاح اس بات کو معین کرتی ہے کہ یقیناً حضور اکرم ﷺ نے (حضرت) علی کو اپنے بعد بحکم خدا امام اور خلیفہ منتخب کیا تھا۔"

شیعیت کی تعریف میں ایک بنیادی شرط اہل بیت رسول سے محبت رکھنا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب شیعہ کے تمام فرقے اہل بیت محمد ﷺ سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے فرض اور واجب سمجھتے ہیں اور اس فرضیت کے ثبوت کیلئے اکثر قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں۔ "اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے اپنے اقرباء سے محبت کے، اجر رسالت میں کچھ نہیں مانگتا ہوں۔" (۸) ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح اہل بیت رسول ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے، اسی طرح ان سے عداوت کرنا ظلم اور گمراہی ہے۔ "جو علی سے محبت کرے وہ مومن اور جو بغض رکھے وہ منافق ہے۔" (۹) البتہ یہ محبت نسبی نہیں ہے بلکہ اہل بیت کو جو مقام ربّانی (امامت) عطا ہوا ہے، اس کے تقاضے کے طور پر ان سے محبت کرنا تمام بنی نوع انسان پر فرض کیا گیا ہے۔ لہذا حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کو سیاسی، دینی، ظاہری اور معنوی ہر حال میں ائمہ برحق تسلیم کرنا ہی ان سے محبت تصور کی

Presented by Ziaraat.Com

جائے گی اور محبت اہل بیت کا مطلب اور اس کا تقاضا اہل بیت کی پیروی یا ان کا اتباع کرنا ہے۔

شیعہ ائمہ اہل بیت کی پیروی کرتے ہوئے ان کی سیرت کو حجّت مانتے ہیں، یہ لوگ ائمہ اہل بیت کی اطاعت مطلقہ کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی آیت ''اور (نوح) کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں'' (۱۰) سے دیتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نبی ہونے کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح معصوم عن الخطاء اور پیغمبر ہیں، تو دوسری طرف حضرت نوح کے شیعہ ہونے کی وجہ سے حضرت نوح کی اطاعت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرض اور ضروری ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی امت پر حضرت ابراہیمؑ کا اتباع ضروری ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت علی حضرت محمد ﷺ کے جانشین ہیں، سوائے یہ کہ وحی کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر اختتام کو پہنچا ہے تو جس طرح سے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت امت پر ضروری ہے، اسی طرح حضرت علی کی اطاعت اور اتباع امت محمدیہ پر لازم ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے دو انبیاء کے حوالے کے ساتھ حضرت علی کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ ''اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارون کا موسیٰ سے تھا سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' (۱۱)

شیعیت کی تعریفوں میں سب سے زیادہ معقول اور واضح تعریفیں ابن خلدون، شہرستانی اور شیخ مفید کی ہیں۔ ان تینوں کی تعریفوں میں چند اہم نکات مشترک ہیں۔ حضرت علی کی مشایعت ہو یعنی اوّل امام حضرت علی ہوں، علی کی امامت نص یا وصیت سے ثابت ہو، امامت علی کے بعد ان کی اولاد کا حق قرار دیا جائے،

Presented by Ziaraat.Com

امامت اولادِ علی سے باہر لانا ظلم اور ضلال تصور کیا جائے۔ان مشترکہ نکات میں اول الذکر نکتہ جس کے مطابق حضرت علی پہلے امام ہیں۔ ویسے تو شیعوں کے نزدیک بحیثیت امام تمام ائمہ مساوی خصوصیات کے حامل ہیں،لیکن رتبہ اور عظمت کے لحاظ سے حضرت علی کائنات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل اور اشرف ہیں دوسرے نکتے کے مطابق حضرت علی اور اولادِ علی کی امامت کو نص کی بناپر ثابت کرنا ہے۔یعنی تمام ائمہ منصوص من اللہ ہیں اسی لئے سب کے سب معصوم عن الخطاء بھی ہیں۔عصمت اور منصوص من اللہ کی شرائط کا ائمہ میں ہونا شیعیت کے خصوصی عقائد ہیں۔

اب تک کی بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شیعہ اس کو کہا جائے گا جو یہ عقیدہ رکھے کہ امت کی سیادت اور قیادت کا حق رسول خدا کے بعد حضرت علی کو اور پھر ان کی اولاد کو حاصل ہے، جو حکم الٰہی سے ان کو اور ان کی اولاد کو ملا ہے، سوائے یہ کہ وحی کا نزول رسول خدا کیلئے مخصوص ہے۔تمام مسلمان بھی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ سلطنت دینی و زمانی کے اختیارات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خلیفہ کو دیے تھے۔ اختلاف اس پر ہے کہ آیا یہ اختیارات ائمہ اہل بیت کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخصوص کیے تھے یا انھیں امت کے اختیار میں چھوڑا تھا۔شیعہ اول الذکر نظریہ کے حامی ہیں۔ "ان الشیعہ یتعین بالنص لا بالانتخاب ،ای ان اللہ تعالیٰ یامر النبی ان یبلغ المسلمین بانّہ قد اختارَ (فلاناً) خلیفۃبعدہ .و انّ علیھم ان یسمعوا لہ و یطعوا ، و قد صدرَ ھذہ النص بالفعلِ منَ النبی علیٰ عليٍ بن ابی طالبِ .ھذا ھو التشیع (۱۲) بے شک شیعہ نص

Presented by Ziaraat.Com

کے قائل ہیں نہ کہ انتخاب کے، یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو بتا دیں کہ انہوں نے فلاں (علی بن ابی طالب) کو اپنے بعد کیلئے اپنا خلیفہ بنایا ہے، اور ان (لوگوں) پر واجب ہے کہ خلیفہ کا کہا مانیں اور اس کی پیروی کریں اور بے شک یہی نص خلافت حضرت علی کے لئے رسول اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ثابت ہوتی ہے۔اسی نظریہ کے ماننے والے کو شیعہ کہا جاتا ہے۔"

(1/2) شیعیت کی ابتدا، تاریخ کے آئینے میں

شیعیت کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی ہے اور وہ باضابطہ فرقہ اور گروہ کی شکل میں کب وجود میں آئے ہیں۔اس بارے میں مورخین میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں رسول اکرم ﷺ کے متعدد نامور صحابہ کرام اس بات کے قائل تھے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد علی بن ابی طالب کو مسلمانوں کا حکمراں ہونا چاہیے۔اسلام کی وہ تحریک کہ جس کے بانی رسول اللہ ﷺ ہیں، اسے صرف حضرت علی ہی آگے بڑھا سکتے ہیں۔پس یہ گروہ جو حضرت علی کا طرفدار تھا اور جس کا عقیدہ تھا کہ صرف حضرت علی ہی امّت کی قیادت کے اہل ہیں، یہی گروہ شیعہ کہلایا۔جیسا کہ مشہور مصری عالم و مورخ امین مصری لکھتے ہیں۔"شیعیت کا پہلا بیج تو اس جماعت نے بو دیا تھا، جن کا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ خیال تھا کہ اہل بیت آپ ﷺ کی جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں۔" (۱۳) الفاظ کے اختلاف کے ساتھ علامہ ابن خلدون نے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[۱]

۱۔ تفصیلات کیلئے مقدمہ ابن خلدون کی ستائیسویں فصل کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اکثر مورخین کے مطابق شیعہ بحیثیت کلامی فرقہ رحلت نبوی کے فوراً بعد وجود میں آیا ہے اور قرین قیاس یہی حقیقت ہے۔ تیسری صدی ہجری کے مورخ النوبختی لکھتے ہیں۔ ''فا فترقت الامر ثلاث فرق (فرقه منها) شیت الشیعة و هم شیعة علی بن ابی طالب علیهم السلام و منهم افترقت صنوف الشیعة کلها (۱۴)۔ پس اسی امر (مسئلہ خلافت) میں لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے ایک فرقہ شیعہ بنا جو شیعہ علی بن ابی طالب کہلایا اور اس کے دیگر تمام فرقے بھی اسی فرقہ ہی سے بنے ہیں۔'' مشہور مورخ شہرستانی کے مطابق رحلت نبوی کے فوراً بعد امت چار فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی، جن میں ''القدریہ، الصفاتیہ، الخوارج اور الشیعہ ہیں۔'' (۱۵) اسی طرح دور حاضر کے معروف مورخ محمد جواد مغنیہ اپنی کتاب ''الشیعہ والتشیع'' میں تحریر کرتے ہیں۔ ''انقسمَ الناس بعد وفاة النبی احزاباً خمسة، (۱) حزب سعد بن عباده رئس الخزرج من الانصار، (۲) حزب ابی بکر و عمر و معهمارجال المهاجرین، (۳) حزب علی و معه بنو هاشم ،و قلیل من المهاجرین و کثیر من الانصار الذین قالوا :لا نبایع الا علیاً ، کما جاء فی تاریخ الطبری، (۴) حزب عثمان بن عفان من بنی امیه و من لف لفیفهم، (۵) حزب سعد بن ابی وقاص ، و عبد الرحمٰن من بنی زهره (۱۶) رسول ﷺ کے بعد لوگ پانچ فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ایک سعد ابن عبادہ کا گروہ تھا۔ دوسرا گروہ حضرت ابوبکر و عمر کا تھا، ان دونوں کے ساتھ مہاجرین تھے۔ تیسرا گروہ علی بن ابی طالب کا تھا جن کے ساتھ زیادہ تر بنی ہاشم، کچھ

Presented by Ziaraat.Com

مہاجرین اور ایک بڑی تعداد میں انصار تھے۔ جنہوں نے کہا کہ ہم صرف علی بن ابی طالب کی پیروی کریں گے۔ تاریخ طبری میں یہی بات آئی ہے۔ چوتھا گروہ حضرت عثمان بن عفان کا تھا، یہ بنوامیہ سے تعلق رکھتا تھا، جن کے ساتھ زیادہ تر بنوامیہ ہی کے لوگ شامل تھے۔ پانچواں گروہ سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن کا تھا یہ لوگ قبیلہ بنی زہرہ کی نمائندگی کر رہے تھے۔"

بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ رحلت نبوی کے بعد امت محمدیہ کے درمیان بہت سارے سیاسی اور کلامی مباحث تھے۔ امت ان مباحث میں مختلف النظر تھی۔ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے مشہور سنی مورخ امام عبدالقاہر بغدادی نے لکھا ہے کہ رحلت نبوی کے فوراً بعد پانچ مختلف وجوہات کی بناء پر امت محمدیہ کے درمیان اختلافات شروع ہو گئے تھے۔[1]

بہرحال شیعہ رحلت نبوی کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کی امامت کے موضوع پر بحیثیت ایک سیاسی گروہ کے وجود میں آئے۔ بعد ازاں حضرت ابوبکر کی خلافت کے انعقاد کے بعد اس گروہ کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا رہا اور من حیث الفرقہ دن بدن مستحکم ہوتے رہے اور آہستہ آہستہ اس گروہ کی افرادی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ یہ تعداد ایک اندازے کے مطابق خود خلافت ثلاثہ کے ادوار میں کل مسلمانوں کے تقریباً پندرہ سے بیس فیصد تک پہنچ چکی تھی۔ مشہور عالم فرہاد دفتری اس فرقہ کے آغاز اور ابتداء پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔"(پس) آنحضور ﷺ کی وفات کے موقع پر مدینہ میں ایک چھوٹی سی جماعت

۱۔ تفصیلات کے لئے عبدالقاہر بغدادی کی کتاب "الفَرق بینَ الفِرَق" کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

نے یہ موقف اختیار کیا کہ رسول اللہ کی جانشینی کیلئے کسی بھی دوسرے امیدوار یعنی ابوبکر کے مقابلے میں علی زیادہ مستحق ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس اقلیتی جماعت میں وسعت آگئی اور عام طور پر شیعیان علی یا صرف شیعہ کے نام سے معروف ہوئی۔'' (۱۷)

شیعیت کے آغاز وابتداء اور ظہور میں عام مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن شیعہ مورخین کے آپس میں اس حوالے سے اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک مذہب شیعہ کی پیدائش یا آغاز کا زمانہ وہی ہے، جب پیغمبر خدا اس دنیا میں موجود تھے اور اسی دوران بہت سے ایسے اسباب و واقعات رونما ہوئے، جن کے نتیجے میں خود رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں ایک ایسی جماعت کا پیدا ہونا، ناگزیر اور لازمی ہو گیا تھا۔ ان واقعات میں پیغمبر خدا نے حضرت علی کو اس جماعت کے سربراہ کے طور پر متعین کیا اور بنی نوع انسان پر آپ کی امامت وخلافت کو فرض قرار دیا۔ ان واقعات میں واقعہ ذی العشیر ہ، واقعہ غدیر خم، شب ہجرت کا واقعہ، فتوحات علی (جنگ بدر، جنگ خندق، جنگ خیبر) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مزید یہ ہے کہ احادیث نبوی میں ''حضرت علی اور ان کے شیعہ'' کا نام آیا ہے۔ ان واقعات اور احادیث کی وجہ سے رحلت نبوی کے فوراً بعد شیعیان علی ایک جماعت کی شکل میں سامنے آئی اور حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ کا جانشین قرار دیتے ہوئے کسی اور کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن بعض علماء ان واقعات اور احادیث کا مصداق شیعہ مذہب کو قرار نہیں دیتے جیسا کہ ڈاکٹر محمد صبحی رقم طراز ہیں۔ ''و لا تفید **الاحادیث الوارده علی لسان النبی ﷺ فی حق علی انّ لعلی و**

Presented by Ziaraat.Com

شیعته فی زمان النبی ﷺ فقد تنبا النبی ﷺ بظهور بعض الفرق کاشارته الی الخوارج المارقین کما ینسب الیه انّه قال لعلی انّکَ تقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین. و لا یدل ذالکَ علی وجود جماعته مستقلّه لها عقائد متمایزه او تصورات خاصّه. (۱۸) رسول خدا کی زبان مبارک سے علی اور آل علی کے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان (احادیث) سے ان (شیعہ فرقہ) کو کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ یہ صرف ایک اشارہ ہے کہ ایک فرقہ بنام شیعہ وجود میں آئے گا۔ جس طرح آپ ﷺ نے خوارج اور مارقین کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کی طرف نسبت دیتے ہوئے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ اے (علی) تم ناکثین، قاسطین اور مارقین کو قتل کرو گے۔ لہذا ان احادیث سے شیعہ فرقہ کے (وجود) پر دلیل نہیں بنتی ہے کہ ایک مستقل جماعت جس کے ممتاز عقائد اور مخصوص تصورات ہوں، یہ تو صرف ایک اشارہ ہے۔'' ڈاکٹر صبحی صالح کی یہ بات معقول ہے کہ جن احادیث مبارکہ میں لفظ شیعہ کا استعمال ہوا ہے، وہ ایک اشارہ اور اطلاع تھی نہ کہ ان کا کوئی مصداق تھا۔ کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں شیعہ ایک مستقل گروہ اور الگ فرقہ کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ البتہ ان کا یہ کہنا کہ شیعہ بھی خوارج اور ناکثین کی طرح ایک گروہ ہیں، یہ بات تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو صحیح ثابت نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ ناکثین، مارقین، قاسطین اور خوارج کی اصطلاحات احادیث میں آئی ہیں۔ تقریباً تمام محدثین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ احادیث میں (ناکثین، مارقین، قاسطین) لے کر ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کی صفات بتائی گئی ہیں، جو علی کے خلاف جنگ کریں

Presented by Ziaraat.Com

گے۔ تاریخی طور پر بھی ان کے مصادیق سے انکار ممکن نہیں، جبکہ اس کے برعکس جن احادیث میں لفظ شیعہ آیا ہے۔ اکثر ان کے اوصاف حسنہ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس سے مراد آئندہ زمانے میں شیعوں کے یہ اوصاف ہیں کہ وہ حضرت علی اور اولاد علی کے چاہنے والے ہوں گے اور جنت میں حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی کے ساتھ ہوں گے۔ محمد حسین المظفر نے اپنی ایک کتاب ''تاریخ الشیعۃ''[1] میں تقریباً پندرہ احادیث جمع کی ہیں۔ ان تمام احادیث میں آپ ﷺ نے شیعہ کی مدح فرمائی۔ البتہ قرآن مجید میں لفظ شیعہ کا استعمال مدح اور مذمت دونوں معنی میں ہوا ہے لیکن جب انبیاء اور انبیاء کے گروہ کیلئے لفظ شیعہ کا استعمال ہوا ہے تو ہمیشہ مدح کے ہی مفہوم میں ہوا ہے۔

ایک نظریہ کے مطابق شیعیت کا ظہور واقعہ ذی العشیرہ میں ہو گیا تھا اور بڑے صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی پیغمبر خدا کے زمانے حیات میں علی کی ولایت کے قائل ہونے پر علی کے شیعہ سے مشہور ہوئی تھی۔ اگر ذی العشیرہ اور غدیر خم کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اکثر مفسرین نے ان دونوں واقعات کے ذیل میں حضرت علی کی ولایت اور امامت کا ذکر کیا ہے۔ شیعہ علماء ان دونوں واقعات کو حضرت علی بن ابی طالب کی امامت اور خلافت پر دلیل فعلی کے طور پر پیش کرتے ہیں اور حضرت علی کو رسول خدا کا خلیفہ بلافصل قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے شیعیت کا نظریہ ہے کہ بعثت کے تیسرے سال میں آپ ﷺ نے جہاں پر اپنی نبوت کا اعلان عمومی کیا، وہیں پر حضرت علی ابن ابی طالب کی امامت کے

۱۔ جس کا اردو ترجمہ حکیم سید طالب حسین رضوی نے کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بارے میں بھی اظہار کیا اور لوگوں کو ان کی وصایت اور ولایت کی طرف دعوت دی۔ بعثت کے آخری سال میں اس دعوت کو تکمیل تک پہنچاتے ہوئے حضرت علی کی بیعت کا اعلان فرمایا۔ شیعیت کی تعریف اور مفہوم میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیعہ اس کو کہتے ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب کے امام اور خلیفہ بلافصل ہونے کا عقیدہ رکھے۔ شیعیت کے اس مفہوم کے مطابق واقعہ ذی العشیرہ درحقیقت شیعیت کے آغاز کا پیش خیمہ ہے۔

بہرحال حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد حضرت علی کی وصایت کا نظریہ رکھنے والے مسلمان خود آپ ﷺ کے اپنے زمانے میں بھی تھے، جس کی طرف بہت سارے مورخین نے اشارہ کیا ہے۔ حضرت علی کی وصایت اور ولایت بلافصل کے مخصوص اور ممتاز نظریے کو اکثر مورخین اور ماہرین علم الکلام نے تشیع کا نام دیا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق تشیع من حیث النظریہ خود آپ ﷺ کے زمانے میں تھی اور جب اُمتِ رسول فرقوں میں تقسیم ہوئی تو یہ نظریہ علی بن ابی طالب اور آپ کے محبّین کے پاس آیا اور اسی نظریہ کی مناسبت سے علی بن ابی طالب اور آپ کے محبّین شیعیان علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ یوں تشیع ابھی تک اپنے مخصوص اور ممتاز نظریہ کے مطابق کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کے ایک بہت بڑے فرقہ کی شکل میں پوری دنیا میں موجود ہے۔ موجودہ دور میں شیعہ مسلمانوں میں کل کتنے فیصد ہیں، یہ بتانا بہت مشکل ہے۔ اقوام متحدہ کے ۱۹۹۹ء کے ایک سروے کے مطابق شیعہ دنیا میں مسلم آبادی بارہ فیصد سے زیادہ ہیں۔ دنیا کے پانچ اسلامی ممالک میں اکثریت میں موجود ہیں۔ جن میں ایران، عراق، آذربائیجان، بحرین اور یمن قابل ذکر

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ پاکستان، شارجہ، دبئی، انڈیا، افغانستان، بعض وسط ایشیائی ممالک میں شیعہ بیس فیصد سے زیادہ بستے ہیں۔

(1/3) شیعیت میں فرقہ بندی کے اسباب

تاریخ میں شیعیت کے کئی فرقوں کا ذکر آیا ہے۔ ان فرقوں میں سے چند فرقے ایسے ہیں جو دور حاضر میں اپنا وجود رکھتے ہیں۔ ان میں سے تین بڑے فرقے **اثنا عشریہ**، **اسماعیلیہ** اور **زیدیہ** سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان تینوں کے معرض وجود میں آنے کے اسباب کیا تھے؟ کب یہ فرقوں کی شکل اختیار کر گئے؟ اس پر بنیادی مواد سے تحقیق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہر مذہب میں بعض کلامی وفقہی اختلافات ہوتے ہیں، جن کی بنیاد پر مذاہب اور فرقے بنتے ہیں۔ یہاں تک وحی کی بنیاد پر قائم دین ایک نہ رہا اور یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی شکل میں منقسم ہوا۔ الہامی ہونے کے باوجود یہ مذاہب اپنے اندر سینکڑوں ذیلی فرقے رکھتے ہیں۔ شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں آسمانی مذاہب کے اندر جو فرقے ہیں، ان کے نام تحریر کئے ہیں، جن کی کل تعداد ۲۸۶ بنتی ہے۔ ایک طرف جہاں پر ہر مذہب اپنے ذیل میں فرقوں کی کثرت رکھتا ہے، وہیں پر دوسری طرف بعض متعصب صاحبان ملل والنحل نے بھی خود ساختہ فرقے بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے تاکہ یہ باور کرا سکیں کہ مد مقابل کی اساس کمزور ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ وقتاً فوقتاً تقسیم ہوتے رہے ہیں اور انتشار کا شکار رہے ہیں۔ یہاں تک کہ فرقہ واحدہ کیلئے بولے جانے والے ناموں کو الگ الگ فرقہ بتایا گیا ہے۔ جیسے اسماعیلی مذہب کے نام میں اسماعیلیہ، امامیہ، ہاشمیہ،

Presented by Ziaraat.Com

خالصہ، شش امامی، سبعیہ، باطنیہ، مستوریہ، آغاخانیہ، نزّاریہ کے ناموں سے غلط استفادہ کرتے ہوئے ان سب کو الگ الگ فرقہ بتایا گیا ہے، حالانکہ مندرجہ بالا سب فرقے اسماعیلی مذہب کے نام اور القابات ہیں، جو مختلف علاقوں میں رائج العمل ہیں۔ اسی طرح شیعہ اثنا عشری کو شیعہ، امامیہ، قطیعہ، کاظمیہ، موسویہ، جعفریہ، اہل الغیبہ والحجہ اور اثناعشریہ کے نام سے الگ الگ فرقے بتائے گئے ہیں، حالانکہ یہ تمام نام ایک ہی فرقہ کے لئے مختلف زمانوں میں بولے جانے والے نام ہیں۔ دور حاضر میں بھی شیعہ کئی ناموں سے پہچانے جاتے ہیں، جس میں بارہ امامی، جعفریہ، امامیہ، اثناعشریہ، شیعہ وغیرہ ہیں۔ مورخین ملل ونحل نے جہاں شیعیت کیلئے خود ساختہ نام تحریر کئے ہیں، وہیں انھیں مورد الزام ٹھہراتے ہوئے ان کے لئے رافضیہ، ملحد منکر، مشرک اور کافر کی اصطلاحات بھی جا بجا استعمال کی ہیں۔ جیسے کہ امام غزالی مذہب اسماعیلیہ کو کافر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ان الباطنیہ اسماعیلیہ مذهبُ ظاهرة الرفض و باطنه الكفر المحض. بے شک باطنیہ اسماعیلیہ کا ظاہری مذہب رفض ہے جبکہ اس کا باطن محض کفر ہے۔" (۱۹)

(1/4) تہتر فرقوں کی حقیقت

ایک حدیث تمام اسلامی فرقوں میں بہت مشہور ہے، جس میں حضرت محمد ﷺ نے امت محمدیہ کے تہتر فرقے ہونے کی پیشن گوئی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری امّت کے تہتر فرقے ہونگے، جن میں سے ایک ناجی ہوگا، باقی تمام فرقے ہلاکت میں ہوں گے۔ یہ حدیث شیعہ سنی دونوں کی احادیث کے بنیادی

Presented by Ziaraat.Com

منابع میں موجود ہے۔[۱] قطع نظر اس بات کے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غلط، لیکن ہر ایک نے خود کو ناجی فرقہ ثابت کرنے کی خاطر مدمقابل کے حصے بخرے کئے ہیں۔ اس حدیث کے تناظر میں اسلامی فرقوں کے ماننے والوں نے ایک دوسرے پر جہنمی ہونے کے مختلف حربے استعمال کئے ہیں۔ تہتر فرقے والی حدیث کی رو سے بہتّر ہلاکت والے فرقے بنانے کی خاطر شیعیت کے کئی گمنام فرقے بھی بتائے گئے، جن کا تاریخ میں عملاً وجود بھی نہیں رہا ہے، یہاں تک کہ مقریزی نے خطط مقریزی میں یہ وہم اور گمان ظاہر کیا ہے کہ شیعوں کے تقریباً تین سو فرقے ہیں۔ "انّ الفرق الرافضة بلغت ثلثمائة والمشهور منها عشرون و هی الامامیه ۔الروافض، الحلوية، الشاعية، الشريكية ، التناسخية، الاعنة، المخطئة الاسحاقية، الخليفية ، الرجعية، المتربصة، الآمرية، الجبية الجلالية، الكريبيةاور الخزنية ۔(۲۰) یقیناً رافضیوں کے فرقوں کی تعداد تین سو تک پہنچ چکی ہے، جن میں سے مشہور بیس ہیں اور ان میں سے امامیہ، روافض، حلویہ، شاعیہ، شریکیہ، تناسخہ، لاعنہ، مخطئہ، اسحاقیہ، خلیفیہ، رجعیہ، متربصہ، آمریہ، جبیہ، جلالیہ، کربیہ اور خزینہ ہیں۔" مقریزی نے رافضی سے مراد شیعہ لیتے ہوئے ان کے تین سو فرقے بتائے ہیں اور خود ہی کہا کہ ان میں سے بیس مشہور ہیں جبکہ دو سو اسّی (۲۸۰) منقرض ہو چکے ہیں۔ مقریزی نے یہ گمان کیوں کیا

۱۔ شیخ عباس قمی نے سفینۃ البحار ص ۲، باب فرق میں اور اسی طرح المیزان کی جلد سوم میں محمد حسین طباطبائی نے نقل کیا ہے۔ اہل سنت کے منابع میں یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، ابن داؤد وغیرہ میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ شیعوں کے تین سو فرقے ہیں جبکہ وہ خود ان میں سے دو سو اسّی فرقوں کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ دو سو اسّی کے علاوہ جن بیس کا ذکر مقریزی کرتا ہے، ان میں سے اکثر کے نام تک تاریخ میں نہیں آیا ہے۔ یہاں تک کہ حسن بن موسیٰ النوبختی جو چوتھی صدی ہجری کے ایک بڑے شیعہ مورخ گذرے ہیں، انھوں نے ''الفرق الشیعہ'' نامی ایک کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے شیعیت کیلئے بولے جانے والے تمام ناموں کے علاوہ شیعہ مخالفین کے اختیار شدہ ناموں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ پھر ان تمام فرقوں کو رد کرتے ہوئے فرقہ امامیہ کے حق میں ایک کتاب ''الرد علی فرق الشیعۃ ما خلا الامامیۃ'' تالیف کی ہے، ان کتب میں بھی مذکورہ ناموں کا کہیں ذکر نہیں ملتا ہے۔

شیعیت میں فرقوں کی کثرت ثابت کرنے کیلئے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا گیا کہ اہل غلاۃ اور ان کے تمام فرقوں کو شیعہ فرقے بنا کر پیش کیا گیا۔ غلاۃ کے بھی بہت سارے فرقے بتائے گئے۔ الشہر ستانی نے غلاۃ کے ۲۴ فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک ''غلاۃ'' ایک غیر واضح اصطلاح ہے پہلے لفظ غلو کی حدود بندی کرنی ہوگی پھر اس پر تبصرہ ممکن ہے، اگر غلاۃ سے مراد رسول یا امام میں الوہیت کا نظریہ رکھنا ہے تو یقیناً تمام مسلمان بشمول شیعہ کے نزدیک اسلام کے عقیدہ توحید میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی مفہوم میں تمام مسلمان اہل غلاۃ کو خارج از اسلام تصور کرتے ہیں۔ محسن الامین اہل غلاۃ کے بارے میں شیعہ اثنا عشریوں کا نظریہ یوں لکھتے ہیں۔ ''**الشیعہ الامامیہ اثنا عشریۃ الجعفریۃ تبرا من کل غالٍ و کل موئلہ المخلوق** ۔ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ جعفریہ ہر طرح کے غلو سے

Presented by Ziaraat.Com

پاک ہے اور ہر غالی اور مخلوق میں غلو کرنے والوں سے اپنے کو دور رکھا ہوا ہے۔" (۲۱)
ائمہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہل غلاۃ پر لعنت بھیجی ہے۔

شیعیت میں فرقوں کی کثرت ثابت کرنے کی ایک وجہ یہ بنی کہ مورخین نے عمداً یا سہواً مذہب تشیع کے جید اور معروف متکلّمین اور محدّثین سے منسوب کر کے مختلف شیعہ فرقے ظاہر کئے اور ان علماء کے ناموں سے فرقے منسوب کر دیے گئے۔ جیسے زرارہ بن اعین کے نام سے منسوب کر کے فرقہ زرارہ بنایا گیا۔ جن علماء کے ناموں سے منسوب کر کے فرقے بنائے گئے ہیں، ان علماء میں سے زیادہ تر حضرت جعفر صادق اور حضرت محمد باقر کے طلباء اور شاگرد شامل ہیں، جن پر یہ تہمت باندھی گئی ہے اور ان کی طرف غالی عقائد اور نظریات منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں زرارہ بن اعین کے نام پر فرقہ زراریہ، ھشام بن الحکم کے نام پر الحکمیہ، یونس بن عبدالرحمٰن القمی کے نام پر الیونسیہ، محمد بن النعمان مؤمن طاق کے نام پر الشیطانیہ فرقے ظاہر کئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ چاروں صحیح العقیدہ، ثقاۃ، محدثین اور متکلّمین تھے۔ ان کی طرف نسبت دیکر فرقے ظاہر کرنا یقیناً ظلم و زیادتی ہے۔ ان پر اس طرح کی افترا پردازی کیوں کی گئی ہے، اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ائمہ اہلبیت کے تلامذہ ہونے کی بناء پر مستند اور صاحب رائے تھے۔ انہوں نے بالواسطہ ائمہ اہلبیت سے کسب فیض کیا تھا۔ معاشرہ ان کی علمی عظمت کو سمجھنے سے قاصر رہا، جس کی وجہ سے ان کی اجتہادی رائے کی بنیاد پر ان سے ملحدانہ نظریات منسوب کیے۔ بہر حال یہ شخصیتیں مذہب شیعہ کے ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے بارے میں اس طرح کی افترا پردازی کرنا

Presented by Ziaraat.Com

سراسر زیادتی ہے۔

شیعیت میں فرقوں کی کثرت ثابت کرنے کے لئے بعض ماہرین علم کلام نے خود ساختہ نام تجویز کر کے شیعہ فرقے ظاہر کئے۔ مقریزی نے امامت اور خلافت میں اختلاف کرنے والے فرقوں کی کل تعداد ۶۹ بیان کی ہے۔ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی نے تقریباً ۸۰ تک نام لکھے ہیں جبکہ علامہ ذیشان حیدر جوادی نے اہل تسنن کے ۶۴ فرقے بیان کئے ہیں۔ اسلامی فرقوں کی تعداد فی الحقیقت اتنی نہیں ہے جتنی اہل ملل والنحل نے لکھی ہے۔ حقیقت میں فرقوں کی تعداد بہت کم رہی ہے۔ محققین ادیان و مذاہب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فرقوں کی یہ کثرت جو تاریخ کی کتب میں آئی ہے، حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔

اسلامی فرقوں کے بارے میں تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ شیعیت کے جتنے بھی فرقے وجود میں آئے یا مجازی طور پر لائے گئے، وہ سب ناپید ہو گئے ہیں۔ اب عالم اسلام میں شیعیت کے تین ہی فرقے شیعہ اثنا عشریہ، شیعہ اسماعیلیہ اور زیدیہ موجود ہیں۔

(1/5) فرقہ زیدیہ

زیر نظر کتاب شیعہ اثنا عشریہ اور شیعہ اسماعیلیہ کے نظریہ امامت کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ جہاں تک زیدیہ فرقہ کا تعلق ہے تو ان کے عقیدے کو موضوع کا حصہ نہ بنانے کا پہلا سبب یہ ہے کہ ان کے ماننے والے بہت ہی قلیل تعداد میں یمن اور شام کے چند علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اکثر مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ زید بن علی بن حسین اپنی حیات میں امامت کے

Presented by Ziaraat.Com

دعوے دار نہیں تھے۔ زید نے حضرت علی بن حسین کی اجازت سے ۱۲۱ھ میں اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے خلاف کوفہ میں خروج کیا تھا اور شہید ہوئے تھے۔ زید کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے حضرت زید کو پانچواں امام تصور کیا اور یہی لوگ زیدی کہلائے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ فقہی اعتبار سے یہ اہل سنت کا ایک فرقہ ہے، کیونکہ تاریخی شہادت کے مطابق زیدیہ اصول اسلام میں معتزلہ کا ذوق رکھتا ہے اور تقریباً اسی مذہب کا پیروکار ہے۔ لیکن فروعی وفقہی عقائد میں امام ابوحنیفہ کی پیروی کرتا ہے، جو اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں۔ البتہ ان کے درمیان بعض فقہی مسائل کے بارے میں تھوڑا بہت اختلاف موجود ہے۔ زیدیہ کے فقہی اعتبار سے حنفی ہونے کا اقرار شہرستانی نے کتاب الملل والنحل اور صاحب ابن اثیر نے کتاب کامل میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ شیعہ فرقوں کے برعکس زیدیہ فرقہ اپنے شروعات میں حضرت ابوبکر وحضرت عمر کو اپنے ائمہ میں شمار کرتا تھا، لیکن بعد میں انہوں نے ان خلفاء کے نام اپنے اماموں کی فہرست سے نکال دیے اور اپنی امامت کو حضرت علی سے شمار کرنا شروع کر دیا۔ زیدیہ کے فقہی اعتبار سے شیعہ نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے برخلاف ائمہ پر نص کو نہیں مانتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک اوصاف شائستگی کا حامل ہر وہ فرد جو فاطمی النسل ہو اور ظلم وستم کے خلاف خروج کرے، امام بن سکتا ہے۔ مقالہ ہذا کے موضوع میں مذہب زیدیہ کے بجائے مذہب اسماعیلیہ کو شامل کیا گیا ہے کیونکہ زیدیہ کے برعکس اسماعیلیہ شیعہ فرقہ ہے، کیونکہ وہ امام پر نص (تعیّن امام بحکم خدا، نبی یا امام قائم کی طرف سے) ہونے کا قائل ہے، جبکہ زیدیہ مذہب امامیہ سے ائمہ کی تعداد اور نص

Presented by Ziaraat.Com

دونوں میں اختلاف کرتا ہے، نیز زیدیہ کے برعکس شیعہ اسماعیلیہ تاویلی انداز کے ساتھ فقہ حضرت جعفر صادق کو تسلیم کرتے ہیں۔ زیدیہ اور دیگر شیعوں میں امامت کے حوالے سے بنیادی فرق بھی یہی ہے کہ زیدیہ ائمہ کے لئے صرف دلائل خفی رکھتے ہیں اور دلائل جلی سے انکار کرتے ہیں، جبکہ دیگر شیعہ فرقے دلائل خفی کے علاوہ دلائل جلی کے بھی قائل ہیں۔ شیعیت کی نظر میں ہر امام من جانب اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ صفات شائستگی کا بھی حامل ہوگا اور یہی عقیدہ معصومیت ہے، جو شیعہ اپنے ائمہ کے حوالے سے رکھتے ہیں۔ زیدیہ اور دیگر شیعیت میں بنیادی مشترک نکتہ یہ ہے کہ امامت اولاد فاطمہ ہی کیلئے مخصوص ہے یعنی اولاد فاطمہ میں صفات شائستگی کو محیط کرنے کی حد تک زیدیہ بھی دیگر شیعہ فرقوں سے متفق ہیں۔

(1/6) فرقہ غالیہ و مفوضہ

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ شیعیت کے کثیر فرقے بتائے جانے کی ایک اہم ترین وجہ غالی فرقے بھی بنے۔ غالیہ غلو سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کسی چیز یا کسی شخص کو اسکی حقیقت اور اس کے اصل مقام سے بڑھا دینا ہے۔ ویسے تو غلو معاشرہ کے کسی بھی شعبے میں صحیح نہیں ہے بالخصوص دین میں غلو کی اجازت بالکل بھی نہیں ہے۔ (۲۲) اگر اہل غلاۃ کے عقائد کا جائزہ لیا جائے تو بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ اہل غلاۃ کا نہ تو کوئی مذہب ہے اور نہ ہی یہ کوئی باضابطہ اسلامی فرقہ ہے، بلکہ یہ مبالغہ آمیز نظریات کے حامل لوگ ہیں، جو ہر مذہب و فرقہ میں موجود ہو سکتے ہیں اور موجود ہیں۔ تاریخ میں مختلف اشخاص نے مبالغہ آمیز عقائد کا اظہار کیا ہے۔ جن کی نسبت سے مورخین نے ان کو اسلامی فرقہ کا درجہ دیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اہل غلاۃ کو شیعہ فرقہ تصور کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ خود اہل غلاۃ کی اکثریت نے ہمیشہ خود کو شیعہ قرار دیا ہے۔ اسی لئے بہت سارے مورخین نے اکثر اہل غلاۃ کو شیعوں کے فرقہ بتلایا ہے، لیکن اہل غلاۃ کے عقائد اور نظریات کو پرکھا جائے تو حقیقت اس کے برعکس ملے گی۔ تمام مسلمان کی طرح تشیّع بھی اہل غلاۃ کو خارج از اسلام تصّور کرتے ہیں۔ ان کو مسلمانوں کا فرقہ قرار نہیں دیتے اور خود کو غالی فرقوں سے الگ تصّور کرتے ہیں۔ چوتھویں صدی ہجری کے شیعہ عالم وفقیہ ابو جعفر بابو یہ قمی (شیخ صدوق) غالیوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ ''غالیوں اور مفوضہ کے متعلق ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ یہ لوگ (فی الحقیقت) خداوند عالم کی ذات کے منکر ہیں اور یہ لوگ یہود، نصاریٰ، مجوس، قدریہ اور خوارج بلکہ تمام اہل بدعت اور گمراہ کن نظریات رکھنے والے فرقوں سے بدتر ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے برابر کسی نے بھی خدا کی تحقیر وتصغیر نہیں کی ہے۔'' (۲۳)

اکثر متکلمین کی رائے کے مطابق غالی ان کو کہا جاتا ہے جو بندوں میں الوہیت کا قائل ہو یا ائمہ اہل بیت میں نبوت کا قائل ہو۔ اس نظریے کے مطابق غالی فرقوں کو شیعہ فرقے بتانا صحیح نہیں کیونکہ غالیوں کے برعکس شیعہ خالص توحید کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک مخلوق میں الوہیت کا قائل آدمی کافر اور جہنمی ہے۔ اسی طرح ائمہ کو انبیاء ماننا شرک اور کفر ہے۔ شیعہ عقیدے کے مطابق نبی صاحب کتاب وشریعت ہوتا ہے، جبکہ امام کسی نبی کی شریعت کی تفسیر، تاویل، تنفیذ اور تحفیظ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ائمہ کی ولایت تکوینی کے حوالے سے شیعوں کا ایک گروہ غلو کی حد تک اختیارات کا قائل ہے اور وہ ائمہ کو خالق، رازق اور بعض دیگر خدائی صفات کا

Presented by Ziaraat.Com

حامل قرار دیتا ہے۔ ائمہ نے ایسے غلو والے نظریات کی سختی سے مذمت کی ہے۔ علامہ مجلسی نے بحارالانوار کی پچیسویں جلد میں ایک باب نفی الغلو فی النبی والائمہ میں لکھا ہے، جس کے مطابق ائمہ میں غلو کرنے والوں کی ائمہ اہل بیت نے مذمت فرمائی ہے اور غلو کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ ''خبردار ہمارے بارے میں غلو نہ کرنا، یہ کہو کہ ہم بندہ ہیں اور خدا ہمارا رب ہے۔ اس کے بعد جو چاہو ہماری فضیلت بیان کرو۔'' ائمہ اہل بیت نے بھی اہل غلاۃ کو کافر قرار دیتے ہوئے ان پر لعنت بھیجی ہے۔ ''غالی کافر ہیں اور تفویض کرنے والے مشرک ہیں''۔ (۲۴) ''غالیوں اور تفویض کے قائل لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ بزرگ علما اور مجتہدین کو مقصر کہیں گے اور غالیوں میں سے فرقہ حلاجیہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ خداوند عالم عبادت کی وجہ سے بندوں میں ظہور کرتا ہے، حالانکہ نماز اور دیگر واجبات شرعیہ کو ترک کرنا ان کا مذہب ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے اسم اعظم کو جانتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا نے ان میں حلول کیا ہوا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب کوئی شخص مخلص ہو اور ان کے مذہب کی معرفت بھی پیدا کرے تو وہ ان لوگوں کے نزدیک انبیاء سے بھی افضل ہے۔ ان کے دعوؤں میں سے ایک دعویٰ یہ ہے کہ وہ علم کیمیا بھی جانتے ہیں۔ درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ ان کا کام صرف دھوکہ دینا ہے۔ پیتل اور قلعی سے (سونے اور چاندی کی شکل میں) مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں۔ اے خدا! ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کر اور ان تمام پر لعنت کر۔'' (۲۵)

ائمہ پر حلول کا عقیدہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ مشہور علی بن جسکہ

Presented by Ziaraat.Com

القمی، قاسم الیقطینی، الحسن بن محمد بن بابا القمی، محمد بن نصر الفہری اور فارس بن حاتم ہیں۔ان اشخاص میں سے علی بن جسکہ کا نظریہ تھا۔" **اما م الهادی هو الله و الخالق لهذا العالم،انّ ابن جسكة نبی مبعوث من قبل الامام الهادی لهداية الناس، الفرائض الاسلامية مثل زكوٰة الصوم غير واجبه.** امام ہادی ہی اللہ ہے، جو اس کائنات کا خالق ہے،ابن جسکہ لوگوں کی ہدایت کیلئے امام ہادی کی طرف سے نبی مبعوث ہوا ہے، اسلامی فرائض جیسے زکوٰۃ، روزہ (وغیرہ) واجب نہیں ہیں۔حضرت علی رضا بن موسیٰ کاظم نے علی بن جسکہ پر ائمہ اہل بیت سے غلوانہ نظریات کو منسوب کرنے پر لعنت بھیجی ہے۔ **كذب ابن جسكه عليه لعنة الله** ۔ابن جسکہ نے جھوٹ بولا ہے،اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"(۲۶)

(1/7) فرقہ سبائیہ

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ متعصّبانہ رویوں کی وجہ سے شیعیت کے خودساختہ فرقے وجود میں لائے گئے۔اس حوالے سے ایک فرقہ سب سے زیادہ مشہور ہے، جس کے بارے میں تذکرہ اکثر مورخین کرتے ہیں۔اس لئے یہاں اس فرقے کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے تاکہ اس کی اصل حقیقت واضح ہو سکے۔تاریخ اسلام کی قدیم اور جدید کتب میں "عبداللہ بن سبا" نامی شخص کا ذکر کثرت کے ساتھ ملتا ہے اور یہ شخص صدیوں سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا باعث رہا ہے۔ ایک طرف اکثر مورخین اس شخص کے بارے میں تفصیلات فراہم کرتے ہیں اور اس کو مذہب تشیع سے منسوب کرتے ہیں تو دوسری طرف مذہب تشیع کے ماننے والے اس شخص کے وجود کے منکر نظر آتے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ تمام تر نظریاتی

Presented by Ziaraat.Com

وابستگیوں سے بالاتر ہوکر اس کا تجزیہ کیا جائے اور اس شخص کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کی جائے۔اسی تناظر میں اس شخص کے وجود اور اس سے منسوب فرقہ ''سبائیہ'' پر بنیادی مواد کے حوالے سے تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن سبا کے بارے میں جو باتیں مورخین نقل کرتے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعیت کا وجود پیغمبر خدا ﷺ اور شیخین کے زمانے میں نہ تھا بلکہ خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان کے زمانے میں ایک یہودی شخص عبداللہ بن سبا نے اسلام کا اظہار کیا اور مسلمانوں کو علی بن ابی طالب کی بیعت کرنے کی دعوت دی اور علی بن ابی طالب کی خلافت کو پھیلانے کی کوشش کی اور بہت سارے مسلمان اس کی پیروی میں آگئے، جن کا نام شیعیانِ علی پڑ گیا۔اس قصے کو مشہور مورخ خطیب بغدادی نے یوں خلاصہ کیا ہے۔

کان ابن السوداء فی الاصل یهودیاً من اهل الحیرَة فاظهر الاسلام، واراد ان یکون له عنداهل الکوفةسُوقٌ ورئاسة، فذکر الهم انه وَجَدَ فی التوراة ان الکل نبی وصیاً، و ان علیاً رضی الله عنه وصیُ محمد ﷺ انه خَیرُ الاوصیاء کما ان محمداً خیر الانبیاء، فلما سمع ذلک منه شیعة علی قالوا لعلی: انه من مُحِبّیک، فرفع علیُ قدره، و اجلسه تحت درجة منبرة، ثُم بلغه غُلُوُّهُ فیه فهمّ قتله، فنهاه ابنُ عباس عن ذلک و قال له: ان قتله اختلف علیک اصحابکَ، و انت عازم علی العَود الی القتال اهل الشام، و تحتاج الی مُداراة اصحابک، فلما خشی من قتله و من قتل ابن سبا الفتنَةَ

Presented by Ziaraat.Com

[illegible] (٧٨) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(٧٨) [illegible]

[illegible]

Presented by Ziaraat.Com

نہ ایسی شخصیت جس کی تصویر مورخین نے عہد عثمان میں کھینچی اور جس کی سرگرمیوں کا نقشہ حضرت علی بن ابی طالب کے ابتدائی دور خلافت میں پیش کیا ہے، ابن سبا کو تو مخالفین شیعہ نے صرف شیعہ کے لئے تراشا ہے۔" (۲۹) عبداللہ بن سبا ایک افسانوی کردار کا نام ہے یا وہ ایک حقیقی شخصیت تھی، یہ ایک اختلافی موضوع ہے جو تحقیق طلب ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس شخص کے بارے میں بعض قدیم اور اکثر جدید مورخین نے معلومات فراہم کی ہیں۔ ان معلومات میں سب سے اہم یہ ہے کہ اس شخص سے منسوب ایک فرقہ "سبائیہ" کا تذکرہ بھی کثرت سے ملتا ہے۔ اگر عبداللہ بن سبا کا وجود ثابت ہو جائے تو پھر کسی حد تک اس فرقہ کا وجود بھی ثابت ہو جائے گا۔ اگر اس کا وجود ثابت نہ ہو تو یقیناً اس سے منسوب ساری کہانی افسانہ اور جعلی قرار پائے گی۔

عبداللہ بن سبا کو نقل کرنے والے تمام مورخین اس کی سند کو صرف ایک راوی "سیف بن عمر" سے نقل کرتے ہیں اور یقیناً فرقہ سبائیہ کو روایت کرنے والے راویوں میں صرف اسی کا نام آتا ہے۔ سیف بن عمر نے ۱۱ھ سے ۳۰ھ کے واقعات اور حوادث کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ "ابن سبا کی کہانی کو روایت کرنے والوں میں صرف ایک ہی راوی سیف بن عمر ہے، جس کا انتقال ۱۷۰ھ میں ہوا ہے۔" (۳۰) سیف بن عمر کے انتقال کے ایک صدی سے زیادہ گزرنے کے بعد اس سے منسوب روایت کو سب سے پہلے مشہور مورخ طبری نے نقل کیا ہے جبکہ اس کے برعکس سیف کو اس کے اپنے زمانے کے کسی مورخ یا راوی نے نقل نہیں کیا اور نہ راوی سے طبری تک درمیانی دور[1] میں اس روایت کو کوئی مورخ ضبط تحریر

---

[1] جو تقریباً ۱۴۰ سال بنتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

میں لایا ہے۔ خود طبری کے دور میں ان ہی کے علاوہ کسی دوسرے مورخ نے اسے نقل نہیں کیا۔ اسی طرح طبری کے بعد تقریبا تین سو سال تک اس قصے کو پھر کسی راوی اور مورخ نے نقل نہیں کیا۔ اس کے بعد مشہور مورخ ابن عساکر نے سیف بن عمر کی روایت کو نقل کیا۔ یوں یہ قصہ کبھی راویوں اور مورخین کے پیش نظر رہا تو کبھی ان کی نظروں سے غائب رہا۔ جس کی وجہ سے یہ قصہ ایک متنازع شکل اختیار کر گیا اور اس کے بارے میں مختلف سوالات پیدا ہوئے کہ اس روایت کا صرف ایک ہی راوی کیوں ہے؟ سیف کا مقام راویوں میں کیا ہے؟ حضرت عثمان بن عفان سے سیف تک تقریبا ڈیڑھ سو سال سے زیادہ بنتا ہے۔ اگر اتنا بڑا واقعہ ہوا ہے تو خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان نے اس شخص سے کیوں لاعلم رہے؟ اتنے بڑے واقعے کو سیف کے علاوہ کسی اور راوی نے نقل کیوں نہیں کیا؟ سیف کے ڈیڑھ سو سال بعد اس قصہ کے مآخذ کہاں سے ملے اور یہ مآخذ کتنے قابل اعتبار ہیں؟ راوی سے طبری تک کا زمانہ ۱۴۰ سال کا بنتا ہے۔ اس دوران کسی مورخ نے اس روایت کو اپنی کتاب کا حصّہ کیوں نہیں بنایا؟ خود طبری کے دور میں کسی دوسرے مورخ نے اس کو کیوں نقل نہیں کیا؟ راوی نے روایت میں عبداللہ بن سبا کے عقائد کے بارے میں تفصیلات بیان نہیں کی تھیں، طبری نے اس تفصیل کو کہاں سے درج کیا اور اس کی سند کیا ہے؟

دوسری بات جو طبری کو اس کے راوی سیف سے الگ کر دیتی ہے وہ انکا یہ خیال ہے کہ عبداللہ بن سبا اور ان کے ساتھیوں نے حضرت علی بن ابی طالب میں الوہیت تسلیم کر لی تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت علی نے ان کو آگ میں جلا دیا

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔ یاد رہے کہ بعض مورخین کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں بعض لوگوں کو مرتد ہونے کی سزا میں آگ میں جلایا گیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ بھی تاریخ کا ایک غلط العام واقعہ ہے۔ طٰہٰ حسین نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے اپنی مختصر سی خلافت کے دوران کسی کو آگ میں نہیں جلایا تھا۔ البتہ کوفہ میں کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے، انہیں قتل کردیا گیا تھا۔ جلانے کا واقعہ حضرت علی بن ابی طالب کی خلافت کے دوران پیش ہی نہیں آیا۔ بہر حال تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے مورخین نے عبداللہ بن سبا کا قصہ درج نہیں کیا، بعد کے اکثر مورخین نے طبری سے اس قصہ کو تاریخ کا حصہ قرار دیا ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قصہ کا ایک ہی بنیادی مآخذ طبری ہے، طبری کے بعد تاریخ کے دیگر تمام بنیادی اور غیر بنیادی مآخذ میں یہ قصہ آیا ہے۔ جیسے طٰہٰ حسین رقم طراز ہیں۔ ''طبری اپنے راویوں سے لیکر اور بعد کے مورخین نے خود طبری سے لیکر ابن سبا کا اور اس کے ساتھیوں کا تذکرہ عہد عثمان میں اور حضرت علی بن ابی طالب کی خلافت کے پہلے سال میں فتنے کے سلسلے میں کرتے ہیں۔'' (۳۱)

مورخین اس شخص (عبداللہ بن سبا) کی اسلام مخالف سازشوں میں سے ایک یہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت علی کی خلافت کے پہلے سال اسی شخص کی سازش کی وجہ سے جنگ جمل ہوئی تھی۔ اگر یہ حقیقت ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک سال بعد یہ شخص معرکہ صفین میں کہاں چلا جاتا ہے؟ معرکہ صفین میں اس کا کوئی ذکر نہ شیعیان علی میں ملتا ہے اور نہ ہی خوارج میں۔ اگر یہ شخص تھا تو پھر معرکہ صفین سے کس طرح غائب رہا؟ اس سلسلے میں مورخین خاموش ہیں۔ اگر ایسا کوئی شخص تھا تو

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عثمان بن عفان اور ان کے ساتھی کیوں خاموش رہے؟ تاریخ میں نہیں ملتا ہے کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سبا کے خلاف کوئی اقدام کیا ہو۔ ایک یہودی خلیفۃ المسلمین کے دور خلافت میں اسلام کے حصّے بخرے کر رہا ہو، خلیفہ اس یہودی سازشی شخص کو جانتا بھی ہو، پھر بھی اس شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرے۔ جبکہ صدر اسلام کے مسلمانوں کا درجہ ہماری نگاہوں میں اس سے اونچا ہونا چاہیے کہ صنعا سے آنے والا ایک آدمی جس کا باپ یہودی اور ماں حبشن تھی جو خود بھی یہودی تھا پھر خوف یا اخلاص کی بنا پر نہیں بلکہ دھوکہ دینے اور مکر پھیلانے کی غرض سے اسلام لایا۔ اس کی یہ مجال ہو کہ وہ ان کے دین، ان کی سیاست، ان کی عقل اور ان کی حکومت کے ساتھ مذاق کرے۔ (لہذا) ابتداء کے مورخین نے ابن سبا کے تذکرے سے جو پہلو تہی کی ہے، یہ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ "یہ افسانہ خود ساختہ اور من گھڑت ہے۔ اور یہ آخری دنوں میں جب شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقوں میں معرکہ آرائی ہوئی تراشا گیا ہے۔" (۳۲) لگتا یوں ہے کہ سیف بن عمر نے جان بوجھ کر عبداللہ بن سبا کی روایت کو گھڑا ہے کیونکہ اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے کہ بنی ہاشم کی عداوت اور بنی امیّہ کی مداحی میں یہ شخص اپنے زمانے میں مشہور تھا۔ سیف بن عمر نے بنی ہاشم کی عداوت میں بہت سارے اقدامات کئے تھے۔ نیز یہ اپنے دور میں خود ساختہ، جعلی اور وضعی ناموں سے روایات نقل کرنے میں مشہور تھا۔ یہ جعلی ناموں کو اصحاب رسول ہونے کا درجہ دیتا تھا تاکہ جعلی اور وضعی باتوں کو حدیث کا درجہ دے سکے اور جعلی سلسلہ روایت کو قائم کر سکے، نیز اس نے علی بن ابی طالب کی عداوت میں دو کتابیں بھی تحریر کی تھیں۔ "انّ رجلاً یسمّی

Presented by Ziaraat.Com

سیف بن عمر التمیمی مات فی القرن الثانی الهجری، وضع کتابین: الاول (الفتوح والردة)) والثانی(لجمل و مسیر عائشة و علی)و حشاهما.(۱) اختلاق الحوادث التی لا حقیقیة لها و لا اساس.(۲) تحریف الحوادث الثابتة، و تزییفها یجعل الایجاب سلباً و السلب ایجاباً.فلقد اختلَقَ سیف لرسول الله ﷺ اصحاباً لا وجود لهم، اسمائهم باسماء لم یسمع بها الرسول و لا احد من اصحابه، مثل سعیر، الهزهاز، واُطّ، و حمیضة، و ما ذلک، کما ابتدع رجالاً من التابعین و غیر التابعین، ووضع علی لسانهم الاخبار والاحادیث۔(۳۳) بے شک وہ آدمی جس کا نام سیف بن عمر ہے، دوسری صدی ہجری میں مر گیا تھا۔ اس نے دو کتابیں ''الفتوح والردۃ'' اور ''الجمل و مسیر عائشہ وعلی'' لکھیں۔ جس کا مقصد صرف یہ ہے۔ ا۔ ایسے حوادث تخلیق کرنا جن کی نہ تو کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی بنیاد۔ ۲۔ تاریخ کے ثابت شدہ یقینی حادثات اور واقعات میں تحریف پیدا کرنا، اور اس میں ردوبدل کر کے ثابت شدہ کو معدوم کرنا اور معدوم کو ثابت کرنا۔ سیف بن عمر نے ایسے اصحاب رسول کے نام بھی وضع کئے ہیں، جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں تھا۔ ان کے ایسے نام وضع کئے جن کو رسول اکرم ﷺ اور اصحاب رسول سے نہیں سنا گیا۔ جیسے سعیر، هزهاز، اطّ، حمضہ، لیکن ان ناموں سے تابعین اور تبع تابعین میں کوئی نہیں گزرا ہے اور نہ ہی احادیث میں یہ نام آئے ہیں۔'' لھذا ایک ایسا شخص جو جھوٹا اور جعلی احادیث بنانے میں شہرت رکھتا ہو۔ اس کی روایت کس طرح قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟ سیف بن عمر کے جھوٹا

Presented by Ziaraat.Com

ہونے کے بارے میں بہت سے اشخاص نے لکھا ہے۔مرتضیٰ عسکری نے ان تمام محدثین، متکلمین اور مورخین کے سیف بن عمر کے بارے میں تاثرات کو مستند حوالوں سے نقل کیا ہے۔ان میں سے بعض محدثین طبری سے بھی پہلے یا چوتھی صدی ہجری کے دور کے ہیں۔جن میں امام نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، ابوداؤد (متوفی ۲۷۵ھ)، یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)، ابن حمّاد عقیلی (متوفی ۳۲۲ھ)، ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷ھ) ابن سکن (متوفی ۳۵۳ھ)ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ)، دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ)ابن عدی (متوفی ۳۴۸ھ)، حاکم (متوفی ۴۰۵ھ)، محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، ابن حجر (۸۵۲ھ)، سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) وغیرہ۔ان محدثین میں سے امام نسائی سیف بن عمر کے بارے میں لکھتے ہیں۔''ضعیف ہے۔ اس کی حدیث کو (نقل کرنے) سے ترک کیا ہے، وہ قابل اعتماد اور نہ ہی امین ہے''۔یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہے۔''اس کی (سیف بن عمر) حدیث کمزور اور سست ہے''۔ابوداود رقم طراز ہیں۔''بہت ہی جھوٹا ہے''۔(۳۴)

رہی بات مورخین کی تو انہوں نے اس روایت کو کیوں اور کہاں سے درج کیا ہے؟ جیسا کہ بتایا جا چکا کہ تاریخ نویسوں میں سے سب سے پہلے ابوجعفر محمد جریر طبری نے اپنی کتاب ''تاریخ الامم والملوک'' میں سیف بن عمر کی روایت کو نقل کیا۔خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان کے دور خلافت سے متعلق اس فرقہ کے بارے میں تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد ایک ہی راوی سیف بن عمر نقل کرتا ہے۔یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ اگر اتنا بڑا کوئی واقعہ ہوتا تو یقیناً بہت سے راوی اس کو نقل کرتے۔سیف کے ڈیڑھ سو سال بعد سب سے پہلے طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے سیف کی اس

Presented by Ziaraat.Com

روایت کو درج کیا ہے۔ جس عرصے میں سیف اس روایت کو نقل کرتا ہے، اسی عرصے میں کوئی دوسرا راوی اس کو نقل کرتے ہوئے نظر نہیں آتا۔ اسی طرح جس دوران طبری اپنی کتاب میں اس روایت کو درج کرتے ہیں اسی دوران کوئی دوسرا مورخ اس کو درج کرتے ہوئے نظر نہیں آتا ہے۔ طبری کے سوا ڈھائی سو سال بعد ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) اس روایت کو سیف بن عمر کی کتب سے نقل کرتے ہیں۔ ابن عساکر کے بعد مورخین پھر خاموش نظر آتے ہیں۔ ایک لمبے عرصے کے بعد ساتویں صدی ہجری میں ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، پھر آٹھوی صدی ہجری میں محمد بن یحیٰ بن محمد اشعری (متوفی ۷۴۱ھ) اپنی کتاب ''التمہید والبیان فی مقتل عثمان بن عفان '' میں سیف بن عمر کی کتاب ''الفتوح'' سے نقل کرتے ہیں۔ (۳۵)

سیف بن عمر کی وفات ہونے کے سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد اس کی مذکورہ دونوں کتابوں سے طبری نے اس روایت کو نقل کیا پھر طبری سے دیگر چار قدیم مورخین ابن اثیر ۶۳۰ھ، ابن عساکر ۵۷۱ھ، ابن ابی بکر ۷۴۱ھ، ذہبی نے ۷۴۸ھ نے نقل کیا، پھر ان چار مورخین سے اس کہانی کو دیگر مورخین نے نقل کیا۔ ان چار مورخین کا اصل اور بنیادی مصدر بالواسطہ یا بلاواسطہ سیف بن عمر کی کتب ''کتاب الفتوح'' اور ''کتاب الجمل'' ہیں۔ بعد کے تمام مورخین کے مصادر یہی چار مورخین ٹھہرتے ہیں۔ لہذا اگر کسی روایت کا راوی ایک ہو یا سلسلہ روایت منقطع ہو تو وہ روایت حدیث کی اصطلاح میں مرسل اور ضعیف قرار پاتی ہے، اسی طرح علم رجال کے مطابق اگر کوئی راوی جھوٹا اور دروغ گو ہو تو اس کی روایت

Presented by Ziaraat.Com

ضعیف کہلاتی ہے، سیف بن عمر کے دروغ گو ہونے میں کوئی شک وشبہہ بھی نہیں ہے تو پھر کس طرح اس کی روایت صحیح ہوسکتی ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے اصل مصادر کے صحیح تجزیہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اس کا وجود خود ساختہ اور جعلی ہے۔ جس کو بنی ہاشم کی عداوت میں گھڑا گیا ہے یا خلیفہ المسلمین حضرت عثمان کی شان خلافت کو کمزور ظاہر کرنے کے لئے گھڑا گیا ہے کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں یمن کے رہنے والے ایک یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اتنی بڑی تحریک چلائی ہو، جس کے نتیجے میں خلیفۃ المسلمین کا قتل ہوا ہو۔ ایسا کیسے ممکن ہے کہ حضرت عثمان کو اس تحریک کا پتہ نہ چلا ہو اور اگر علم ہوا ہو تو پھر اس کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا ہو؟

مذہب تشیع اس فرقہ کے وجود سے ایک طرف انکار کرتا ہوا نظر آتا ہے، جس کی مثال علامہ مرتضٰی عسکری کی کتاب یا دیگر شیعہ مورخین کی کتب ہیں، جن میں اس فرقہ کو افسانہ اور من گھڑت قرار دیا گیا ہے۔ اس کو دین اسلام بالخصوص مذہب تشیع کے خلاف ایک سازش قرار دیا ہے لیکن دوسری طرف بعض شیعہ علمائے رجال نے اس کہانی کو اپنی رجال کی کتب کا حصہ بھی بنایا ہے۔

اکثر علمائے رجال کے نزدیک نزاع یہ نہیں ہے کہ عبداللہ بن سبا نامی کوئی شخص تاریخ میں گزرا ہے یا نہیں، بلکہ اس کے نظریات کی بناء پر اسے غالی اور مرتد قرار دیا ہے۔ شیعیت کی اکثر رجال کی کتابوں میں عبداللہ بن سبا کا ذکر بحوالہ رجال کشی ملتا ہے۔ شیخ کشی کی اصل کتاب نایاب ہے، لیکن اس سے منسوب حوالے اکثر

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ ماہرین علم رجال اپنی کتابوں میں دیتے ہیں۔شیخ طوسی نے رجال کشی سے منسوب کرکے رجال کی [تعلیقۃ اختیار فی معرفۃ رجال] نامی ایک کتاب لکھی ہے، جوخودر جال کشی سے معروف ہوئی ہے، رجال کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ کشی نے عبداللہ بن سبا کے وجود سے تو انکارنہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کا نظریہ ہے۔" **و کان اول من شهر بالقول بفرض امامة علی و اظهر البرائة من اعدائه و کاشف مخالفیه و کفرهم، فمن ها هنا قال من خالف الشیعه: التشیع و الرفض ماخوذ من الیهودیة.** یہ پہلا مشہور شخص تھا جس نے علی بن ابی طالب کی امامت کوفرض سمجھتے ہوئے علی کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کیا اور ان کے مخالفین کو کافر قرار دیا۔پس یہیں سے شیعہ مخالفین نے کہا: اصل تشیع اور رفض یہودیت سے مآخوذ ہے۔"(۳۶)

اسی عبارت کو دور حاضر کے مشہور شیعہ عالم دین ابو القاسم خوئی نے "رجال الخوئی" نامی کتاب میں رقم کیا ہے۔علمائے رجال نے جہاں ایک طرف عبداللہ بن سبا کو نقل کیا ہے، وہیں پر اسے فرضی، وہمی اور افسانوی قرار دیتے ہوئے متفقہ طور پر اس پر لعنت کی ہے اور اسے غالی، مرتد اور کافر قرار دیا ہے۔" **عبدالله بن سباء الذی رجع الیٰ الکفر و اظهر الغلو. عبدالله بن سباء ......غال ملعون لعنه الله** ۔عبداللہ بن سبا وہ ہے، جس نے کفر کیا ہے اور اس کا غلو ظاہر ہوا ہے۔عبداللہ بن سبا غالی اور ملعون ہے، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے۔"(۳۷)

شیخ کشی، شیخ ابوجعفر طوسی، علامہ مجلسی اور ابوالقاسم خوئی نے اپنی رجال کی

Presented by Ziaraat.Com

کتب میں فرقہ سبائیہ کی حیثیت پر بحث نہیں کی ہے بلکہ اس کے بانی کے نظریات اور افکار کو مورد بحث بنایا ہے اور ان نظریات کی بناء پر اس شخص کو لعنتی اور کافر قرار دیا ہے۔ علمائے رجال نے عبداللہ بن سبا پر لعنت بھیجنے کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اسی ملعون شخص کے غالی نظریات کو بنیاد بنا کر دنیائے شیعیت کو اس سے منسوب کیا جاتا ہے، جو عقلی، نقلی اور تاریخی طور پر صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا تاریخ کی ایک فرضی شخصیت گزری ہے جس کو ایک ہی راوی سیف بن عمر نے روایت کیا اور اس روایت کو سب سے پہلے مشہور مورخ طبری نے نقل کیا، جس کے بعد ابن سبا کی شخصیت تاریخ کا حصہ بنی ہے۔ اگر ابن سبا کے وجود کو تسلیم بھی کیا جائے تو اس کو مذہب تشیع سے منسلک کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے منسوب عقائد غیر اسلامی ہیں، جس کا مذہب تشیع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بغدادی نے اس شخص سے منسوب فرقہ کو اہل غلاۃ میں سے قرار دیتے ہوئے اس کو کافر قرار دیا ہے۔ اسی طرح علمائے شیعہ نے بھی اس شخص کو غالی اور کافر قرار دیا ہے۔

(1/8) فرقہ کیسانیہ

تاریخ تشیع میں جن فرقوں کا وجود رہا ہے ان میں اوّلین فرقہ ''کیسانیہ'' تھا، جو واقعہ کربلا کے بعد وجود میں آیا تھا۔ مورخین کے مطابق شیعیت میں فرقہ بندی کا سلسلہ بھی اسی واقعہ کے بعد شروع ہوا ہے۔ اس لئے اس فرقہ کے معرض وجود آنے کے اسباب اور علل پر ایک مختصر تجزیہ پیش کیا گیا ہے تاکہ تشیع کی تاریخ اور ابتداء کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

امامت کے قائل ہونے کی حد تک کیسانیہ ایک شیعہ فرقہ تھا۔ کیسانیہ فرقے کا اصل بانی مختار ثقفی کو سمجھا جاتا ہے۔ ''ذکر الکیسانیة من الرفضة: ھوئلاء اتباع المختار بن ابی عبید الثقفی الذی قام بثار الحسین بن علی بن ابی طالب، و قتل اکثر الذین قتلوا حسینا بکربلاء، و کان المختار یقال له: کیسان'' (۳۸). کیسانیہ فرقہ کا ذکر رافضیوں میں ہوتا ہے۔ یہ لوگ مختار بن عبید الثقفی کا اتباع کرنے والے ہیں، جنہوں نے حسین بن علی کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے قیام کیا تھا اور جن لوگوں نے حسین بن علی کو کربلا میں شہید کیا تھا، ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ مختار کو ''کیسان'' کہا جاتا تھا۔'' لفظ کیسان سے مختار کے ماننے والوں کو کیسانیہ کا نام دیا گیا ہے۔

مختار ثقفی نے حضرت حسین بن علی کے خون کا بدلہ لینے کیلئے ابراھیم بن الاشتر النخعی کی قیادت میں عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے ایک لشکر بھیجا۔ ابرہیم حضرت علی بن ابی طالب کے سپہ سالار اور دست راست مالک اشتر کے فرزند تھے۔ ابراہیم نے بڑی جرات وشجاعت کے ساتھ حسین بن علی کے قاتلوں سے بدلہ لیا۔ عبیداللہ بن زیاد اور اس کے متعدد ساتھیوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ ابراہیم نے بن زیاد کا سر مختار ثقفی کے پاس عراق بھیجا اور مختار ثقفی نے ان سروں کو بعض مورخین کے مطابق عبداللہ بن زبیر کے پاس مکّہ بھیجا اور بعض دیگر مورخین کے مطابق حضرت علی بن حسین زین العابدین کے پاس مدینہ بھیجا۔ [۱] کیسانیہ تحریک

Presented by Ziaraat.Com

علی بن حسین زین العابدین کی حیات میں محمد بن حنفیہ[۲] کی امامت اور سیادت میں چلائی گئی تھی۔ علی بن حسین نے اس تحریک کی حمایت کی تھی یا نہیں، تاریخی طور پر اس کو ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ اکثر مورخین کے مطابق علی بن حسین نے کیسانیہ تحریک کی نہ حمایت کی تھی اور نہ مخالفت۔ بعض روایات کے مطابق جب عبید اللہ بن زیاد کا سر حضرت علی بن حسین کے سامنے پیش کیا گیا تو علی بن حسین نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی بن حسین کی موجودگی میں یہ تحریک حضرت محمد حنفیہ بن علی کی امامت میں کیوں چلائی گئی تھی؟ کیا مختار ثقفی، حضرت علی بن حسین کی امامت کا منکر ہو گیا تھا؟

ان اور ان جیسے دوسرے سوالات بالخصوص فرقہ کیسانیہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مختار ثقفی کی زندگی کا عمیق مطالعہ لازمی ہے۔ مختار ثقفی اسلامی تاریخ کی متنازعہ شخصیات میں سے ایک ہیں، جن کی زندگی کو مورخین نے تعریف اور تنقید کی جہتوں میں ہمیشہ بہت زیادہ موضوع بحث بنایا ہے۔ حال ہی میں ایک ایسی ہی کتاب جامعہ کراچی کے شعبہ 'تاریخ اسلام' کی صدر پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد نے

۱۔ کیسانیہ کے ساتھ اسی دور میں ایک اور نام ہاشمیہ کا بھی آتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی فرقہ کے دو مختلف نام تھے، جن کو بعض متکلمین نے الگ الگ فرقے لکھے ہیں۔ دور حاضر کے مشہور مورخ فرہاد دفتری نے کہا ہے کہ ہاشمیہ کیسانیہ کا قدیم نام تھا، جبکہ بعض مورخین کا خیال ہے کہ ہاشمیہ غالباً محمد بن الحنفیہ کے بعد ان کے فرزند ابو ہاشم کے نام کی مناسبت سے ہاشمیہ کہلائے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہاشمیہ کی بنیاء ابو ہاشم کی زندگی میں یا ان کی وفات کے بعد پڑی ہے۔

۲۔ جو رشتے میں زین العابدین کے چچا بھی تھے

Presented by Ziaraat.Com

''مختار ثقفی یکے از دھاۃ العرب'' کے نام سے تالیف کی ہے۔ یہ ایک مختصر لیکن معلومات سے بھرپور کتاب ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے بہت مہارت کے ساتھ مختار ثقفی کے بارے میں بہت ہی بنیادی معلومات کو جمع کیا ہے۔ مختار ثقفی کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کے لئے یہ ایک اہم اثاثہ ہے۔ مختار ثقفی سے متعلق قدیم مورخین نے جو کچھ لکھا ہے، آج کا مورخ ان قدیم مورخین کے حوالوں سے مختار ثقفی اور دیگر تاریخ اسلام کے متنازعہ واقعات کو نقل کرتا ہے، لیکن جن روایات اور واقعات کو تاریخ کے متنازعہ مباحث کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے، بدقسمتی سے آج کا محقق ان روایات اور واقعات کا تجزیہ نہیں کرتا ہے۔ خود ڈاکٹر صاحبہ نے مختار ثقفی کے متبعین سے متعلق (حوالوں کے ساتھ) جن عقائد کو بیان کیا ہے، ان میں قابل ذکر بحث فرقہ سبائیہ کی ہے۔ اگر فرقہ سبائیہ کو اس کے پس منظر میں پرکھا جائے اور جن روایات کی بنیاد پر اس قصہ کو اتنی اہمیت دی گئی ہے، ان روایات کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شیعہ مخالف راویوں کی اختراع ہے، جنہیں بعد میں شیعہ مخالف مورخین نے نقل کیا ہے۔ فرقہ سبائیہ کے بارے میں کچھ تجزیاتی بحث اسی باب کے شروعات میں ہو چکی ہے۔ مختار ثقفی کے بارے میں تحقیقی بحث کرنا یہاں ہمارا مقصود نہیں کیونکہ یہ اس کتاب کے موضوع کا حصہ نہیں۔ ہم نے صرف اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے کہ کیا حضرت علی بن حسین نے مختار ثقفی کی تحریک کی حمایت کی تھی۔ بعض مورخین کی رائے ہے کہ سیاسی مصلحت کے پیش نظر حضرت علی بن حسین نے ظاہری طور پر حمایت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس وقت کا سیاسی منظر نامہ بھی تقریباً یہی ظاہر کرتا ہے کہ حضرت علی

Presented by Ziaraat.Com

بن حسین نے کربلا کے واقعے کے بعد خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے مختار کے لئے حضرت علی بن حسین کی قیادت میں خروج کرنا شاید ممکن نہیں تھا، جبکہ مختار ثقفی ایک جذباتی شیعہ تھے جو ہر حال میں حضرت حسین کے قاتلوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے محمد حنفیہ بن علی ابی طالب کی قیادت میں خروج کرنا غنیمت سمجھا۔ بعض دیگر مورخین کہتے ہیں کہ نہ تو محمد حنفیہ نے اپنی زندگی میں امامت کا دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی مختار ثقفی نے محمد حنفیہ کی امامت کا اعلان کیا تھا بلکہ سیاسی طور پر یا تقیہ کی وجہ سے محمد حنفیہ کی قیادت میں یہ تحریک چلائی گئی تھی۔ ویسے بھی یہ تحریک عقائد اور کلامی بنیادوں پر نہیں چلائی جا رہی تھی یعنی شروع میں کیسانیہ کا خروج مذہبی نہیں تھا بلکہ سیاسی طور پر جابر حاکم کے خلاف بغاوت تھی، جو مرور زمانہ کے ساتھ مذہبی تحریک میں تبدیل ہوگئی۔ کیسانیہ کے خروج کے اسباب پر غور کیا جائے تو اسے مذہبی فرقہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ نہ صرف کیسانیہ بلکہ کربلا کے واقعہ کے فوراً بعد جتنی بھی تحریکیں چلائی گئیں، وہ مذہبی بنیادوں پر نہیں تھیں بلکہ ان تحریکوں میں سیاست کا روپ مذہب سے زیادہ تھا۔ بدقسمتی سے بغیر تحقیق اور تفکر کے زمانے میں رونما ہونے والی مذہبی جذبات سے پُر تحریکوں کو مذہبی فرقے تصور کیا گیا۔ ایسا سب کچھ رحلت نبوی کے بعد پیدا ہونے والی تمام سیاسی تحریکوں کے ساتھ ہوا۔ البتہ ان میں سے بعض تحریکیں بعد میں خالصتاً مذہبی روپ اختیار کر گئیں۔ بہر حال کیسانیہ جو بادشاہ وقت کے خلاف ایک سیاسی تحریک تھی۔ یہ کوئی کلامی فرقہ نہیں تھا۔ بدقسمتی سے مورخین نے ہمیشہ اس تحریک کو فرقہ کہا ہے۔ اب تاریخ کے اوراق میں اس تحریک کو تحریک سے نہیں بلکہ فرقہ سے ہی پہچانا جاتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔

کیسانیہ فرقے کے وجود میں آنے کی وجوہات سیاسی تھیں یا مذہبی۔ اس پر مزید عمیق اور تنقیدی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ یہ شیعیت میں اندورنی فرقہ بندی کی بنیادوں میں وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ حسین بن علی کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لئے ایک تحریک چلائی گئی تھی، جسے بعد کے مورخین نے شیعیت کا ایک فرقہ قرار دے دیا۔ بہر حال اب یہ فرقہ معدوم ہو چکا ہے، اس لئے اس کا مزید ذکر غیر ضروری ہے۔

(1/9) فرقہ شیعہ اثنا عشریہ

عالم اسلام میں اہل سنت کے بعد شیعہ دوسرا سب سے بڑا فرقہ ہے۔ بنی امیّہ کے دور میں یہ لوگ شیعہ امامیہ یا صرف امامیہ سے موسوم رہے ہیں۔ تاریخ میں شیعہ امامیہ میں شیعیت کے تمام فرقے شامل ہوتے تھے، لیکن موجودہ دور میں عام طور پر شیعہ سے مراد شیعہ اثنا عشریہ لیا جاتا ہے۔ بارہ اماموں کا نظریہ رکھنے کی وجہ سے اثنا عشری شیعہ کہلائے۔ یعنی اوّل امام حضرت علی سے آخری امام مہدی تک بارہ اماموں کو وہ اپنا ہادی و رہبر مانتے ہیں۔ ان کو جعفریہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ حضرت جعفر صادق کی مدّون فقہ پر عمل پیرا ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد کل پانچ ہیں۔ جنہیں یہ اصول دین کا نام دیتے ہیں۔ توحید، عدل، نبوت، امامت اور معاد۔ شیعیت کے نزدیک مذکورہ عقائد میں سے عدل اور امامت کے علاوہ تین بنیادیں عقائد کے ماننے والا مسلمان ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں۔ ان تینوں عقائد کو اصول اسلام کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مشہور عراقی شیعہ عالم امیر محمد کاظمی لکھتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

"الشیعة یعتقدون ان ما یقوم الاسلام علیه ثلاثة . ا . توحید الله. ۲ . نبوة خاتم الانبیاء(ص). ۳. المعاد فی یوم الجزاء و ان الاسلام هو الاقرار بالشهادتین و هی کلمه (لا اله الا الله محمد رسول الله (ص) و ان من قالها کان مسلما. (۳۹) شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اسلام تین چیزوں پر قائم ہے۔توحید باری تعالیٰ، نبوتِ خاتم النبیین (ص) اور قیامت۔ پس اسلام شہادتین کے اقرار کا نام ہے اور وہ یہ ہیں (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ص) جو بھی اس کلمہ کا اقرار کرے گا وہ مسلمان ہے۔"

دین کے احکامات کو شیعہ ایک منظم انداز میں پیش کرتے ہیں۔جنہیں یہ فروع دین کا نام دیتے ہیں۔ یہ کل دس ہیں۔نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، خمس، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تولاّ اور تبرّا۔فروع دین کی یہ تعداد شیعیت کے نزدیک قطعی نہیں ہے۔اس لئے بعض علمائے فروع دین میں اول ذکر چھ کو تصور کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد۔ بقیہ چاروں کو فروع دین میں شامل نہیں کرتے ہیں، کیونکہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، خمس، جہاد۔ یہ وہ فرائض ہیں کہ جن کی ادائیگی کیلئے اوقات اور افعال مخصوص ہیں۔ان مخصوص اوقات اور افعال کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ فرائض ادا نہیں ہو سکتے۔اس کے برعکس امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تولاّ اور تبرّا کی ادائیگی کیلئے کوئی خاص واجبی طریقہ نہیں بتایا گیا ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ بھی دیگر شیعہ فرقوں کی طرح امامت کو اصول دین میں سے قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک ائمہ اہل بیت کی کل تعداد بارہ ہے جس کو رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی متعدد احادیث کے ذریعے سے متعین فرمایا ہے۔شیعہ

Presented by Ziaraat.Com

اسماعیلیہ اور اثنا عشریہ دونوں ائمہ کی تعداد کو بارہ بیان کرنے والی احادیث سے انکار نہیں کرتے۔ شیعہ اسماعیلیہ ان احادیث کو تاویلی شکل کے ساتھ بارہ ائمہ کی تعداد کو قبول کرتے ہیں۔ بارہ ائمہ کی روایات کو قدیم و جدید شیعہ، سنی اور اسماعیلی مورخین نے نقل کی ہے۔

نمبر شمار	نام امام	تاریخ ولادت	تاریخ متوفی	مدت امامت
۱۔	حضرت علی بن ابی طالب	۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل	۴۰ھ	۲۹ سال
۲۔	حضرت حسن بن علی	۱۵ رمضان ۳ھ	۴۴ھ	۱۰
۳۔	حضرت حسین بن علی	۳ شعبان ۴ھ	۶۰ھ	۱۱
۴۔	حضرت علی بن حسین	۵ شعبان ۳۸ھ	۹۴ھ	۳۵
۵۔	حضرت محمد الباقر	یکم رجب ۵۷ھ	۱۱۳ھ	۱۹
۶۔	حضرت جعفر الصادق	۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ	۱۴۸ھ	۳۴
۷۔	حضرت موسیٰ الکاظم	۷ صفر ۱۲۸ھ	۱۸۳ھ	۳۵
۸۔	حضرت علی الرضا	۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ	۲۰۲ھ	۲۰
۹۔	حضرت محمد التقی	۱۰ رجب ۱۹۵ھ	۸۱۱ھ	۱۸
۱۰۔	حضرت علی النقی	۱۵ ذی الحجہ ۲۱۳ھ	۲۶۰ھ	۱۴
۱۱	حضرت حسن العسکری	۸ ربیع الثانی ۲۳۲ھ	۲۶۰ھ	۶
۱۲۔	حضرت محمد المہدی	۱۵ شعبان ۲۵۵ھ	زندہ اور پردہ غیبت میں ہیں۔	

شیعہ اثنا عشری عقیدہ کے مطابق ان کے آخری امام پانچ برس کی عمر میں عراق کے شہر ''سر من رائی'' کے ایک غار میں غائب ہو گئے ہیں اور حالت غیبت

Presented by Ziaraat.Com

میں اب تک زندہ ہیں۔ شیعہ بڑی تمناؤں سے ان کے ظہور ثانی کیلئے چشم براہ ہیں، تا کہ وہ آکر عالمی خلافت کو نئے سرے سے قائم اور نوع انسانی کا تزکیہ کریں۔ انہیں امام غائب، امام منتظر اور امام قائم کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ غیبت امام زمانہ میں شیعہ حضرات حوزیہ علمیہ سے فارغ التحصیل وہ علماء جو درجہ اجتہاد کو پہنچتے ہیں، ان میں سے کسی مجتہد اعلیٰ کی تقلید کرتے ہیں۔ تقلید کے معنی اور مفہوم پر بحث کرنا ہمارے موضوع کا حصہ نہیں ہے۔ بہر حال شیعہ دین کے بنیادی عقائد میں تقلید کو جائز تصور نہیں کرتے ہیں، بلکہ دین کے فروعی فقہی احکام میں تقلید کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ واجب تصور کرتے ہیں۔ یعنی اصول دین میں اعتقاد اور فرع دین میں تقلید ہے۔ شیعیت میں علماء کی باضابطہ تقلید کب اور کس طرح شروع ہوئی؟ اجتہاد کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟ علماء کی مرجعیت کا مروجہ طریقہ کس طرح سے منظم ہوا؟ یہ تمام تفصیل طلب موضوعات ہیں، جن پر ہم اس کتاب میں بحث نہیں کر رہے ہیں۔

تمام شیعہ فرقوں کے عقیدے کے مطابق زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ اس لئے ہر زمانے میں امام کا ہونا ضروری ہے۔ شیعہ اثنا عشری نظریے کے مطابق حضرت مہدی بن حسن عسکری کائنات میں حجت خدا ہیں۔ آپ کی غیبت میں آپ کے حکم اور فرمان کے مطابق علماء اور فقہاء زمین میں حجت خدا ہیں۔ یوں یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مہدی بن حسن عسکری کی ۳۲۹ھ میں غیبت کبریٰ کے شروع ہوتے ہی شیعیت میں علماء کی مرجعیت کی ضرورت پیش آئی ہے۔ خود حضرت مہدی بن حسن عسکری نے اپنے ماننے والوں کو فقہاء کی طرف رجوع کرنے کو کہا ہے۔ شیعہ

Presented by Ziaraat.Com

اپنے ائمہ اہل بیت سے اس حوالے سے متعدد روایات نقل کرتے ہیں۔ یہ روایات زیادہ تر محمد باقر، جعفر صادق، حسن عسکری اور مھدی بن حسن عسکری سے منسوب ہیں۔ جن میں ائمہ نے فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ صاحب ''وسائل الشیعہ''[1] باب نمبر ۱۱ میں حضرت محمد (مہدی) بن حضرت حسن عسکری کے فرمان کو نقل کرتے ہیں: ''اپنی زندگی میں جب تم نوظہور، تازہ ایجاد مسائل سے دوچار ہو تو ان پر عمل درآمد کے قاعدوں سے واقف ہونے کے لئے ہماری حدیثیں بیان کرنے والوں سے رجوع کرو، کیونکہ یہ تم پر میری حجت اور میں خدا کی حجت ہوں۔'' بالکل اسی طرح سے شیعہ اثناعشریوں کے گیارہویں امام نے فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے ہوئے، ان فقہاء و علماء کو اپنی حجت قرار دیا ہے۔ ''پیش آنے والے حوادث (واقعات) میں ان کی طرف رجوع کرو جو ہماری جانب سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی جانب سے ان پر حجت ہیں۔'' (۴۰)

اسی طرح کتاب ''اعلام الھدایۃ'' میں حضرت جعفر صادق سے ایسی ہی ایک دوسری روایت بیان کی ہے۔ ''تم لوگوں میں یہ دیکھا جائے گا کہ جو ہماری حدیثوں کو بیان کرتا ہے، حلال و حرام میں ہمارے احکام بتاتا ہے، پس تم لوگوں کو اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔ بے شک میں نے اس کو تمہارے اوپر حاکم مقرر کیا ہے۔ اگر وہ ہمارے حکم کے مطابق حکم کرے اور اس کو نہ سنا جائے پس یہ اللہ اور

۱۔ مذہب تشیع کی حدیث کی ایک بنیادی اور اہم کتاب ہے۔ لیکن یہ کتاب شیعوں کی حدیث کی مشہور کتب جنہیں ''منابع اربعۃ'' اور ''اصول اربعۃ'' کہا جاتا ہے، ان میں شامل نہیں ہے۔ جس طرح مذہب اہل تسنن کی اہم حدیث کی کتاب ''موطا امام مالک'' احادیث کی اہم منابع ''صحاح ستۃ'' میں شامل نہیں ہے۔ وسائل شیعہ کا شیعوں میں وہی رتبہ ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کے جو سنیوں میں موطا امام مالک کا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہمارے حکم نہ ماننے اور ہم سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ جو ہم سے منہ موڑتا ہے، وہ اللہ سے منہ موڑتا ہے اور اللہ سے شرک کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔'' (۴۱)

جن فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے، وہ امام کی طرف سے ان کے ماننے والوں کے لئے حجت ہیں۔ لیکن یہ فقہاء حجت ہونے کی وجہ سے امام کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہوتے ہیں، اس لئے لازم ہے کہ ایسے عالم کی تقلید کی جائے جو حد اقل گناہان صغیرہ سے بھی پرہیز کرے ﷺ جیسا کہ خود حضرت حسن عسکری نے بھی اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ ''فقہاء میں سے جو اپنے نفسوں کو بچانے والا ہو، (متقی و پرہیز گار ہو) دین خدا کے حدود کا محافظ ہو، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرے اور خدائی احکام و اوامر کی پابندی کرے تو عوام پر واجب ہے کہ اس کی تقلید کریں اور یہ صفات فقط ہمارے بعض پیروکار فقہاء میں ہیں نہ کہ سب فقہاء میں۔'' (۴۲)

اسلامی رسم ورواج اور اس کی ادائیگی میں مسلک شیعہ اسلامی دنیا میں ایک مخصوص اور ممتاز مقام رکھتا ہے۔ خصوصاً عزاداری حسین بن علی کو اسلامی جوش اور جذبہ کے ساتھ منایا جاتا ہے، جس کے حوالے سے یہ اپنی طولِ تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ عزاداری کو یہ شعائر اللہ میں سے قرار دیتے ہیں۔ دنیا میں شیعیت کی تبلیغ کا یہ موثر ترین ذریعہ بھی ہے۔

شیعہ علی بن ابی طالب کو دیگر خلفاء راشدین پر فضیلت دیتے ہیں کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ نے ائمہ اہل بیت کی فضیلت کو متعدد احادیث میں متواتر بیان کیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ اسی طرح علی بن ابی طالب اور ائمہ اہل بیت کی ولایت کا نظریہ بھی رکھتے ہیں۔ اسی لئے شیعہ کے نزدیک کوئی مسلمان مؤمن نہیں بن سکتا ہے، جب تک کہ وہ علی کی ولایت کا اقرار نہ کرے اور یہ تسلیم نہ کرے کہ امّت کی قیادت کا حق رسول کی رحلت کے بعد علی کا تھا اور حضرت علی تمام تر خصوصیات میں رسول اللہ کے بعد افضل ترین شخصیت ہیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی اولاد کی محبت کو بنی نوع انسان پر فرض کیا ہے۔ جیسا کہ آیت اللہ جعفر سبحانی رقم طراز ہیں۔ " انّ قیادة الامّة لعلی بعد الرسول ﷺ و انّه یقوم مقامه فی کل ما یمت الیه سوی النبوة و نزول الوحی ولیه. کل ذلک بتنصیص من الرسول، و علی ذالک فالمقوّم للتشیّع و رکنه الرکین هو القول بالوصایة والقیادة بجمیع شوونها للامامؑ فالتشیّع هو الاعتقاد بذالک، و امّا ما سوی ذالک فلیس مقوّماً لمفهوم التشیّع ولا یدور علیه اطلاق الشیعة۔ (۴۳) بے شک وہ قوم جو رسول کے بعد علی کی قیادت کو تسلیم کرتی ہو۔ اور آپ کو رسول اللہ کا نبوت اور نزول وحی کے علاوہ ہر حوالے سے قائم مقام مانتی ہو۔ کیونکہ یہ تمام باتیں رسول خدا سے بالصریح ثابت ہیں، اس صورت میں تشیّع کی بنیاد اور اساس اس بات پر ہے کہ وصایت و قیادت کے تمام معاملات حضرت علی کیلئے ہیں اور یہی شیعہ کا عقیدہ ہے اور ان باتوں کے علاوہ شیعہ کسی اور کو نہیں کہا جا سکتا ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ شیعہ اپنے کلمہ میں اس کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: لا الٰه الّا الله محمد رسول الله علی ولی الله و صی رسول الله ۔ اللہ کے سواء

Presented by Ziaraat.Com

کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول اللہ کے وصی ہیں۔ یہی کلمہ مذہب شیعہ کی اساس اور بنیاد ہے۔

(1/10) فرقہ شیعہ اسماعیلیہ

مذہب اثنا عشریہ کے تعارف میں اس بات کا ذکر کیا گیا کہ حضرت جعفر صادق کے بعد شیعیت دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی۔ بعض شیعوں کا نظریہ تھا کہ حضرت جعفر صادق کے بڑے بیٹے اسماعیل ان کے جانشین تھے۔ حضرت جعفر صادق نے ان پر امامت کیلئے نص کی تھی۔ تیسری صدی کے آخری عشروں میں حضرت اسماعیل کی امامت کے قائل لوگوں کے نظریات منظر عام پر آئے تو یہیں سے یہ لوگ شیعہ اسماعیلی سے موسوم ہو گئے۔ اب یہ فرقہ صرف اسماعیلیہ ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ مذہب اسماعیلیہ عقیدہ امامت کے قائل ہونے کی بناء پر شیعیت کی ایک شاخ ہے۔ البتہ اصل نزاع صرف اس بات پر ہے کہ اسماعیلیوں کے نظریے کے مطابق حضرت اسماعیل حضرت جعفر صادق کے جانشین ہیں کیونکہ حضرت جعفر صادق نے آپ پر نص کی تھی جبکہ شیعہ اثنا عشری کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کا انتقال حضرت جعفر صادق کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت جعفر صادق نے مدینہ کے کئی اشخاص کو بلا کر اسماعیل کی موت کی تصدیق کرادی تھی۔ (۴۴) اس کے برعکس اسماعیلی حضرت اسماعیل کی موت کا ان کے والد کی حیات میں ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ”حضرت امام جعفر صادق نے حضرت اسماعیل پر نص کرنے کے بعد عباسی خلیفہ منصور کے ظالمانہ رویے کی وجہ سے انہیں خفیہ طور پر سلمیہ (شام میں ایک شہر کا نام ہے) بھیج دیا جہاں آپ نے نہایت خفیہ طور پر زندگی گزاری اور دعوت

Presented by Ziaraat.Com

کے کام کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ خفیہ زندگی گزارنے کی وجہ سے مکتوم کے لقب سے ملقب ہوئے اور یہیں سے اسماعیلی نظریہ کے مطابق ''دورستر'' کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق کے بعد حضرت امام اسماعیل اور ان کے جانشین اماموں نے عباسی خلفاء کے اہل بیت پر ظلم وستم کی وجہ سے نہایت ہی خفیہ طور پر زندگی بسر کی۔ اس لئے یہ دور اسماعیلی تاریخ میں ''دورستر'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دور حضرت اسماعیل سے شروع ہوتا ہے اور گیارہویں امام حضرت امام عبداللہ المہدی کے ظہور پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور میں سوائے بڑے بڑے داعیوں کے امام کی رہائش کا کسی کو علم نہ تھا۔'' (۴۵)

تسلسل امامت کے قائل اسماعیلی عروج وزوال سے گزرتے ہوئے ۲۹۷ھ میں شمالی افریقہ میں ایک اسماعیلی حکومت اور ریاست 'خلافت فاطمیہ' کے نام سے قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ قیام سلطنت فاطمیہ کے ۱۹۰ سال گزرنے کے بعد امامت کی صحیح جانشینی کے حوالے سے اسماعیلیت میں اختلافات شروع ہوئے اور آخرکار امام مستنصر کی وفات کے بعد ۴۸۸ھ میں متحدہ اسماعیلیہ دو حریف گروپوں میں تقسیم ہوگئی۔ امام مستنصر باللہ کے دو بیٹے احمد اور نزار دونوں نے امامت کا دعوی کیا تھا۔ ان ہی ناموں کی مناسبت سے یہ دونوں گروہ نزاریہ اور مستعالیہ کے ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت علی سے حضرت مستنصر باللہ تک ائمہ کی تعداد کے حوالے سے دونوں فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ البتہ مصداق امام میں بعض مواقع میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مستعالیہ حضرت علی بن ابی طالب کو اساس الائمہ کا درجہ دیتے ہیں اور امام اول حضرت حسن بن علی کو قرار

Presented by Ziaraat.Com

دیتے ہیں۔جبکہ نزاریہ حضرت علی بن ابی طالب کوامام اول سمجھتے ہیں، لیکن حضرت حسن کوامام مستودع قرار دے کر ائمہ کی فہرست میں آپ کوشامل نہیں کرتے ہیں۔

بہر حال دونوں فرقوں کے مطابق حضرت حسین بن علی دوسرے امام ہیں اوراس کے بعد اٹھارویں امام تک دونوں فرقے متفق ہیں۔اس کے بعد ائمہ کے مصادیق دو الگ الگ سلسلوں میں جاری رہتے ہیں۔دونوں فرقوں کی ائمہ اہل بیت کی فہرست درج ذیل ہے۔

نمبرشمار	نام امام	تاریخ ولادت	تاریخ متوفی	مدت امامت
۱۔	حضرت علی ابن ابی طالب	۳۰ عام الفیل	۴۰ھ	۲۹ سال
	(حضرت علی ابن ابی طالب فرقہ نزاریہ کے امام اول ہیں)			
۲۔	حضرت حسن بن علی	۳ھ	۴۴ھ	۱۰ سال
	(حضرت حسن بن علی فرقہ مستعالیہ کے امام اول ہیں)			
۳۔	حضرت حسین بن علی	۴ھ	۶۰ھ	۲۱ سال
۴۔	حضرت علی بن حسین	۳۸ھ	۹۴ھ	۳۳ سال
۵۔	حضرت محمد الباقر	۵۷ھ	۱۱۳ھ	۲۰ سال
۶۔	حضرت جعفر الصادق	۸۳ھ	۱۴۸ھ	۳۴ سال
۷۔	اسماعیل بن جعفر	۱۱۰ھ	---	----
۸۔	محمد بن اسماعیل	۱۳۲ھ	۱۹۷ھ	مختلف
	(حضرت محمد بن اسماعیل فرقہ قرامطہ کے آخری اور ساتویں امام ہیں)			
۹۔	عبداللہ بن محمد	۱۷۹ھ	۲۱۲ھ	۱۵ سال

Presented by Ziaraat.Com

۱۰۔	احمد بن عبداللہ التقی	۱۹۸ھ	۲۲۵ھ	۱۳سال
۱۱۔	حسین بن احمد الرضی	۲۱۲ھ	۲۶۱ھ	۳۶سال
۱۲۔	عبداللہ المہدی	۲۵۹ھ	۳۲۲ھ	۶۱سال
۱۳	ابوالقاسم محمد القائم بامراللہ	۲۸۰ھ	۳۳۴ھ	۱۱سال
۱۴۔	ابوطاہر اسماعیل المنصور باللہ	۳۰۳ھ	۳۴۱ھ	۷سال
۱۴۔	ابوتمیم معد المعزلدین اللہ	۳۱۹ھ	۳۶۵ھ	۲سال
۱۵۔	ابومنصور نزار العزیز اللہ	۳۴۴ھ	۳۸۶ھ	۲۱سال
۱۶۔	ابوعلی منصور الحاکم بامراللہ	۳۷۵ھ	۴۱۱ھ	۲۴سال

(حضرت حاکم بامراللہ فرقہ دروزیہ کے آخری امام ہیں)

۱۷۔	ابوالحسن علی الظاہر لاعزاز دین اللہ	۳۹۵ھ	۴۲۷ھ	۱۵سال
۱۸۔	ابوتمیم معد المستنصر باللہ	۴۲۰ھ	۴۸۷ھ	۶۰سال

اٹھارویں امام حضرت مستنصر باللہ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ اور اسماعیلیہ مستعالیہ کے آخری متفقہ امام ہیں۔آپ کے بعد آپ کے جانشین میں اختلاف پیدا ہوا،جس کے نتیجے میں شیعہ اسماعیلیہ مذکورہ دو حصوں میں منقسم ہوئے ہیں۔

فرقہ نزاریہ کے بقیہ ائمہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۹۔	نزار المصطفیٰ باللہ	۴۳۷ھ	۴۹۰ھ	۳سال
۲۰۔	علی الھادی	۴۷۰ھ	۵۳۰ھ	۴۰سال
۲۱۔	محمد المھتدی	۵۰۰ھ	۵۵۲ھ	۲۲سال
۲۲۔	حسن القاھر	۵۲۰ھ	۵۵۷ھ	۵سال

Presented by Ziaraat.Com

۲۳۔	الحسن علی ذکرہ السلام	۵۳۹ھ	۵۶۱ھ	۴سال
۲۴۔	آعلا محمد (نورالدین)	۵۵۳ھ	۶۰۷ھ	۴۶سال
۲۵۔	جلال الدین حسن	۵۷۲ھ	۶۱۸ھ	۱۱سال
۲۶۔	علاءالدین	۶۰۸ھ	۶۵۳ھ	۳۵سال
۲۷۔	رکن الدین خورشاہ	۶۲۹ھ	۶۵۴ھ	۱سال
۲۸۔	شمس الدین محمد	۶۳۳ھ	۷۱۰ھ	۵۶سال
۲۹۔	قاسم شاہ	۶۹۰ھ	۷۷۱ھ	۶۱سال
۳۰۔	اسلام شاہ	۷۴۵ھ	۸۲۷ھ	۵۶سال
۳۱۔	محمد بن اسلام شاہ	۷۷۲ھ	۸۶۸ھ	۴۱سال
۳۲۔	مستنصر باللہ دوم	۷۶۰ھ	۸۸۰ھ	۱۲سال
۳۳۔	محمود عبدالسلام شاہ	۸۱۴ھ	۸۹۹ھ	۱۹سال
۳۴۔	غریب مرزا	۸۱ھ	۹۰۲ھ	۳سال
۳۵۔	ابوذر علی	۸۴۲ھ	۹۱۵ھ	۱۳سال
۳۶۔	مرادمرزا	۸۶۸ھ	۹۲۰ھ	۵سال
۳۷۔	ذوالفقار علی	۸۸۶ھ	۹۲۲ھ	۲سال
۳۸۔	نورالدین شاہ علی	۸۹۳ھ	۹۵۷ھ	۳۵سال
۳۹۔	خلیل اللہ علی	۹۳۲ھ	۹۹۳ھ	۳۴سال
۴۰۔	شاہ نزار دوم	۹۷۲ھ	۱۰۳۸ھ	۴۵سال
۴۱۔	شاہ سید علی	۱۰۱۵ھ	۱۰۷۱ھ	۳۳سال

Presented by Ziaraat.Com

۴۲۔	حسن علی	۱۰۴۲ھ	۱۱۰۶ھ	۳۵سال
۴۳۔	قاسم علی	۱۰۹۰ھ	۱۱۴۳ھ	۳۵سال
۴۴۔	ابوالحسن علی	۱۱۱۵ھ	۱۱۹۴ھ	۵۰سال
۴۵۔	شاہ خلیل اللہ سوم	۱۱۵۳ھ	۱۲۳۳ھ	۳۷سال
۴۶۔	حسن علی شاہ آغا خان اول	۱۲۱۹ھ	۱۲۳۳ھ	۶۴سال
۴۷۔	علی شاہ آغا خان دوم	۱۲۴۶ھ	۱۳۰۲ھ	۴سال
۴۸۔	سلطان محمد شاہ آغا خان سوم	۱۲۹۴ھ	۱۳۷۴ھ	۷۲سال
۴۹۔	شاہ کریم الحسینی آغا خان چہارم	۱۳۵۳ھ	جاری	

(فرقہ مستعالیہ کے بقیہ ائمہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں)

فرقہ مستعالیہ کے بقیہ ائمہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۹۔	ابوالقاسم احمد بن معد المستعلی باللہ	۴۶۷ھ	۴۹۵ھ	۸سال
۲۰۔	ابوعلی منصور الامر باحکام اللہ	۴۹۰ھ	۵۲۴ھ	۲۹سال
۲۱۔	ابوالقاسم طیب	۵۲۴ھ	(حالت غیبت میں آپ کی نسل سے امامت جاری ہے)	

امام کی غیبت کے نظریہ میں شیعہ فرقوں میں اختلاف نہیں ہے لیکن غیبت کی تشریحات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک حضرت محمد بن حسن عسکری بارہویں امام کی حیثیت سے پردہ غیب میں ہیں، حالت غیبت میں زندہ ہیں اور بحکم خدا ظہور فرمائیں گے۔ اس سلسلے میں شیعہ اثنا عشریہ رسول اللہ سے متعدد احادیث کو نقل کرتے ہیں۔ جس کا مصداق حضرت محمد بن حسن عسکری کو قرار دیتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں اور خود حضرت محمد بن حسن عسکری نے اپنی غیبت صغریٰ کے خاتمہ پر ایک توقیع جاری کی، جس میں آپ نے اپنی غیبت صغریٰ کا خاتمہ اور غیبت کبریٰ کا اظہار فرمایا۔ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ کے نظریہ کے برعکس شیعہ مستعالیہ کے اکیسویں امام غیبت میں چلے گئے ہیں۔ یہ لوگ غیبت امام کے حوالے سے وارد شدہ احادیث کا مصداق حضرت طیب کو قرار دیتے ہیں البتہ حضرت طیب نے خود اپنی غیبت کی توضیح و تشریح پیش نہیں کی ہے۔ بہر حال طیبی مستعالیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت طیب دور ستر کے پہلے امام ہیں۔ جیسا کہ فرہاد دفتری رقم طراز ہیں۔

''طیبیــــون کا عقیدہ ہے کہ الطیّب زندہ تھے اور امامت ان کی نسل میں جاری رہی ہے اور ستر کے اس دور میں جس کا آغاز الطیّب کی غیبت سے ہوا نسلاً بعد نسلٍ باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہوتی آئی ہے۔'' (۴۶) پس مصداق و تشریحات میں اختلاف کے باوجود شیعہ اثنا عشریہ اور مستعالیہ دونوں غیبت کے عمومی مسئلے میں متفق ہیں اور اسی طرح حالت غیبت میں نائب امام کے وجود میں بھی عمومی طور پر اتفاق نظر آتا ہے، البتہ نائب امام کی خصوصیات اور شرائط میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام غیبت صغریٰ میں گئے تھے تو آپ کے چار نائبین تھے، جو آپ اور آپ کے ماننے والوں کے درمیان وسیلہ اور ذریعہ تھے، جنہیں نواب اربعہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح شیعہ مستعالیہ کے آخری (ظاہری) امام حضرت ابوالقاسم طیب جب ستر (غیبت) میں چلے گئے تھے تو یکے بعد دیگرے چار نائبین ایسے گذرے، جنہوں نے مصر میں دولت فاطمیہ کو باقی رکھا۔ ان چاروں میں آخری نائب امام حضرت عاضد پر خلافت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا۔ ڈاکٹر زاہد علی کے

Presented by Ziaraat.Com

مطابق ان چاروں میں پہلے اور آخری دونوں نے امام سے غداری کی۔ پہلا نائب امام جس کو حضرت امام آمر نے ''الحافظ لدین اللہ'' کا لقب بھی دیا تھا، یہ شخص حضرت طیب کے رشتے میں چچازاد بھائی بھی لگتے تھے اس کے باوجود انہوں نے سب سے پہلے حضرت طیب سے غداری کی، اہم بات یہ ہے کہ پہلے نائب حضرت حافظ کے دور میں وزیر ابوعلی احمد نے اسماعیلی مذہب کو موقوف کر کے مذہب اثنا عشریہ کو رائج کیا تھا اور شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام حضرت محمد بن حسن عسکری کی امامت کے سکّے جاری کیئے تھے۔ امام طیب کی غیبت پر چلے جانے کے ساتھ ہی آپ کے معتمد ساتھیوں نے فوراً مذہب اثنا عشریہ کو کیوں اختیار کیا اور پھر فوراً ہی مذہب اثنا عشریہ کو کیوں نافذ کیا؟ کیوں مذہب اثنا عشریہ کے بارہویں امام حضرت محمد مہدی کے نام سکّے جاری کیئے؟ جبکہ اس وقت مذہب اثنا عشری کی کوئی ایسی قابل ذکر شخصیت سرزمین مصر میں نہیں تھی اور نہ ہی ایسا کوئی پریشر گروپ موجود تھا۔ ایسی کوئی وجہ نہیں ملتی ہے کہ یہ کہا جاسکے کہ امام طیب کے داعیوں نے مجبور ہو کر امام طیب کی غیبت کے ساتھ مذہب اثنا عشری کو اختیار کیا ہے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عبداللہ شیعی اور اس کے بھائی عباس نے جس سلطنت کی بناء رکھی تھی، وہ مذہب اثنا عشریہ کے نظریات کے مطابق رکھی گئی تھی لیکن عبداللہ شیعی اور ان کے بھائی کے قتل اور مذہب اسماعیلیہ کے ائمہ کی امامت کے اجراء کے بعد مذہب اثنا عشریہ کے چیدہ چیدہ لوگوں نے اپنے کو تقیہ میں رکھا اور یہی لوگ رفتہ رفتہ فاطمی ریاست کے اہم عہدوں میں فائز رہے، بلکہ وزارت عظمیٰ کا عہدہ ان ہی کے پاس رہا۔ نزار اور مستعلی کی امامت میں تنازع اور پھر حضرت نزار کو امامت اور امارت فاطمیہ سے دور کرنے

Presented by Ziaraat.Com

میں جن لوگوں نے اہم کردارادا کیا تھا ممکن ہے کہ یہ لوگ در پردہ مذہب اثنا عشریہ کے طرفدار ہوں کیونکہ ایسا ہونا ممکنات میں سے تھا۔ کیوں ان ادوار میں ان دوطرف کے شیعوں میں مذہب پر عمل پیرا ہونے کے حوالے سے زیادہ اختلاف اور فرق نہیں پایا جاتا تھا۔ دونوں میں مذہبی اقدار میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی تھی۔ ان مماثلت میں فاطمین کی ریاست کے اہم عہدوں پر فائز شخصیات میں بعض کا شیعہ اثنا عشری ہونے سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ وجوہات کچھ بھی ہوں، یہ بات واضح ہے کہ جس وقت صلاح الدین ایوبی نے مصر میں خلافت فاطمیہ کا خاتمہ کیا، اس وقت مصر میں سرکاری طور شیعہ اثنا عشریہ مذہب رائج تھا۔ لہذا صلاح الدین ایوبی نے مصر سے مذہب شیعہ اسماعیلیہ کا نہیں بلکہ مذہب شیعہ اثنا عشریہ کا خاتمہ کیا ہے۔

(1/11) فرقہ شیعہ اسماعیلیہ مستعالیہ

مستعالیہ اور نزاریہ دو الگ الگ گروہوں میں تقسیم ہونے کے باوجود یکساں نظریات اور عقائد کے حامل تھے لیکن مرور زمانہ ان میں بہت زیادہ نظریاتی اختلافات پیدا ہوئے، جس کی وجہ سے اسماعیلیہ کے موجودہ ان دونوں گروہوں میں کسی حوالے سے بھی آپس میں اتحاد اور اتفاق نظر نہیں آتا ہے۔ اسماعیلیہ مستعالیہ ۵۲۴ھ میں امام الآمر کی وفات کے بعد امام کی صحیح جانشینی میں ایک دفعہ پھر حافظی اور طیّبی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ تقریباً ۵۶۷ھ میں حافظی اسماعیلی ختم ہوئے، جبکہ طیبی اسماعیلی امام طیب کی غیبت کے قائل ہوئے اور امام کے نائبین (جن کو یہ داعی مطلق کے ناموں سے پکارتے ہیں) سے اپنے آپ کو منسلک رکھا، لیکن دسویں صدی کے اواخر میں داعی کے منصب پر اختلافات پیدا ہوئے اور آخرکار ایک بار پھر

Presented by Ziaraat.Com

داؤدی اور سلیمانی ناموں سے دو ذیلی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ طیّبی داؤدی فرقہ پاکستان میں بوہرا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ سب کے سب اسماعیلی مستعالی طیّبی داؤدی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ اسلام کے ظواہرات پر سختی سے عمل پیرا رہتے ہیں۔ البتہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کے علاوہ جماعت خانہ بھی کہتے ہیں اور غیر بوہروں کو ان جماعت خانوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ جامعہ سیفیہ سورت انڈیا اور جامعہ سیفیہ کراچی پاکستان، یہ دو ہی بڑے دینی مدارس ہیں، جہاں پر رسمی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اداروں سے فارغ تحصیل طلباء پوری دنیا میں طیبی شیعوں کیلئے بطور مبلغ اور معلم دین کی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان کے موجودہ داعی حضرت محمد برہان الدین بن طاہر سیف الدین ہیں۔ یہ اپنے داعیوں کو منصوص کا درجہ دیتے ہیں اور تمام اجتہادی کاموں میں انھیں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ البتہ رسمی فقہی مسائل کیلئے مشہور فقہی کتاب 'دعائم الاسلام' [1] کو مستند مواد اور رسالہ عملیہ سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں بڑی تعداد میں اس فرقے کے ماننے والے بستے ہیں جبکہ ان کے برعکس سلیمانی نظریات کے حامل لوگ (قلیل تعداد میں) یمن میں دور حاضر میں بھی موجود ہیں۔ داعیوں کی قدرے تفصیل باب چہارم میں آئے گی۔

(1/12) فرقہ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ

نزاریہ فرقہ کے امام حضرت نزار کو مستعالیہ نے امام مستعال کے خلاف بغاوت کرنے کے جرم میں ۴۸۸ھ میں قتل کر دیا اور آپ کے مریدوں کو ملک بدر کیا

ا۔ دولت فاطمہ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) داعی قاضی نعمان نے تحریر کی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

گیا۔ یہ لوگ مختلف مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ایک بار پھر شمالی ایران میں ایک ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس ریاست کا بانی حسن صباح تھا۔ ۱۶۶ سال قائم رہنے کے بعد یہ ریاست مغلوں کی یلغار کی وجہ سے اختتام کو پہنچی۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ میں تحریر ہے۔ ''قلعہ الموت پر تاتاری قبضے سے اسماعیلی ریاست جو تقریباً ۱۷۱ سال پہلے قائم ہوئی تھی، ختم ہوئی۔ مغلوں کی بربریت اور اسماعیلی ریاست کی تباہی شیعہ نزاریوں کو تاریخ کے اوراق سے نہیں مٹا سکی۔ کیونکہ تاتاریوں کے قلعہ الموت پر حملے سے پہلے الموت کے آخری امام حضرت رکن الدین خورشاہ اپنے فرزند حضرت امام شمس الدین محمد کو ایران کے شہر آذربائیجان بھیج چکے تھے۔''
(۴۷) رکن الدین خورشاہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شمس الدین محمد ۶۵۵ھ میں مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ شمس الدین محمد کے تین فرزند قاسم شاہ، مؤمن شاہ اور کیا شاہ تھے۔ قاسم شاہ آپ کے جانشین امام ہوئے تو انہوں نے (بھائی) مومن شاہ کو شام میں دعوت کیلئے بھیجا تو مؤمن شاہ نے وہاں جا کر دعوت کا نظام بھی سنبھالا اور ساتھ ہی اپنی امامت کا دعویٰ کیا۔ امام قاسم شاہ نے ان کو امامت کے دعویٰ کرنے پر کوئی کاروائی کی ہو، اس حوالے سے کوئی مواد نہیں ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ امام قاسم شاہ نے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی ہو۔ حالات کے پیش نظر وہ اس پوزیشن میں ہی نہ ہوں کیونکہ اوّلاً تو وہ خود خفیہ زندگی گذار رہے تھے۔ وہ کس طرح ان کو امامت کا دعویٰ کرنے سے روکتے۔ دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مؤمن شاہ نے امام ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہو بلکہ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے انہیں امام سمجھا ہو۔ یہ اس لئے بھی ہوسکتا ہے کہ قاسم شاہ تقیہ میں ہونے کی وجہ سے امامت کا اعلان

Presented by Ziaraat.Com

نہیں کرر ہے تھے تو مؤمن شاہ نے بھی اس راز کو فاش نہ کیا ہو اور دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ بہر حال وجوہات کچھ بھی ہوں، شمس الدین کے بعد نزاری مسلک امامت کے مسئلے میں دوحصّوں میں تقسیم ہوگئی۔ مؤمن شاہ کو امام ماننے والے شیعہ نزاری محمد شاہی کہلائے۔ یعنی مؤمنیہ کے مطابق امامت مومن شاہ کی نسل میں چلی۔ جیسا کہ جعفر سبحانی لکھتے ہیں۔ ''النزارية المئومنية التی ذهبت الی امامة مؤمن بن محمد ثم توالت الامامة فی نسله عبر العصور الی ان انتقلت الی الامام محمد بن حیدر (الامیر الباقر) (۱۱۷۹ . ۱۲۱۰ھ) و هو اخر امام من اُسرة موئمن (۴۸). نزاریہ مؤمنیہ فرقہ میں امامت مومن بن محمد میں آگئی اور ایک عرصے کے بعد ان ہی کے خاندان کے (بائیسواں) امام محمد بن حیدر (لامیر الباقر) (۱۱۷۹۔ ۱۲۱۰ھ) کو امامت ملی'' جو ہندوستان کے شہر اورنگ آباد میں ستر میں چلے گئے۔ وہیں سے ان کا سلسلہ امامت منقطع ہوا اور تقریباً یہ فرقہ اب مفقود ہو چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس فرقے سے تعلق رکھنے والے اسماعیلی بہت ہی قلیل تعداد میں شام کے پہاڑی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

مومن شاہی فرقے کے مقابلے میں قاسم شاہی سلسلے والوں میں امامت تاحال چل رہی ہے اور یہ لوگ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں شیعہ اسماعیلیہ (آغا خانی) کے نام سے پائے جاتے ہیں۔ آغا خان اسماعیلیوں کے چھیالیسویں امام حسن علی شاہ کا لقب تھا، جو بادشاہ ایران کی طرف سے انہیں ملا تھا لیکن ۴۸ ویں امام نے اپنے پوتے شاہ کریم الحسینی پر امامت کیلئے نص کرتے وقت اس لقب کو

Presented by Ziaraat.Com

recognise بھی کیا تھا۔ ''ہم اپنے پوتے کریم جو ہمارے فرزند علی سلمان خان کے بیٹے ہیں۔ ان کو آغا خان کے لقب اور اپنے شیعہ اسماعیلی مریدوں کے امام اور پیر کی حیثیت سے جانشین بننے کے لئے نامزد کرتے ہیں۔'' (۴۹)

شاہ کریم الحسینی اسماعیلیہ نزاریہ کے موجودہ اور انچاسویں امام ہیں۔ موجودہ اسماعیلیت کو سمجھنے کیلئے امام شاہ کریم الحسینی کی ایک تقریر کا اقتباس بہت اہم ہے، جو انہوں نے ۹ جنوری ۱۹۸۳ء کو ملائیشیا اور سنگاپور میں اپنی مسند نشینی کے موقع پر پیش کی تھی۔ ''اسماعیلی مسلمانوں کی امامت کی میری مسند نشینی کی یہ ۲۵ ویں سالگرہ ہے۔ اگرچہ آپ میں سے کچھ لوگ میری جماعت کے متعلق اچھی طرح باخبر ہیں، لیکن جو منصب میں سنبھالے ہوئے ہوں، اس کے بارے میں چند الفاظ کہنا مناسب ہوگا۔ اسماعیلی شیعہ مسلمان ہیں۔ جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد مسلم امہ کی سربراہی کیلئے ان کے جانشین ان کے چچا زاد بھائی اور داماد حضرت علی تھے اور یہ سربراہی روحانی اور دنیاوی دونوں معاملات میں حضرت علی کے ذریعے نسل در نسل رسول ﷺ کے خاندان میں جاری رہنے والی تھی۔ آج ہم ان کے چند شیعہ فرقوں میں سے ایک ہے۔ جس کی رہنمائی ایک موروثی امام کرتے ہیں۔ میرے دادا ۴۸ ویں امام تھے۔ میں ۴۹ امام ہوں۔ اسماعیلی ۲۵ سے زیادہ ممالک میں رہتے ہیں۔ جن میں افغانستان، انڈیا، پاکستان، شام، برطانیہ، امریکہ کینیڈا، جنوب مغرب چین، اسٹریلیا، انڈونیشیا اور یقیناً ملیشیا اور سنگاپور شامل ہے۔ تقریباً ڈیڑھ کروڑ کی اس جماعت کا امام ہونے کی ذمہ داری کی وجہ سے میں ضرورت کے تحت تمام قسم کے سماجی مسائل کا ایک طالب علم بن گیا

Presented by Ziaraat.Com

ہوں۔ میں یہ زور دیکر کہنا چاہونگا کہ اسلام ایک ہمہ گیر دین ہے۔۔۔۔۔۔ میں ترقی پذیر اور ترقی یافتہ دنیا کے درمیان خلیج کو ختم کرنے میں مدد دینے کی توقع کی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ اعلیٰ تمنا امامت کیلئے خاص طور پر موزوں ہے۔"

مجموعی طور پر اسماعیلی نزاری اسلامی عقائد میں مسلمانوں سے اختلاف نہیں رکھتے ہیں۔ البتہ احکامات میں یہ کافی مختلف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ عقائد اور اعمال کی بجا آوری حاضر امام کے احکامات کے تناظر میں ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث کی حاضر امام کے روایات اور احکامات کے مطابق تشریح کرتے ہیں۔ کیونکہ اسماعیلیت کا مغز" دین کو امام حاضر کی تشریح کے مطابق سمجھنا ہے" یہی وجہ ہے کہ موجودہ نزاری اسماعیلی اسلام کے ظاہری احکام پر عمل امام کی تعبیر و تشریح کے مطابق کرتے ہیں۔ امام کے احکامات کے مطابق دین کی اصلیت، حقیقت اور روح اس کا باطن ہے۔ یا در ہے کہ اسماعیلیہ دین کے ظاہری احکام سے انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ باطنی احکام کی طرح ظاہری احکام کو بھی اہم سمجھتے ہیں۔ قدیم اسماعیلی کے تمام فرقے شریعت کے احکام پر اسی طرح (استنباطی اختلافات کے ساتھ) سے عمل کرتے تھے جیسے دیگر مسلمان عمل کرتے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وزیارات وغیرہ بجالاتے تھے۔ آج بھی بہت سارے احکامات دین پر اسی طرح ہی عمل کرتے ہیں جس میں نکاح، تجہیز و تکفین، دفن و کفن وغیرہ جیسے احکام شامل ہیں۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات (گلگت و چترال) کے اسماعیلیوں میں سے ایک بڑی تعداد دیگر مسلمانوں کی طرح شریعت کے احکامات پر ظاہری عمل کرتے ہیں۔ عقائد اسماعیلیہ (تمام شیعہ فرقوں میں مشترک) میں اہم اصول یہ ہیں کہ ائمہ کو منصوص من

Presented by Ziaraat.Com

اللہ سمجھنا ضروری ہے اور انہیں نسل حضرت علی سے ہی ہونا بھی ضروری ہے۔ امام پر نص کا ہونا لازمی ہے یعنی سابقہ امام اپنے قائم مقام کا تعین کرے۔ تسلسل امامت کا ہونا بھی ضروری ہے لیکن نزاریوں کے علاوہ دیگر تمام اسماعیلی فرقوں میں امامت کا سلسلہ رک گیا ہے، جیسے قرامطہ سات (7) ائمہ کو مانتے ہیں حضرت محمد بن اسماعیل کو قائم القیامہ سمجھتے ہیں۔ دروزی سولہ (16) ائمہ کو مانتے ہیں۔ حضرت حاکم بالامر اللہ کو قائم لقیامہ اور آخری امام سمجھتے ہیں۔ مستعالی اکیس (21) ائمہ کو مانتے ہیں۔ اکیسواں امام حضرت طیب کو امام غائب تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام شیعہ فرقوں کے نزدیک امامت بھائی سے بھائی کی طرف منتقل نہیں ہوتی ہے، سوائے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے۔

مذہب اسماعیلیہ کے عقائد کی توجیہات زمانے کے تقاضے کے مطابق ہوتی رہی ہیں اور یہ توجیہات زیادہ تر فلسفیانہ اور تاویلی ہوتی ہیں۔ موجودہ اسماعیلی بھی اپنے عقائد کو فلسفیانہ انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ایک عام انسان کو ان کے عقائد اور نظریات کو سمجھنا کافی دشوار ہے۔ امامت ان کے عقائد میں اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ شیعہ اسماعیلی دین کے اصول اور فروع کا ایک منظّم مجموعہ پیش کرتے ہیں، جنہیں سات ستون، دعائم الدین اور ارکان الدین کا نام دیا جاتا ہے اور اس مجموعہ کو حضرت جعفر صادق کی ایک حدیث کے مصداق قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ دعائم الاسلام کے مقدمہ میں تحریر ہے۔ "امام جعفر الصادق سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد سات ستونوں پر ہے۔ اوّل ولایت جو سب سے افضل ہے اور اسی ولایت ولی سے دوسرے تمام دعائم (ستون) کی

Presented by Ziaraat.Com

معرفت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ دوم طہارت، سوم نماز، چہارم زکوٰۃ، پنجم روزہ، ششم حج، ہفتم جہاد۔''(۵۰)

اصول دین اور فروع دین کی اس فہرست کو اکثر اسماعیلی مورخین نے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ کتاب ''اعلام الاسماعیلیہ'' میں تحریر ہے کہ دعائم الدین کل سات ہیں۔ طہارۃ، صلاۃ، زکاۃ، صوم، حج، جہاد اور ولایۃ۔ لیکن اصول دین کی یہ فہرست قدیم کتب میں پائی جاتی ہے، جنہیں موجودہ اسماعیلی مستعالی فرقہ من عن قبول کرتا ہے اور ان پر عمل پیرا بھی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اسماعیلی نزاریہ کے تیسویں امام کے یوم القیامہ کے اعلان اور اس کی فلسفیانہ توضیح کے بعد اب نزاری اسماعیلی شریعت اسلام کے احکامات پر دیگر مسلمانوں کی طرح عمل پیرا نہیں ہیں، جس کی وجہ سے اصول دین اور فروع دین کی مندرجہ بالا ترتیب کی جگہ میں فلسفیانہ تشریحات اصول اور فروع کی شکل میں نزاریوں کے پاس موجود ہے۔ اس حوالے سے علامہ نصیر الدین نصیر ہنزائی کی تالیفات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً ان کی کتاب ''سلسلہ نور امامت'' اس موضوع پر اہم ترین کتاب ہے۔ علاّمہ نصیر الدین ہنزائی دور حاضر کے مشہور اور معروف اسکالر ہونے کے علاوہ سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں چونکہ موصوف خود اسماعیلی نزاری ہیں، اس لئے ان کی کتابوں سے اسماعیلیت کو بہتر انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ موصوف نزاری مذہب کے موجودہ اصول دین اور فروع دین کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ ''اصول دین چار ہیں؛ عقل کل، نفس کل، ناطق اور اساس۔ ان میں سے دو اصل: عقل کل اور نفس کل روحانی ہیں۔ دو اصل ناطق اور اساس جسمانی ہیں۔۔۔۔ فروع دین چھ ہیں: جدّ

Presented by Ziaraat.Com

فتح، خیال، امام، حجت، داعی ان میں سے تین فرع: جد فتح اور خیال، روحانی ہیں۔ اور تین فرع: امام حجت اور داعی جسمانی ہیں۔ جدّ اسرافیل، فتح میکائیل اور خیال جبرائیل کے نام ہیں۔ امام سے مراد امامِ زمان، حجّت کا مطلب اٹھائیس حجتوں میں سب سے بڑا یعنی باب یا امام کا وہ فرزند جو لاحق نور ہو اور داعی سے مراد تین سو ساٹھ داعیوں میں سے وہ داعی ہے جو حجتِ اعظم کا لاحق ہو۔"(۵۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذہب اسماعیلیہ حضرت مستنصر باللہ کی رحلت کے بعد امامت کی صحیح شناخت پر دو فرقوں میں تقسیم ہوا اور اسماعیلیت نزاریہ اور مستعالیہ کے ناموں سے دو مختلف سمتوں میں آگے بڑھی۔ مرور زمانہ کے ساتھ ان دونوں حصوں میں بھی امامت کے موضوع پر فرقے وجود میں آئے لیکن یہ تمام فرقے اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکے اور ناپید ہوئے۔ اب اسماعیلی مذہب کے یہی دو گروہ نزاریہ اور مستعالیہ موجود ہیں۔

مجموعی طور پر مذہب اسمٰعیلیہ اسلامی عقائد میں مسلمانوں سے اختلاف نہیں رکھتا ہے۔ البتہ دیگر مسلمانوں کے برخلاف شریعت کے واضح احکام اور نصوص میں تاویلات کا قائل ہے۔ جس کی وجہ سے شرعی احکام کی بجا آوری کے طریقہ کار میں یہ مذہب مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مختلف ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جات

(۱) لوئس معلوف، المنجد، ص ۴۲۳، بحوالہ اللسان العرب، کلمہ شیعہ، قاموس المحیط مادّۂ تشیع

(۲) مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج ۱، ص ۶۹، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، جولائی ۲۰۰۵

(۳) طباطبائی، محمد حسین، الشیعہ فی الاسلام، ج ۱۷، ص ۱۴۷، موسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۹۳ھ، قم

(۴) سبحانی، جعفر، المذاہب الاسلامیہ، ص ۱۴۵، طباعۃ ۱۴۲۳ھ، موسسہ امام صادق، قم، ایران

(۵) شیخ مفید محمد بن النعمان، اوائل المقالات، ص ۴۲، المؤتمر العالمی الالفیۃ المفید مہر، الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۶) الشیعہ فی الاسلام، ص ۳۳،

(۷) جواد مغنیہ، الشیعہ فی المیزان، ص ۱۵، نشر دار لتعارف للمطبوعات، سال نشر ۱۳۹۹ھ بیروت، لبنان

(۸) القرآن، سورہ الشوریٰ ۴۲، آیت نمبر ۲۳

(۹) حنبل، احمد، مسند احمد بن حنبل، جلد ۶ ص ۲۹۲ مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ۔

(۱۰) القرآن، سورہ الصفات ۳۷: آیت ۸۳

Presented by Ziaraat.Com

(۱۱) الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک، أبوعیسی، سنن الترمذی، عدد الأجزاء:۵،ص۳۳۱،مصدر الکتاب: موقع وزارۃ الأوقاف المصریۃ، http,www//islamic-council.com

(۱۲) الشیعہ فی المیزان،ص۱۵،

(۱۳) امین مصری، احمد، فجر الاسلام،ص۳۳۳،فصل دوم، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۳ء

(۱۴) نوبختی، ابی محمد الحسن بن موسی، فرق الشیعہ،ص۱۵،مطبعۃ الحیدریۃ، نجف،۱۹۶۹م

(۱۵) شہرستانی، ابی الفتح محمد بن عبدالکریم، الملل والنحل،ص ۱۵، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر،۱۳۹۵ھ،بیروت، لبنان

(۱۶) جوادمغنیہ، الشیع والتشیع،ص۲۳، نشر دار لتعارف للمطبوعات، سال نشر ۱۳۹۹ھ بیروت، لبنان

(۱۷) دفتری، اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ ص۴۷،

(۱۸) صبحی، دکتور احمد محمود، نظرۃ الامامۃ لدی الشیعۃ الاثنی عشریہ،ص۳۱، دار النطفۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر بیروت،۱۴۱۱ھ

(۱۹) غزالی، ابو حامد، فضائح الباطنیہ،ص۳۷، تحقیق عبدالرحمٰن بدوی، ناشر الدار القومیۃ للطباعۃ والنشر القاہرہ،۱۳۸۳ھ

نوٹ: ابوحمزہ کی کتاب ''فضائح الباطنیہ'' جوالمستظہری سے بھی پہچانی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب عباسی خلیفہ المستظہر باللہ کے حکم پر امام غزالی نے

Presented by Ziaraat.Com

اسماعیلیت کے ابطال میں تحریر کی تھی، اس کے کل دس ابواب ہیں، باب نمبر۴ میں اسماعیلی مذہب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے جبکہ باب نمبر۵ میں اسماعیلی تاویلات کے ابطال پر اپنے نظریات کے حق میں دلائل دیئے ہیں، باب نمبر۷ میں اثبات امامت پر نص کی دلیل کو باطل قرار دے کر اس پر تفصیلی بحث پیش کی ہے۔

(۲۰) محسن الامین السید، اعیان الشیعہ، ص۳۳، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ۱۴۰۶ھ، بحوالہ، خطط مقریزی

(۲۱) اعیان الشیعہ، ص۳۳

(۲۲) القرآن، سورہ النساء، آیت ۱۷۱

(۲۳) صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بابویہ، اعتقادات، ص ۹۶، ناشر البلاغ المبین، تاریخ طبع جنوری ۲۰۰۶ء، اسلام آباد

(۲۴) رے شہری، محمد محمدی، اہل بیت قرآن وسنت کی روشنی میں، ص۵۷۳ و ۵۸۳، مترجم ذیشان حیدر جوادی، موسسہ امام المنتظر چاپ ۱۳۸۲، قم خیابان انقلاب ایران، بحوالہ خصال ۶۱۴/۱۰۔

(۲۵) اعتقادات، ص۱۰۲،

(۲۶) مہدی البشیوائی، سیرۃ الائمۃ، ص۵۳۵، ۵۳۷، المطبعۃ موسسۃ الامام الصادق، ۱۴۲۵ھ ق/ ۱۳۸۳ھ ش، بحوالہ: اختیار معرفۃ الرجال ۵۱۹: الحدیث ۹۹۷، وسائل الشیعہ، ۱۸/۵۵۴۔

(۲۷) بغدادی، عبد القاہر بن طاہر، الفَرقُ بین الفِرَق، ص ۲۱۵، دار

Presented by Ziaraat.Com

المعرفة بیروت، لبنان 2003ء

(۲۸) طٰہٰ، ڈاکٹر حسین، حضرت عثمان تاریخ اور سیاست کی روشنی میں' صفحہ۱۴۴، مترجم علامہ عبد الحمید نعمانی، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، طبع ششم فروری۱۹۸۹ء

(۲۹) حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں' ص۱۰۲، ج۱

(۳۰) عبداللہ بن سبا، جلد اول، ص۳۶، مترجم سید قلبی حسین رضوی، سال طبع صفر ۱۴۲۷ھ، مجمع جہانی اہل بیت، قم

(۳۱) حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں' ص۱۰۴

(۳۲) حضرت عثمان تاریخ اور سیاست کی روشنی میں، ص۱۰۰و۱۴۴،

(۳۳) عبداللہ بن سبا، جلد اول، ص۱۲

(۳۴) عبداللہ بن سبا، جلد اول، ص۹۸، ۹۹، ۱۰۰، جلد۱،

(۳۵) عبداللہ بن سبا، ص۹۲، جلد۱،

(۳۶) طوسی، شیخ الطائفہ ابی جعفر، تعلیقۃ اختیار معرفۃ الرجال، ج۲، ص۳۲۴، نشر موسسہ آل البیت قم تاریخ الطبع ۱۴۰۴

(۳۷) تعلیقۃ الاختیار معرفۃ الرجال، ج۲ص۳۲۴

(۳۸) الفَرقُ بین الفِرَق، ص ۴۶،

(۳۹) قزوینی، سید امیر محمد کاظمی، الشیعۃ فی احکامھم وعقائدھم، ص۲۲، جامعۃ التعلیمات الاسلامیۃ کراتشی، ۱۴۰۷ھ

(۴۰) علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج۵۳، ص۱۸۱، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، لبنان

Presented by Ziaraat.Com

(۴۱) لجنة التاليف، اعلام الهداية ، الامام الحسن ، ج ١١ ، الفصل الاوّل، ص ١٦٨ ، مركز الطباعة و النشر للمجمع العامى لاهل البيت، الطبعة الثالثة ١٤٢٧ ، ٥ ق، بحواله بحوالہ الکافی: ۱/۵۴۱ ح ۱۰ و ۷/۴۱۲ ح ۵، والتھذیب۔ ۶/۲۱۸ ح ۵۱۴ و ۳۰۱ ح ۸۴۵ وعنھما فی وسائل الشیعۃ: ۲۷/۱۳۶ ج ۱، ب ۱۱۔

(۴۲) الشیعۃ فی عقائدھم واحکامھم، ص ۸۴، بحوالہ تفسیر الامام العسکری: ۱۴۱ ع عنہ فی الاحتجاج: ۲/۲۶۳

(۴۳) سبحانی، جعفر، بحوث فی الملل والنحل، ص ۹، ۱۰ جلد ۶، موسسہ امام جعفر صادق، قم، ایران، ۱۴۱۸ھ، ق۔

(۴۴) طباطبائی، محمد حسین، پاسدرانِ اسلام، ص ۱۰۶، مترجم محمد فضل حق، جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان، تاریخ ندارد۔

(۴۵) دیدار علی، اسماعیلی تاریخ، ص ۸۳، شیعہ امامیہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن گارڈن ایسٹ کراچی۔

(۴۶) دفتری، ڈاکٹر فرہاد، اسماعیلی تاریخ وعقائد، ص ۲۹۰، مترجم ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب، نظر ثانی شیخ محمد اقبال، اقبال برادرز پبلشرز پاکستان چوک، کراچی

(۴۷) اسمٰعیلی تاریخ، ج ۳، ص ۶۶

(۴۸) المذاہب الاسلامیہ، ص ۲۶۲، موسسہ امام صادق، قم، ایران، ۱۴۲۳ھ

(۴۹) مسز زواہر موئر، تاریخ ائمہ اسماعیلہ، ج ۴، ص ۱۶۳، شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجس ایجوکیشن بورڈ گارڈن ایسٹ کراچی، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

Presented by Ziaraat.Com

(۵۰) قاضی النعمان، ابوحنیفہ بن محمد الفاطمی متوفی ۳۶۳ھ، دعائم الاسلام، ج۱، ص۳، مترجم یونس شکیب مبارکپوری، شائع کردہ ادارہ ادبیات فاطمی بدری روڈ سورت نمبر۲،، دستیاب ITREB لائبریری کراچی۔

(۵۱) ہنزائی، نصیر الدین، سلسلہ نور امامت، ص۳۲ تا ۳۵، خانہ حکمت، اے نور ویلا، ۲۶۹ گارڈن ویسٹ، کراچی۔

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی آیات مع ترجمہ

(۱) قل لا اسئلکم علیہ اجراً الّا المودّۃ فی القربیٰ. (۸)
اے نبی! اِن لوگوں سے کہہ دو کہ "میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، البتہ میرے قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔

(۲) و انّ من شیعتہ لَابرَاھیم. (۱۰) اور بے شک حضرت ابرہیمؑ، حضرت نوحؑ کے شیعوں میں سے تھے۔

(۳) یَا أَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوا فِی دِینِکُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَی اللَّہِ اِلَّا الْحَقَّ ..... (۲۲)
اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی احادیث مع ترجمہ

(۱) ''أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا أَنَّهُ لاَ نُبُوَّةَ بَعْدِی۔
کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارون کا موسیٰ سے تھا سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' (۱۱)

(۲) غالی کافر ہیں اور تفویض کرنے والے مشرک ہیں۔ (۲۴)

(۳) کذب ابن جسکه علیه لعنة الله ۔ ابن جسکہ نے جھوٹ بولا ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہے (۲۶)

(۴) و امّا الحوادث الواقیه فارجعوا فیها الیٰ رواةِ حدیثنَا فَانّهم حجتِی علیکم و انا حجّة الله علیهِم ۔ پیش آنے والے حوادث (واقعات) میں ان کی طرف رجوع کرو جو ہماری جانب سے تم پر حجت ہیں اور ہم خدا کی جانب سے ان پر حجت ہیں۔ (۴۰)

(۵) ینظر من کان منکم ممن قد رویٰ حدیثنا فی حلالنا و حرامنا و عرف احکامنا، فلیرضوا به حکماً فانی قد جعلته علیکم حاکماً، فاذا حکم بحکمنا فلم یقبل منه، فانما استخفّ بحکم الله و علینا ردّ، و الرادّ علینا رادّ علی الله و هو علی حدّ الشرک بالله. تم لوگوں میں یہ دیکھا جائے گا کہ

Presented by Ziaraat.Com

جو ہماری حدیثوں کو بیان کرتا ہے، حلال وحرام میں ہمارے احکام بتاتا ہے، پس تم لوگوں کو اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔ بے شک میں نے اس کو تمہارے اوپر حاکم مقرر کیا ہے۔ اگر وہ ہمارے حکم کے مطابق حکم کرے اور اس کو نہ سنا جائے پس یہ اللہ اور ہمارے حکم نہ ماننے اور ہم سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔ جو ہم سے منہ موڑتا ہے، وہ اللہ سے منہ موڑتا ہے اور اللہ سے شرک کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ (۴۱)

(۶) **فاما من كان من الفقهاء صائناً لنفسه حافظاً لدينيه مخالفاً لهواه مطيعاً لامر مولاه فللعوام ان يقلّدوه وذلك لا يكون الا بعض فقهاء الشيعه لا جمعيهم** ۔ فقہاء میں سے جو اپنے نفسوں کو بچانے والا ہو، (متقی و پرہیزگار ہو)، دین خدا کے حدود کا محافظ ہو، خواہشات نفسانی کی مخالفت کرے اور خدائی احکام واوامر کی پابندی کرے تو عوام پر واجب ہے کہ اس کی تقلید کریں اور یہ صفات فقط ہمارے بعض پیروکار فقہاء میں ہیں نہ کہ سب فقہاء میں۔ (۴۲)

(۷) ہم اپنے پوتے کریم جو ہمارے فرزند علی سلمان خان کے بیٹے ہیں۔ ان کو آغا خان کے لقب اور اپنے شیعہ اسماعیلی مریدوں کے امام اور پیر کی حیثیت سے جانشین بننے کے لئے نامزد کرتے ہیں۔ (۴۹)

Presented by Ziaraat.Com

باب دوم

(2) عقیدہ امامت کا اجمالی جائزہ

باب اول میں شیعیت کی ابتداء اور تاریخ کا جائزہ پیش کیا گیا۔اس باب میں امام کے معنی اور مفہوم پر گفتگو کی گئی ہے نیز قرآن واحادیث کے تناظر میں امام کی شرعی حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے۔

امام عربی زبان کا لفظ ہے۔معروف ماہر لغت لویس معروف نے اس کے چار معنی بیان کئے ہیں۔" **الامام من يقتدى به ، الخيط يمد على البناء ليبنى مستقيماً ، ما يمثل عليه المثال، الطريق الواضح.** امام وہ ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جائے، وہ رسی جو سیدھے راستے کی علامت ہے، جس پر مثال قائم کی جاسکے، نمونہ یا صراط مستقیم۔ (۱)

ڈاکٹر شریعتی کے مطابق "امام برتر انسانی خصوصیات کا حامل ہے تا کہ وہ انسان کیلئے نمونہ عمل اور اس کا رہبر و رہنما بنے اور بنتا ہے اور اس مفہوم میں امام ، ایک "اسوہ" ایک "نمونہ" ایک "شہید" ایک "مظہر" ایک "علمی مثال" اور مکتب کا ایک عینی تجسم ہے۔"(۲) یوں لغت میں امام کے متعدد معنی ہدف، مقدّم، رسی جو سیدھے راستے کی علامت ہو، شہید، مظہر، پیشوا، فرمانبردار، نمونہ، راہ، کتاب، مقتداء، مقصد، مآخذ، رہبر، اور صراط مستقیم کے بیان ہوئے ہیں۔ان معنی میں سب سے مشہور معنی پیشوا اور رہبر کے ہیں۔لفظی اعتبار سے رہنمائی اور پیشوائی کرنے والے کو امام کہا گیا ہے اور اس عمومی معنی میں امامت رہبریت کا دوسرا نام ہے اور اس رہبریت کیلئے کسی طرح کی شرط اور قید بھی نہیں ہے۔اس لئے دنیاوی زندگی کے

Presented by Ziaraat.Com

تمام شعبوں میں رہبریت کو ہی امامت کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھانے والے کو بھی امام کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کو رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی لئے ہر شعبہ زندگی میں امام کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں۔

لغوی اعتبار سے امام کے معنی اور مفہوم کو واضح ہونے کے بعد امام کی شرعی حیثیت پر بحث پیش کی جاتی ہے۔ شریعت محمدی میں امام سے مراد ایک ایسا شخص جو حضرت محمد ﷺ کے بعد امّت کی پیشوائی اور رہبری کرے، امام کہلاتا ہے۔ علامہ مجلسی [1] امام کی اصطلاح کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ''علم کلام میں امام سے مراد وہ شخص ہے، جو خدا کی جانب سے جناب رسول خدا ﷺ کی خلافت و نیابت کے لئے معین ہوا ہو۔'' (۳) اسی طرح شیخ مفید امام کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ ''امام کسی است که در کارهای دینی ودنیوی جانشین پیغمبر بوده و ریاست عامه داشته باشد۔ امام وہ ہے جو دینی اور دنیاوی دونوں امور میں پیغمبر اکرمؐ کا جانشین ہو اور حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہو۔'' (۴) لیکن اس فرق کے ساتھ کہ رسول ختم الرسل ﷺ شارع اسلام ہیں جبکہ امام شارع اسلام نہیں ہے، بلکہ امام تنفیذ اسلام کے لئے منصوص ہوا ہے تاکہ رحلت نبوی کے بعد معاشرہ اسلام کے سنہرے اصولوں پر گامزن رہے اور اسلام کے زیر سایہ ایک کتاب اور ایک رہبر کی ہدایات کے مطابق اسلامی معاشرہ قائم رہ سکے۔ جس طرح سے معاشرہ کی اقدار کو قائم رکھنے کیلئے ہدایت کار کی

۱۔ حیات القلوب کا اردو ترجمہ اثبات امامت کے نام سے کیا گیا ہے

Presented by Ziaraat.Com

ضرورت سے انکار ممکن نہیں، اسی طرح امّت محمدی کی پیشوائی اور رہنمائی کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس رہنمائی اور پیشوائی کرنے والے کو امام، خلیفہ، امیر، ولی وغیرہ کی اصطلاحات سے پکارا جاتا ہے۔ عام طور پر شیعہ حضرت محمد ﷺ کے نائب کو امام جبکہ اہل سنت خلیفہ کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں۔ خلیفہ سے مراد حضرت محمد کے بعد آپ ﷺ کے خلف (پیچھے) آپ کا قائم مقام ہے۔ اسی طرح امام کا بھی تقریباً یہی مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد امّت کی رہنمائی اور پیشوائی کرنے والا آپ کا جانشین امام کہلاتا ہے۔ البتہ بعض اہل سنت علماء کے نزدیک امامت اور خلافت دونوں اصطلاحات الگ الگ مفہوم کی حامل ہیں کیونکہ رسول اللہ دو حیثیتوں یعنی روحانی اور دنیوی حوالے سے حاکم اعلیٰ تھے۔ رحلت کے بعد ائمہ معصومین آپ ﷺ کے روحانی نائبین امام کہلائے اور خلفاء راشدین دنیاوی اور سیاسی نائبین بنے اور خلفاء کہلائے۔ اس تقسیم کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ''حضور نبی اکرم ﷺ کی وراثت کے حاملین تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے آپ ﷺ سے حکمت و عصمت اور طہارت باطنی کا فیض حاصل کیا وہ آپ ﷺ کے اہل بیت اور خواص ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے آپ ﷺ سے حفظ تلقین اور رشد و ہدایت سے متصف قطبیتِ ظاہری کا فیض حاصل کیا، وہ آپ ﷺ کے کبار صحابہ کرام ہیں۔ جیسے خلفاء اربعہ اور عشرہ مبشرہ۔ تیسرا طبقہ وہ ہے، جنہوں نے انفرادی عنایات اور تقویٰ کا فیض حاصل کیا۔ یہ وہ اصحاب ہیں جو احسان کے وصف سے متصف ہوئے۔ جیسے حضرت اَنس، حضرت ابو ہریرہ اور ان کے علاوہ دیگر متاخرین۔ یہ تینوں

Presented by Ziaraat.Com

مدارج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال رسالت سے جاری ہوئے۔ (۵) اس نظریہ کو ڈاکٹر شریعتی نے یوں پیش کیا ہے۔ ''امامت اور خلافت کے عہدوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی ہے۔ اس معنی میں کہ امامت رسالت پیغمبر کی الٰہی وراثت اور معنوی صورت ہے اور خلافت پیغمبر کی اس دنیا کی حکومت سے وابستہ وراثت اور سیاسی جانشینی ہے اور یہ سماجی پہلو کی حامل ہے یعنی چونکہ پیغمبر نبوت اور حکومت کے دو مناصب کے حامل ہیں، اس لئے ان کی رسالت دو الگ رشتوں میں آگے بڑھتی ہے۔ ایک خلافت اور دوسری امامت۔ اہلسنت کے بہت سے منصف اور معتدل حضرات اس نظریہ کے معتقد ہیں اور بعض صاحب نظر شیعہ معاصرین نے بھی یہی بات کہی ہے۔'' (٦)

دور حاضر میں اہل سنت کے بریلوی فرقہ کی اکثریت اسی مفہوم کی امامت اور خلافت کی قائل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ اسماعیل شہید وغیرہ کے نظریات بھی تقریباً اسی طرح کے تھے اور اسی طرح پاکستان کے مشہور سنی عالم دین ڈاکٹر محمد طاہر القادری [۱] تحریر کرتے ہیں۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ سے تین طرح کی وراثتیں جاری ہوئیں۔ خلافت باطنی کی روحانی وراثت، خلافت ظاہری کی سیاسی وراثت، خلافت دینی کی عمومی وراثت۔'' (۷)

ہمارے نزدیک مذکورہ بالا نظریہ دین اور سیاست کی جدائی کے ممکنات کو

۱۔ ڈاکٹر صاحب نے ائمہ معصومین کی ولایت پر دو کتابیں ''السیف الجلی علی منکرِ ولایتِ علیؑ'' اور ''القول المعتبر فی امام المنتظر'' بھی تحریر کی ہیں

Presented by Ziaraat.Com

ظاہر کرتا ہے۔ امامت اور خلافت کا الگ الگ مفہوم سمجھنا دراصل سیاست کو اسلام سے الگ سمجھنا ہے۔ سیاست سے دین کو الگ سمجھنا ایک قدیم نظریہ ہے۔ اسلام سے وابستہ بہت سے لوگ اس نظریے کے قائل ہیں لیکن مسلمانوں کی اکثریت دین کو سیاست سے الگ تصور نہیں کرتی ہے۔ ان کے نزدیک دین اور سیاست کو الگ سمجھنا ایک مسیحی تعبیر ہے نا کہ اسلامی۔ کیونکہ نبوت اور امامت کے زمرے میں امارت اور حکومت بھی شامل ہے۔ شیعہ امام کو رسول اللہ کے صرف معنوی جانشین نہیں مانتے بلکہ جانشین مطلق تصور کرتے ہیں اور امام کو دین و دنیا دونوں کیلئے اپنا امام تصور کرتے ہیں۔ "محمد ﷺ دنیوی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے حاکم اعلیٰ تھے۔ ان کے خلیفہ یا جانشین کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ دونوں حیثیتوں سے ان کا جانشین ہو، اس کو امیر المومنین بھی ہونا تھا۔ یعنی مومنین کا قائد اور امام المسلمین بھی ہونا تھا یعنی معتقدین کا روحانی پیشوا۔ لاطینی مغرب کی ایک مثال سے یہ بات غالباً زیادہ واضح ہو سکے گی۔ وہ پاپائے اعظم بھی ہوگا اور امپریٹر یعنی دنیوی حکمران بھی۔" (۸)

ان دونوں حیثیتوں کو عملاً آپ ﷺ اور ائمہ اہل بیت کی حیات طیبہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ البتہ ائمہ کی حیات طیبہ میں ایسے واقعات بھی نظر آتے ہیں، جس میں ائمہ امارت و حکومت کے مناصب کی تحقیر کرتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ حضرت علی کے خطبہ شقشقیہ[۱] میں کیا جا سکتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب حضرت عباس سے کہتے ہیں۔ "واللہ ما کانت لی فی الخلافة رغبه و لا فی الولایة اربه. خدا کی قسم مجھے خلافت کا کوئی شوق نہیں اور نہ ہی ولایت کی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۳

Presented by Ziaraat.Com

خواہش ہے۔''(۹) یوں ائمہ معصومین بعض اوقات خود حکومت اور امارت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بعض دفعہ حکومت اور امارت کی تحقیر کرتے ہوئے۔ یہ دو متناقص مفاہیم ہیں، جن کو بہتر انداز میں سمجھنے کیلئے ڈاکٹر شریعتی کی کتاب ''امت اور امامت'' اور محمد باقر مجلسی کی کتاب ''اثبات امامت'' کی تیسری جلد کا مطالعہ لازمی ہے۔ اجمالی طور پر اس مفہوم کو حضرت علی کی سیرت میں یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ ''میں خود فرمانروائی کے عشق، طاقت کی ہوس اور خلافت کیلئے منصب طلبی کو ایک دمڑی کی حیثیت نہیں دیتا اور میرے نزدیک یہ عہدہ بکری کی بہتی ناک کے پانی سے بھی زیادہ نا قابل اعتنا ہے اور یہ جو تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس کی طلب میں کوشاں تھا اور اب اسے منظور کر رہا ہوں تو یہ اس عہد کی بنا پر ہے جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پوری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون اور قرار سے نہ بیٹھیں۔ میرا ہدف خلیفہ بننا نہیں بلکہ خلافت میرے لئے وسیلہ ہے تا کہ میں مظلوم کی دادرسی کروں۔''(۱۰)

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ امام اور خلیفہ لفظی اختلاف کے سواء کچھ نہیں، ورنہ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ جس طرح نبی امت کیلئے نمونہ عمل اور رہبر ہوتا ہے، اسی طرح امام بھی امت کیلئے رہبر اور نمونہ عمل ہوتا ہے۔ ابن خلدون کے مطابق ''خلافت دراصل اس کا نام ہے کہ دین کی حفاظت و غور پرداخت اور سیاست دنیا میں شارع علیہ السلام کی ٹھیک جانشینی و نیابت انجام دی جائے۔ اس کا نام خلافت بھی ہے اور امامت بھی اور قائم اور نائب کو خلیفہ بھی کہتے ہیں اور امام بھی۔'' (۱۱)

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ نبی آخر الزمان کے بعد امّت کی سیادت اور قیادت

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کا حق صرف اور صرف ایسے شخص کو حاصل ہے، جو سیاست دینی و دنیاوی میں انسانوں کی راہنمائی کرے۔ اس شخص کو خلیفہ اور امام کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں نبی کے قائم مقام کا تعین کرنے کا حق انسانوں کو حاصل نہیں کیونکہ امامت اور خلافت نبوت کے مقاصد کو جاری اور ساری رکھنے کا نام ہے اور الٰہی احکامات کی تنفیذ کرنے کی ذمہ داری امامت کے وظائف میں شامل ہے۔ یہی وہ اسباب نظر آتے ہیں، جن کی بناء پر بعض نبیوں کو نبوت اور رسالت کے بعد امامت کا مقام عطا ہوا ہے۔ یوں امامت کا درجہ نبوت اور رسالت کے بعد اور آخری ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ شیعہ نظریے کے مطابق امام نہ نبی ہوتا ہے اور نہ رسول۔ شیعہ نقطہ نگاہ سے امام کو نبی اور رسول تصور کرنا کفر ہے اور جو کوئی ایسا عقیدہ رکھے گا خدا کی اس پر لعنت ہے۔ حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ''جس نے ہمیں نبی قرار دیا اس پر خدا کی لعنت ہے اور جس نے اس مسئلہ میں شک کیا اس پر بھی خدا کی لعنت ہے۔'' (۱۲) امام دراصل پیغمبر کا جانشین ہوتا ہے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ پیغمبر ﷺ مکتب و مذہب کا بانی ہوتا ہے اور امام اس مکتب و مذہب کا محافظ و نگہبان ہوتا ہے، پیغمبر ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن امام پر وحی نہیں ہوتی۔ شیعوں کے نظریہ کے مطابق ''ائمہ کے متعلق وحی کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔'' (۱۳) البتہ کمالات و شرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام میں کوئی خاص فرق نہیں، سوائے یہ کہ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ لہذا نبی اور رسول کی اصطلاح کا اطلاق آپ ﷺ کے بعد کسی شخص پر نہیں ہوسکتا ہے۔ اس بات کو آپ ﷺ نے حضرت علی کی امامت کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ '' کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مقام

Presented by Ziaraat.Com

مجھ سے ایسا نہیں ہے جیسے ہارون کا موسیٰ سے تھا سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (۱۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبوت کے بعد رسالت پھر امامت کا اعلیٰ درجہ ملتا ہے۔ یہی وجہ کہ حضرت ابراہیم نبی بنے پھر رسالت عطا کی گئی، اس کے بعد امامت کے درجے پر فائز کئے گئے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ نبی اور رسول بنے اور اشرف المخلوقات بنے۔ اپنی زندگی میں قوم کی سیادت اور قیادت کرتے ہوئے کائنات میں احکامات الٰہی کی تنفیذ کرتے ہوئے امام و رسول بنے اور اس دار فانی سے رخصت ہونے سے پہلے امامت کے اس اعلیٰ ترین عہدہ کو حضرت علی کے حوالے کیا۔ اسی لئے شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی آپ ﷺ کے بعد کائنات میں سب سے افضل اور عظیم ترین انسان ہیں۔

اسلامی نکتہ نگاہ سے خلیفہ اور امام کی اصطلاحات حضرت محمد ﷺ کے نائب کیلئے مخصوص ہیں۔ ان اصطلاحات کے علاوہ وصی، ولی، وزیر، امیر کی اصطلاحات بھی حضرت محمد ﷺ کے جانشین کیلئے استعمال کی گئی ہیں۔ خود پیغمبر خداؐ نے اپنے جانشین کے لئے ان اصطلاحات کو واقعہ ذی العشیرہ کے موقعہ پر فرمایا تھا" اے بنی عبد المطلب؛ میری اطاعت کرو تو تم سب زمین ۔۔۔۔۔۔" میں یقین سے کہتا ہوں کہ اب تک پروردگار عالم نے دنیا میں جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان میں سے ہر ایک کیلئے وصی اور وزیر، وارث اور ولی مقرر فرمایا تھا تو آج تم میں کون ایسا جوان مرد ہے جو میرا وصی، وارث، ولی اور میرا وزیر بنے گا۔" (۱۵)

مذکورہ بالا اصطلاحات میں سے امیر اور ولی کی اصطلاحات قرآن اور

Presented by Ziaraat.Com

حدیث میں سب سے زیادہ استعمال ہوئی ہیں۔جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔
''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ . بے شک تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ ہیں جو ایمان لائے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ درآنحالانکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔''
(۱۶) اللہ کی ولایت کے بعد رسول کی ولایت اور اس کی ولایت جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی۔ اکثر مفسرین اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے کا منفرد واقعہ حضرت علی بن ابی طالب سے منسوب ہے۔اس لئے یہ آیت حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔۔اسی طرح سے ولی سے مأخوذ لفظ مولیٰ کو آنحضور ﷺ نے غدیر خم کے میدان میں حجۃ الوداع سے واپسی پر اپنے آخری خطبہ میں بھی حضرت علی کے لئے استعمال کیا تھا۔[1]
خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت ولایہ اور غدیر خم کا واقعہ حضرت علی بن ابی طالب کی ولایت ووصایت اور خلافت پر واضح نص ہے۔شیعہ ان نصوص سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب، رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بلافصل ہیں۔

۱۔ 'من کنت مولیٰ فھذا علی مولیٰ۔ جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ ہے۔اس خطبہ کو خطبہ غدیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس خطبہ کی تفصیل سورۃ مائدہ کی آیت ۶۷ کے تناظر میں تمام شیعہ اور سنی تفاسیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔اس خطبہ کو ابن حسن نجفی صاحب نے بہت خوب انداز میں مستند مواد سے اپنی ایک مختصر کتاب ''غدیر خم اور خطبہ غدیر'' کے نام سے قلمبند کیا ہے۔اسی طرح شہید مرتضیٰ مطہری نے ایک کتاب ''فلسفہ ولایت'' کے نام سے لکھی ہے۔جس کو اردو ترجمہ کے ساتھ جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی نے چھاپا ہے، ولایت ائمہ کے موضوع پر یہ ایک نابغہ کتاب ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(2/1) **نص امامت**

شیعہ ائمہ اہل بیت کو خلفاء رسول ثابت کرنے کے لئے جو عقلی اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان دلائل کے لئے نص کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ نص عربی زبان کا لفظ ہے، اس کی جمع نصوص ہے۔ لویس معلوف نے نص کے معنی کو یوں تحریر کیا ہے۔ "**النص من الکلام: ھو ما لا یحتمل الّا معنی واحداً او لا یحتمل التاویل.** کلام میں نص سے مراد وہ کلمہ جو ایک (واضح) معنی سے زیادہ معانی نہیں رکھتا ہو اور نہ ہی اس کلمہ کی تاویل ممکن ہو۔" (۱۷)

شیعہ اپنے ائمہ کی امامت کو من جانب اللہ تصور کرتے ہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق اس کا اعلان بحکم خدا رسول یا امام اپنے بعد کے امام کے بارے میں کرتا ہے۔ اس تعینی کو نص کا نام دیا جاتا ہے۔ سعد بن عبداللہ ابی خلف الاشعری القمی نص کی اصطلاحی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"النصّ: فی اصطلاح اھل العلم ھو اللفظ الدال علی معنی غیر محتمل للنقیض بحسب الفھم و الاثر ما جاء عن النبی و الامام او یکون الامام او عن الصحابی و التابعی من قول او فعل، و عند الشیعة الامامیة یجب ای یکون الامام منصوصاً علیه عن النبی لانّ العصمة من الامور الباطنیة التی لا یعلمھا الّا اللہ ثم فلا بدّ من نص من یعلم عصمته علیه او ظھور معجزة علی یدہ تدّل علی صدقه والامام عندھم ھو علی بن ابی طالب بالنص المتواتر علیه من اللہ و رسوله ثم بعدہ ولدہ من صلبه الائمة المعصومون حتی محمّد بن

Presented by Ziaraat.Com

الحسن صاحب الزمان صلوات الله عليهم بنص كل سابق منهم على لاحقه ۔اہل علم کی اصطلاح میں نص وہ لفظ ہے، جو کسی معنی پر دلالت کرتا ہو، جس پر نقیض کا احتمال نہ ہو اور یہی مفہوم اور اثر سمجھ میں آتا ہے جو کچھ نبی اور امام سے وارد ہوا ہے۔امام، صحابی اور تابعی کے قول وفعل سے بھی یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے اور شیعہ امامیہ کے نزدیک واجب ہے کہ امام پر رسول سے نص ہو۔اس لئے عصمت ائمہ باطنی (شرائط) میں سے ہے، جس کو اللہ کے سواء کوئی اور نہیں جانتا۔پھر لازم ہے کہ نص وہ کرے جو منصوص کی عصمت سے واقف ہو، یا وہ کرے جو اپنی صداقت میں معجزہ دکھا سکتا ہو۔پس ان (شیعہ) کے نزدیک حضرت علی پر اللہ اور اس کے رسول سے نص متواتر ہے۔حضرت علی کے بعد آپ کے صلب سے ائمہ معصومین بھی پیدا ہوئے یہاں تک کہ محمد بن حسن صاحب الزمان تک سابقہ (ائمہ) سے نص پہنچ جاتی ہے۔" (۱۸)

نص کا مترادف نصب، توقیف، وصیّت وغیرہ کی اصطلاحات بھی شیعیت میں استعمال کی جاتی ہیں۔قاضی نعمان اپنی مشہور ترین کتاب "دعائم الاسلام" جلد دوئم میں نص اور توقیف کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"منصب امامت کا انعقاد نص اور توقیف ہی سے ہوتا ہے۔رسول اکرمؐ نے اپنے وصال سے پہلے ہی حکم الٰہی کے مطابق ایک شخص کو اپنا جانشین امام اور خلیفہ مقرر کیا تھا، اس طرح امامت کا اجراء ہوا۔رسول ﷺ نے لوگوں کو امیر المؤمنین علی بن طالب کی امامت وخلافت سے آگاہ کر دیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اپنا جانشین اور لوگوں کا امام مقرر کر دیا تھا اور پھر اسی طرح امیر المومنینؑ نے امام حسن کو

Presented by Ziaraat.Com

امام مقرر فرمایا اور امام حسن نے امام حسین کو امام مقرر فرمایا اور امام حسین نے امام زین العابدین کو امام مقرر فرمایا اور امام زین العابدین نے امام محمد باقر کو امام مقرر فرمایا اور امام محمد باقر نے امام جعفر صادق کو امام مقرر کیا اور پھر امام جعفر صادق کے بعد امام مقرر ہوتے رہے۔ جنہوں نے نص کے طریقے پر عمل کیا ہے، پس نص کا طریقہ نہایت واضح اور حجت قاطع ہے۔'' (۱۹)

ماہرین علم کلام نص کی دو قسمیں نص جلی ونص خفی کے نام سے بیان کرتے ہیں۔ اول الذکر نص کو نص شرعی بھی کہتے ہیں۔ اس کے دو موارد ہیں۔ مورد اول میں ائمہ کی امامت اور خلافت میں امام، وصی، خلیفہ جیسے الفاظ کے ساتھ قرآن اور حدیث میں وضاحت ہوئی ہو، جبکہ مورد ثانی میں ائمہ کی امامت میں واضح الفاظ نہ آئے ہوں بلکہ اس کے مقابلے میں مولیٰ، ولی جیسے عقلی اور نقلی قرائن ہوں۔ نص جلی کی ان دونوں اقسام سے شیعہ علی اور اولاد علی کی امامت کو ثابت کرتے ہیں۔ نص جلی کے مقابلے میں نص خفی (چھپی ہوئی نص) ہے۔ اس سے مراد ائمہ کی امامت کے ثبوت کیلئے کسی طرح کی کوئی نقلی واضح دلیل موجود نہ ہو۔ فرقہ زیدیہ اپنے ائمہ کی امامت کو نص خفی سے ہی ثابت کرتے ہیں ''در مقابل نص جلی نص خفی است که زیدیه آن معتقدند و آن اینکه تنها صفات شایستگی های امام بیان نشود و فرد یا افراد خاص به عنوان امام تعیین نشود . از نظر آنان هر کسی اولاد فاطمه الزهراء باشد و از صفات عام به احکام ،شجاعت و زهد به خود دار بود و قیام نماید امام خواهد بود . نص جلی کے مقابلے میں نص خفی ہے۔ زیدیہ اسی کے معتقد ہیں۔ وہ یہ ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

صرف امام کیلئے شائستہ صفات بیان نہ ہوں اور فرد یا خاص افراد امام کے عنوان سے معین نہ ہو، بلکہ ان کی نظر میں جو بھی نسل فاطمہ سے ہو اور شجاعت اور زہد جیسی عام صفات رکھتا ہو اور (ظلم کے خلاف) قیام کرے تو وہ امام ہوگا۔'' (۲۰) زیدیہ کے علاوہ شیعیت کی نظر میں بھی ہر امام من جانب اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ صفات شائستگی کا حامل ہوتا ہے، یہی عقیدہ معصومیت ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نص جلی سے مراد ائمہ من جانب اللہ ہیں اور نص خفی سے مراد ائمہ معصوم عن الخطا ہیں۔ البتہ اولاد فاطمہ میں صفات شائستگی کو محیط کرنے کی حد تک زیدیہ بھی دیگر شیعہ فرقوں سے متفق نظر آتے ہیں۔ شیعہ عقائد کی رو سے ائمہ طاہرین کی امامت کا ثبوت بذریعہ نص ہونا واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مورخین جن میں شہرستانی، ابن خلدون، شیخ مفید اور جعفر سبحانی قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے نص کو شیعیت میں ہونے کی بناء پر شیعہ کو ایک ممتاز مقام حاصل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ دنیاوی حوالے سے رسول کی خلافت کے قائل تمام مسلمان ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امامت کیلئے نص دراصل حکم الٰہی کا دوسرا نام ہے، جس کا اعلان پیغمبر خدا ﷺ نے آخری ذی الحج کے موقع پر غدیر خم میں حضرت علی کی امامت سے کیا ہے۔ پھر دیگر ائمہ معصومین یکے بعد دیگرے اپنے بعد کے امام پر نص کرتے رہے ہیں۔ نص اور نصب پر متعدد آیات کے تناظر میں متعدد احادیث اور سیرت کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن کا ذکر ہم طوالت کے خوف سے یہاں کرنے سے قاصر ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(2/2) ولایت ائمہ اہل بیت

نص کی گفتگو میں بحث یہاں تک پہنچی کہ ائمہ من جانب اللہ ہوتے ہیں۔ قرآن واحادیث میں ائمہ کیلئے امام، خلیفہ اور ولی جیسی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ ان اصطلاحات میں سے ولی کی اصطلاح کافی اہم ہے، کیونکہ متعدد احادیث میں حضرت علی کے لئے ولی کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ یعنی شیعہ عقیدے کے مطابق حضرت علی اور دیگر ائمہ ولایت کے ایک خاص مفہوم کے ساتھ اللہ کے ولی ہیں، جس کا اظہار شیعہ اپنے کلمہ میں بھی ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ **لا الہ الّا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ** ۔شیعہ اسماعیلیہ بھی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اسی عقیدے کے قائل ہیں۔ البتہ مورخین اور محدثین کے ہاں معنی اور مفہوم کے حوالے سے یہ اصطلاح کافی متنازع ہے۔ قرآن اور احادیث کے تناظر میں اس اصطلاح کی تشریح اور تفسیر میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

ولایت کے مادہ سے متعدد معنی اہل لغت نے لکھے ہیں۔ جن میں محبت، قرابت، صداقت، سرپرستی اور اولیٰ بالتصرف ہیں۔ صاحب غدیر نے مولیٰ کے چھبیس (26) معانی تحریر کئے ہیں، حدیث میں تقریباً بہتر (72) سے زیادہ دفعہ لفظ ولایۃ استعمال ہوا ہے۔ آیت اور حدیث میں لفظ ولی یا مولیٰ کا استعمال ہوا ہے۔ علماء نے ان مختلف معانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان آیات اور احادیث کی مختلف تشریحات بیان کی ہیں، لیکن شیعہ ائمہ معصومین کی ولایت پر جتنے بھی قرآنی آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں۔ ان تمام میں ولایت بمعنی ''اولیٰ بالتصرف'' مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ جعفر سبحانی رقم طراز ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

"انّ المولیٰ یراد به معان مختلفه ، فمنها المحب و الناصر، فمن این علم انّ المراد بها المتولی والمالک للامر ولاولیٰ بالتصرف؟ یلاحظ علیه: انَّ لفظ لامولیٰ لیس له الّا معنی واحد و هو الاولی.قال سبحانه: فالیوم لا یوخذ منکم فدیة و لا من الذین کفرو، ما وٰاکم النّار، هی مولاکم ، و بئس المصیر. (الحدید ۱۵)."قد فسّره غیر واحد من المفسرین بانّ المراد انّ النّار اولی بکم، غیر انّ الذّی یجب الترکیز علیه هو انّ الاولیٰ هو المعنی الوحید للمولی انّ کلامّا ذکر من المعانی الختلفه له انّما هی من موارد استعماله و متعلّقاته. مولیٰ کے متعدد معانی مراد لئے جاتے ہیں۔ان (معانی) میں سے محبّ، ناصر بھی ہیں ۔تو پھر کس طرح اور کیسے پتہ چلے گا کہ اس (آیت میں مولیٰ) سے مراد دوست، حاکم یا اولیٰ بالتصرف کے ہیں؟ ملاحظہ کریں کہ لفظ مولیٰ کے یہاں پر صرف ایک معنی ہے اور یہی بہتر معنی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ الغرض آج تم سے فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے تم (سب) کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی (آگ) تمہاری رفیق ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ کچھ مفسرین نے اس (آیت) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آگ (ٹھکانا) تمہاری رفیق ہے۔جبکہ کسی ایک معنی (آگ) کو مرکزیت دینا واجب نہیں ہے۔(پھر بھی دیا گیا) پس اس (آیت) میں مولیٰ کے لئے ایک ہی معنی ہونا بہتر ہے اور (مولیٰ کے) دیگر معانی کے لئے بھی دیگر مواقع اور متعلقات ہیں۔" (۲۱)

اسی طرح ڈاکٹر زاہد علی زاہدی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں رقم طراز

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔لفظ ولی، مولیٰ، وَلایت، وِلایت اور موالی وغیرہ کی بحث کو لغات کی روشنی میں دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل ان تمام الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں، لیکن وہ مختلف مواقع پر مختلف مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ ۱

کتاب ہذا میں طوالت کے پیش نظر ولی کے معنی اور اس کی تشریحات کو تفصیل سے بیان کئے بغیر صرف ان احادیث اور واقعات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے جن کی بناء پر شیعہ ولایت ائمہ کا نظریہ رکھتے ہیں۔ دور حاضر کے مشہور مورخ فرہاد دفتری ولایت کے مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ''اصطلاح ولایہ جس کے معنی ائمہ کے ساتھ محبت اور اطاعت کے تاویل کے نام سے معروف ہے۔ اصطلاح ولایہ کے اصلی مفہوم کیلئے جس کو جدید دور میں ہنری کوربین نے بہت زیادہ استعمال کیا ہے۔کسی بھی مغربی زبان میں مترادف موجود نہیں ہے۔تاہم قیاساً اس کا ترجمہ Initiation کیا جاسکتا ہے۔شیعی عقیدے کے مطابق دائرہ نبوت جس میں مختلف انبیاء کے توسط سے شرائع کے ظاہر کا ابلاغ ہوتا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اختتام کو پہنچا ہے مگر اس کے بعد فریضہ ولایت کی دائمی ضرورت سامنے آتی ہے جس کا تعلق اسلام کے مقدّس پیغام کے باطنی معنی کی تعبیر وتشریح سے ہوتا ہے۔

۱۔ عمیق مطالعہ کرنے والوں کے لئے علامہ امینی کی کتاب ''الغدیر'' بہت اہم مواد ہے، جو ۲۱ جلدوں پر لکھی گئی ہے۔اس کے علاوہ ڈاکٹر زاہد علی زاہدی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان ''حکومت اسلامی کا فکری تجزیہ بحوالہ ولایت فقیہ'' کے دوسرے اور تیسرے باب کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے، جس میں ولایت اہلبیت پر بنیادی ماخذ کے حوالوں کے ساتھ تفصیل سے بحث کی گئی ہیں۔اس کے ساتھ دور حاضر کے محقق الشیخ جعفر سبحانی کی تصنیفات اہم ہیں ۔خصوصًا الملل والنحل کی چھٹی ساتویں اور آٹھویں جلدیں اور کتاب المذاہب الاسلامیہ اس سلسلے میں بنیادی مواد فراہم کرتے ہیں۔اسی طرح مرتضٰی مطہری کی کتاب ''فلسفہ ولایت'' اہم ترین کتاب اس موضوع پر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور وہی شخص امام برحق ہوتا ہے، جس کا کام ہر زمانے میں فریضہ تاویل (یا ولایہ) کی تکمیل ہے، جو امامت کا جز ولاینفک ہے۔ اس فریضہ کی انجام دہی کی وجہ سے ائمہ کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔" (۲۲)

شیعہ اپنے ائمہ کی ولایت میں متعدد احادیث نقل کرتے ہیں۔ مشہور احادیث کی کتب 'وسائل الشیعہ' کی پہلی جلد میں ۲۹ اور 'مستدرک الوسائل' میں ۱۷ حدیثیں ولایت کے موضوع سے متعلق ہیں۔ شیعہ کتب احادیث میں سب سے قدیم کتاب 'اصول کافی' میں اس سلسلے میں ایک مشہور روایت موجود ہے۔ " اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت۔" (۲۳)

قطع نظر کہ ولایت سے متعلق آیات اور احادیث میں کون سے معنی مراد لئے جائیں، یہ بات واقعات میں بلا اختلاف ثابت ہے کہ ولایت سے متعلق جتنی بھی احادیث ہیں، وہ ائمہ معصومین کی شان میں ہیں۔ البتہ قرآن میں یہ لفظ مسلمان مومن اور کافر سب کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی ولایت ممدوحہ اور ولایت مذمومہ دونوں طرح کی ولایت کا ذکر قرآن میں ہوا ہے۔ (۲۴)

بات یہاں تک پہنچی کہ امامت اور ولایت سے متعلق احادیث کا جو بھی معنی اور مفہوم لیا جائے لیکن ان کے مصداق میں اہل بیت کا ہونا اس قدر واضح ہے کہ جس سے انکار ممکن نہیں۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امامت اور ولایت پر خدا ہی کسی شخص کو نصب کرتا ہے۔ اس حوالے سے شیعہ متعدد آیات، احادیث اور واقعات کو پیش کرتے ہیں۔ آیات میں سب سے مشہور آیت سورہ مائدہ کی ۵۶ آیت ہے، جسے آیۃ ولایت بھی کہا جاتا ہے۔ (۲۵) اکثر محدثین اور مفسرین

Presented by Ziaraat.Com

کے نزدیک یہ آیت حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ دور حاضر کے پاکستان کے معروف شیعہ عالم محسن علی نجفی نے تفسیر الکوثر میں ١٦ اروایان کے نام کو نقل کیا ہے، جنہوں نے آیۃ ولایت کو حضرت علی کی شان میں نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ اس کے علاوہ ان تمام مآخذ اور مصادر کا بھی ذکر کیا ہے، جہاں پر اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔ جس میں تفسیر طبری، درمنثور سیوطی، سمرقندی، البحر المحط، لباب النقول فی اسباب النزول واحدی، شواہد التنزیل، انساب الاشراب بلاذری، غرائب القرآن نیشاپوری، کتاب الموقف قاضی یحییٰ، شرح مواقف جرجانی وتفتازانی، شرح تجرید قوشجی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیۃ کو حضرت علی کی شان میں نازل ہونے سے انکار بھی کیا ہے، جن میں سب سے مشہور ابن تیمیہ اور صاحب ابن کثیر ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں: ’’آیۃ ولایت کا آخری جملہ جو ہے اس کی نسبت بعض لوگوں کو وہم سا ہو گیا ہے کہ یوتون الزکوٰۃ سے حال واقع ہے یعنی رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اگر اسے مان لیا جائے تو یہ نمایاں طور پر ثابت ہو جائے گا کہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا افضل ہے حالانکہ کوئی عالم اس کا قائل ہی نہیں۔ ان وہمیوں نے یہاں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب نماز کے رکوع میں تھے کہ ایک سائل آ گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی، والذین اٰمنوا سے مراد بقول عتبہ جملہ مسلمان اور حضرت علی ہیں۔ اس پر یہ آیۃ اتری ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی انگوٹھی کا قصہ ہے اور بعض دیگر مفسرین نے بھی یہ تفسیر کی ہے لیکن سند ایک کی بھی صحیح نہیں ہے، رجال ایک کے بھی صحیح اور ثقہ اور ثابت نہیں، پس یہ واقعہ بالکل ثابت شدہ اور صحیح

Presented by Ziaraat.Com

نہیں۔"(۲۶)

لہذا صرف ابن کثیر اور ابن تیمیہ نے آیت ولایت سے انکار کیا ہے جبکہ بقیہ تمام قدیم مورخین نے اس آیت کی شان میں حضرت علی کی ولایت کو بیان کیا ہے۔ابن کثیر اور ابن تیمیہ آیت ولایۃ کی شان نزول کے منکر تو بن گئے اور ساتھ ہی حدیث کی سند کو بھی کمزور لکھا، لیکن کن بنیادوں پر انہوں نے انکار کیا ہے۔ اس حوالے سے دونوں علماء کسی طرح کی عقلی و نقلی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ دوسری طرف شیعہ اور سنی اکثر محدثین اور مورخین نے آیہ ولایت حضرت علی کی شان میں نازل ہونے کا اقرار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کو بھی نقل کیا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیعیت کا نظریہ ولایت خاص اہمیت کا حامل ہے۔شیعہ علماء ائمہ کی ولایت کی دو اقسام ولایت تکوینی اور ولایت تشریعی بیان کرتے ہیں۔ولایت تکوینی جسے حقیقی ولایت بھی کہا گیا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ائمہ معصومین دنیا میں مخلوق خدا پر تصرف کا حق رکھتے ہیں۔لیکن کس حد تک ائمہ اہل بیت بنی نوع انسان پر تصرف کا حق رکھتے ہیں؟

ائمہ اہل بیت کی ولایت تکوینی الٰہی ولایت سے مختلف ہے۔ ائمہ کی ولایت درحقیقت حصول کمال کا دوسرا نام ہے۔اللہ کے لئے حصول کمال یا قرب کا تصور ناممکن ہے کیونکہ اللہ محل حوادث نہیں ہے، جبکہ قرب الٰہی یا حصول کمال محل حوادث سے خالی نہیں ہے۔البتہ ولایت تکوینی کے حاملین بندگی کی راہ پر چل کر اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کا روحانی مرتبہ خود ایک حقیقت بن جاتی ہے۔ایک انسان کے لئے اس حقیقت کی حد بندی کرنا ناممکن ہے۔چونکہ

Presented by Ziaraat.Com

ائمہ اہل بیت کی ولایت اسی روحانی حقیقت کا دوسرا نام ہے، جس کی وجہ سے ائمہ اہل بیت کے مدارج اور مراتب بھی لامحدود ہیں، جن کو مادی لحاظ سے معین کرتے ہوئے اس کی حد بندی کافی مشکل کام ہے۔ حصول کمال اور قرب الٰہی کے ذریعے کوئی بھی انسان ان روحانی مدارج اور مراتب کو پا سکتا ہے، لیکن انبیاء اور ائمہ کو جو اختیارات دیے گئے ہیں وہ ولایت اولیٰ بالتصرف کے ایک وسیع معنی میں انہیں حاصل ہیں۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کیلئے فرمایا۔ اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ. نبی اکرم ﷺ مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ تصرف کا حق رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ الخ'' (۲۷) ائمہ اہل بیت کو تصرف کا حق ایک مفہوم میں عام روحانی شخصیات کی ولایت سے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی ولایت سے بھی الگ اور مختلف ہے۔ ائمہ اہل بیت کو اللہ نے بندوں پر مطلقاً تصرف کا حق نہیں دیا ہے، جیسا کہ بعض لوگ ائمہ اہل بیت کی ولایت تکوینی کو ولایت تکوینی مطلق تصور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اپنی مخلوقات پر اپنے خاص بندوں (ائمہ اہل بیت) کو تصرف کا مطلقاً حق دیا ہے۔ اب مخلوقات خدا کے اعمال اور افعال کے اختیارات انہیں لوگوں کے پاس ہیں اور یہی لوگ خالق و مالک اور رازق ہیں۔ اس تصور کی عقیدہ توحید میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت حال میں تصرف مطلق کے حاملین خود اللہ کے بھی ولی قرار پائیں گے، جبکہ خالص توحید کے نظریے کے مطابق کوئی مخلوق خدا اللہ کا ولی نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا . سلطنت میں کوئی اس کا ساجھی

Presented by Ziaraat.Com

نہیں اور نہ ہی اسے کسی طرح کی کمزوری ہے کہ کوئی اس کا سرپرست ہو، تو اس کی بڑائی اچھی طرح کرتے رہا کرو۔ (۲۸)

نہ صرف ولایت تکوینی بلکہ ولایت تشریعی میں بھی حاملین ولایت کے پاس شریعت سازی کا اختیار نہیں ہے، البتہ شریعت کی حفاظت، توضیح اور تشریح پیغمبر خدا کے حقیقی خلفاء کرتے ہیں اور یہی اصل ولایت ہے، جس کا اختیار اللہ کے خاص بندوں کو حاصل ہے۔ ڈاکٹر زاہدی نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے کہ تکوینی اختیارات بھی دو طرح کے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو وہبی ہے۔ یہ انبیاء کیلئے مخصوص ہے اور اس کا انحصار وحی الٰہی پر ہوتا ہے، جس میں انبیاء سے وقوع پزیر ہونے والے معجزات اور کرامات ہیں اور دوسری ولایت اکتسابی ہے۔ یہ ولایت باطنی پاکیزگی اور روحانی معرفت رکھنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس ولایت کو اکتسابی کے علاوہ ولایت باطنی بھی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اس ولایت کے حاملین کو معنوی اور باطنی ہدایت کا فیض کل حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ باطنی طریقے سے اور ملکوتی وسائل سے لوگوں کی ہدایت کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ " **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ** . اور انہیں (بنی اسرائیل) میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو چونکہ انہوں نے صبر کیا تھا، پیشوا بنایا۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا دل سے یقین رکھتے تھے۔"

(۲۹) تکوینی ولایت کافی حساس ہے، کیونکہ نظام آفرینش پر خدا کے علاوہ کسی اور کی حکومت ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا تکوینی ولایت سے مراد یہ لیا جائے گا کہ جس طرح وحی اور اس کی بناء پر قائم ہونے والے احکامات اور صاحب احکامات کی

Presented by Ziaraat.Com

پیروی دراصل خدا کی پیروی ہے۔اسی طرح جو شخص شارع اسلام کے جانشین کے طور پر معاشرہ کا حاکم ہو، اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بھی خدا وحدہ لاشریک سے ایک خاص باطنی ارتباط رکھے تاکہ اس کی اطاعت بھی رسول کی اطاعت ہو، جس کے نتیجہ میں خدا کی اطاعت قرار پائے۔ ورنہ اصل اور حقیقی ولایت تو خدا ہی کی ولایت ہے۔رسول اور اماموں کی ولایت تبعی ہے، جو حکم الٰہی پر منحصر ہے۔ ولایت تشریعی سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے جو اللہ کے نظام کو تنفیذ کرنے کیلئے اللہ کے واضح اور نجات دہندہ اصولوں کو معاشرہ میں پیش کرتے ہیں، ان اصولوں کی مدد سے معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں۔(۳۰)

بحث کا سیر حاصل یہ ہے کہ امامت نبوت کی طرح ایک الٰہی منصب ہے۔عقلی اور نقلی دلائل کے مطابق ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام اور رہنما ہو، جو پیغمبر اسلام ﷺ کی جگہ انسانوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا راستہ دکھائے اور لازمی ہے کہ امام ولایت کا مالک بھی ہو تاکہ جس طرح آنحضور ﷺ انسانوں میں تصرف کا حق رکھتے تھے، اسی طرح امام بھی عوام میں حق تصرف رکھے، جس سے وہ الٰہی نظام کی تنفیذ کر سکے۔معاشرے میں انصاف قائم کرے اور ظلم وستم کا خاتمہ کر دے۔

(2/3) عصمت ائمہ اہل بیت رسول ﷺ

شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ دونوں کے نزدیک امام کا معصوم (عن الخطاء) ہونا ضروری ہے۔ان کے عقیدہ کے مطابق انبیاء اور ائمہ ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے گناہوں اور غلطیوں سے بری ہوتے ہیں۔یہی عقیدہ عصمت ہے۔مشہور

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ عالم اور فلسفی علامہ حلی نے باب حادی عشر میں عصمت کی تعریف یوں کی ہے۔ ''العصمة لطف خفي يفعل الله تعالىٰ بالمكلف بحيث لا يكون له داع الى ترك الطاعة و ارتكاب المعصية مع قدرته على ذالك۔ عصمت ایک ایسا پوشیدہ لطف (الٰہی) ہے جس کو اللہ تعالیٰ مکلّف (رسول و امام) کو عطا کرتا ہے درحال یہ کہ وہ قدرت رکھنے کے باوجود اطاعت الٰہی کو نہیں چھوڑتا اور ارتکاب معصیت نہیں کرتا۔'' (۳۱)

حاملین عصمت کو تین گروہوں میں تقسیم کر کے تجزیہ کیا جائے تو بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی انبیاء، ائمہ اور عام انسانوں کی عصمت۔ انبیاء کی عصمت میں شیعہ مع اسماعیلیہ متفق نظر آتے ہیں۔ اکثر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعوں کا قدیم ترین نظریہ ہے کہ انبیاء مطلقاً معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ جبکہ دیگر اسلامی فرقوں میں اس حوالے سے دو رائے ہیں کہ کچھ انبیاء کی عصمت مطلقہ کے قائل ہیں تو کچھ نہیں ہیں۔ بعد الذکر نظریہ کے حامل بھی دو طرح کے نظریات رکھتے ہیں۔ کچھ کا کہنا ہے کہ تبلیغ رسالت میں غلطی کا احتمال پیغمبروں میں نہیں پایا جاسکتا۔ البتہ دوسرے معاملات زندگی میں انبیاء سے غلطی اور گناہ کا سرزد ہونا محال از امکان نہیں، جبکہ کچھ انبیاء میں تبلیغ رسالت میں بھی غلطی کے سرزد ہونے کے قائل ہیں۔

عصمت کے حوالے سے تیسرا گروہ یعنی عام انسانوں میں عصمت کا پایا جانا۔ انبیاء اور ائمہ کی طرح دیگر لوگ معصوم عن الخطاء نہیں ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کا ایسا کوئی عقیدہ ہے کہ عام انسان بھی معصوم ہوتا ہے، البتہ شیعہ سنی کتابوں میں بہت سارے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے بارے میں تفصیل پائی جاتی ہے کہ وہ لطف الٰہی

Presented by Ziaraat.Com

اور تقویٰ کے کمال کی وجہ سے گناہوں سے دور رہے ہیں۔ بات گروہ ثانی کے بارے میں ہے کہ آیا خلیفۃ الرسول معصوم ہوتا ہے یا نہیں۔ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعوں کا یہ متفقہ نظریہ ہے کہ امام ظاہری اور باطنی پوری زندگی میں ہر طرح کے گناہ اور غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ البتہ علامہ مجلسی کے مطابق ابن بابویہ اور ان کے استاد محمد بن الحسن یہ دو شیعہ علماء ایسے گزرے ہیں کہ جو ائمہ کے لئے عصمت مطلقہ کے قائل نہیں تھے بلکہ ان کی رائے یہ ہے کہ امام احکام خداوندی کے تنفیذ اور تبلیغ الٰہی کرنے میں معصوم عن الخطاء ضرور ہیں لیکن عام زندگی کے معاملات میں غلطی کا سرزد ہونا امام کیلئے جائز ہے۔ ان دو علماء کے علاوہ شیعیت میں امام پیغمبر کی طرح ہی معصوم ہوتا ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ امام عہدہ امامت کے زمانے میں ہی معصوم نہیں ہوتا ہے بلکہ پوری زندگی معصوم ہونا لازمی ہے۔ ''امامت کے لائق وہ شخص نہیں ہے جس نے کسی فعل حرام کا ارتکاب کیا ہو، خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اگرچہ اس کے بعد توبہ کرے۔'' (۳۲)

امامت کیلئے عصمت کی شرط کس لحاظ سے ہے۔ کیا امام فرشتوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہے یا یہ کہ عصمت امام کیلئے ایک لطف الٰہی ہے۔ شیعہ نکتہ نظر سے امام آخر الذکر کی وجہ سے معصوم ہے۔ امام کا گناہ اور غلطی نہ کرنا پیغمبروں کی طرح اور ایمان اور یقین کے اعلیٰ درجے کی بناء پر ہے۔ ''(عصمت) خدا کا ایک لطف ہے جس کے سبب ترک اطاعت وارتکاب معصیت کی خواہش بندہ کو نہیں ہوتی ہے اور اس کے چار اسباب ہیں۔ پہلے یہ کہ اس کے نفس یا بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے، جس سے وہ ملکہ ہو جاتا ہے، جو فسق و فجور سے روکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کو

Presented by Ziaraat.Com

گناہوں کا عیوب اور طاعت کی نیکیوں اور فضیلتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی الہام الٰہی کے تابع ہونے کے سبب ان علوم میں اور بھی تائید حاصل ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ خدا اس سے فعل مکروہ اور ترک اولیٰ پر مواخذہ کرتا ہے تا کہ وہ جانے کہ جب غیر واجب امور میں حق تعالیٰ اس پر کام کو تنگ کرتا ہے، تو واجبات و حرام میں اس کے ساتھ تساہل نہ کرے گا۔ الغرض یہ امور کسی میں جمع ہو جائیں گے تو وہ معصوم ہوگا۔ (۳۴)

یقین و اطمینان میں کمی اور ضعف نفس کی وجہ سے انسان خطار کار ٹھرتا ہے۔ انسان نفس پر مکمل گرفت حاصل کرے، یقین و اطمینان میں حد کمال کو پہنچے تو وہ ہر چھوٹے بڑے گناہوں سے بری ہو سکتا ہے۔ پس ائمہ معصومین اسی عنوان سے معصوم ہیں کہ وہ انبیاء کی مانند اپنے نفوس پر اختیار رکھتے ہیں اور یقین و اطمینان میں کامل ہیں۔ قرآن مجید نے ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ کا نام دیا ہے۔ شیخ صدوق نے محمد بن عمیر اور ہشام (حضرت جعفر صادق کے خاص شاگرد) کا وہ مکالمہ کو جو عصمت ائمہ پر ہوا تھا، اپنی کتاب امالی میں درج کیا ہے۔ جس میں ہشام نے کہا تھا کہ گناہ کرنے کی علتیں اور اسباب ہوتے ہیں، امام ان علتوں اور اسباب سے واقف ہوتا ہے۔ اس لئے امام اسباب اور علل گناہ کے ادراک رکھنے کی وجہ سے گناہ کرنے سے مطلقاً پرہیز کرتا ہے۔ پس ائمہ کے لئے عصمت ایک باطنی ملکہ ہے، جو تقویٰ اور ہدایت باطنی کے کمال کا مظہر اور الٰہی عطیہ کے طور پر ائمہ کیلئے لازمی ہے۔ یہ وہ ملکہ ہے جو امام کو گناہ نہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے اور نہ ہی امام سے گناہ

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کی تمام قوتوں کو سلب کرتا ہے بلکہ امام کے پاس بحیثیت بشر گناہ کرنے کی تمام قوّتیں موجود ہوتی ہیں لیکن امام تقویٰ الٰہی اور گناہ اور ثواب کے نتائج کا ادراک رکھنے کی وجہ سے گناہ کرنے سے باز رہتا ہے اور یہی عصمت ائمہ ہے۔

شیعہ ائمہ کی عصمت پر عقلی اور نقلی دونوں طرح کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ علامہ مجلسی نے ان دلائل کو حیات القلوب کی تیسری جلد میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ رعایا سے خطاء جائز ہے تو پھر عقلاً یہ ضروری ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ہو جو رعایا اور امت کو خطا سے محفوظ رکھے اور اگر امام اور پیشوا میں خطا ممکن ہوا تو پھر کسی اور پیشوا کی ضرورت پڑے گی۔ اس طرح تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے۔ لہٰذا آخر میں ایک امام تک نوبت آئے گی، جس کیلئے خطا جائز نہ ہو تو پھر وہی امام ہوگا۔ دلیل تسلسل کو علامہ حلی نے بھی کشف المراد میں لکھا ہے۔ دوسری اہم ترین عقلی دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ رسول وحی کی قرارگاہ اور حکم کا معدن ہے اور قیامت تک لوگوں کی طرف اللہ کی رسالت کا پہنچانا آپؐ پر واجب ہے اور امام اس امانت کے ادا کرنے میں رسول کا قائم مقام ہے۔ اس لئے امانت کے ادا کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسا امین ہو، جس کیلئے خیانت کا منسوب کرنا نا جائز ہو۔ ایک اہم بات یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ امام معصوم نہ ہو تو ممکن ہے کہ بعض احکام میں رسول کی راہ پر نہ چلے، جس کا نتیجہ ظلم اور امت کا افتراق ہوگا، جبکہ عصمت اتفاق جماعت کا سبب ہے۔ ان تمام باتوں میں سب سے اہم اور مشہور دلیل عصمت ائمہ میں یہ پیش کی جاتی ہے کہ امام بھی پیغمبر ہی کی طرح دین کی

Presented by Ziaraat.Com

حفاظت کرنے اور اس کو تنفیذ کرنے والا ہوتا ہے، لہٰذا امام کو بھی پیغمبر کی طرح معصوم ہونا چاہیے۔ لہذا وہ تمام دلائل جو پیغمبر کی عصمت میں پیش کیے جاتے ہیں، امام کی امامت کیلئے بھی ثابت ہیں۔ خواجہ نصیر الدین طوسی اور علامہ حلی نے عصمت امامت پر پانچ عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ جن میں دلائل تسلسل و ملازمہ اور قضیہ کبریٰ وصغریٰ کا نتیجہ بھی شامل ہیں۔ ان دلائل کی تفصیلات کو علامہ حلی کی کتاب ''باب حادی عشر'' جس کی شرح علی محمدی نے 'کشف المراد' کے نام سے کی ہے، اس میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عقلی دلائل کے علاوہ امام کی عصمت پر نقلی بنیادوں سے بھی بحث کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے کئی ایک احادیث اور آیات مشہور ہیں۔ اس حوالے سے سب سے مشہور آیت سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ ہے جس کو آیت تطہیر بھی کہا جاتا ہے۔ ''بے شک اللہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر نجاست کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس کا تم حق رکھتے ہو۔'' (۳۴)

رجس کے اردو معنی پلیدگی اور آلودگی کے ہیں، لفظ رجس ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے معانی میں قرآن میں استعمال میں ہوا ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں رجس سے مراد ظاہری آلودگی ہے۔ ''مگر مردار، بہتا ہوا خون، یا سور کا گوشت تو بیشک یہ چیزیں ناپاک اور حرام ہیں۔'' (۳۵) اور اسی طرح رجس باطنی ناپاکی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ''مگر جن لوگوں کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے تو انکی پچھلی خباثت پر اس صورت نے ایک خباثت اور بڑھا دی ہے۔'' (۳۶) لہذا امام ظاہری اور باطنی ہر دو جہت سے معصوم ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بہت سارا[1] مستند مواد اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آیت تطہیر پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین کیلئے۔ اکثر محدثین نے تطہیر سے مراد عصمت ہی لیا ہے۔ اس آیت میں صرف پنجتن[2] کی طہارت اور عصمت کا ذکر ہے لیکن شیعہ نکتہ نظر یہ ہے کہ تمام ائمہ اہل بیت معصوم عن الخطا ہیں۔ اس سلسلے میں شیعہ متعدد روایات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر ائمہ کی عصمت پر اس آیت کا اطلاق کیا ہے۔ جیسا کہ ابن عباس سے ایک حدیث نقل کی گئی ہے "میں اور علی، فاطمہ، حسن، حسین اور نسل حسین سے نو فرزند معصوم ہیں۔ خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر کے علاوہ کسی اور کی اطاعت واجب نہیں ہے اور اولی الامر کی پیروی اس لئے واجب ہے کہ وہ معصوم ہیں۔ گناہوں سے دور، خدا کے حکم کے خلاف کوئی حکم نہیں کرتے۔" پس امام وہ شخصیت ہے جو گناہ اور معصیت سے مبرا اور ہر عیب سے پاک ہوتی ہے۔

(2/4) علم امام

شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی عقیدے کے مطابق امام دین کا سرپرست اورِ عالم کا پیشوا ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام مسائل کا علم رکھتا ہو، جن سے لوگوں کو دنیا و آخرت میں واسطہ پڑتا ہے۔ امام نہ صرف حقائق ظاہریہ سے

۱۔ اہلِ سنت کے بنیادی ماخذ ینابیع المودہ، درمنثور ج ۵، مسند احمد حنبل ج ۱، تفسیر رازی ج ۱، خصائص کبریٰ ج ۲ اور صواعق ابن حجر کی طرف رجوع کیجئے۔

۲۔ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اہل بیت رسول کی پانچ اہم شخصیات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین کے لئے پنجتن پاک کی اصطلاح استعمال کرتی ہے، جس کی وجہ ان کی شان میں سورہ احزاب کی آیت ۳۳ کا شان نزول بتایا جاتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

واقف ہوتا ہے بلکہ وہ حکم خدا کے مطابق تمام کائنات کا باطنی علم بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ بحیثیت امام ورہبر کے کائنات کے علم میں امام کو کسی اور کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔ امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ رعایا میں حلم، عبادت، سخاوت شجاعت اور دیگر شرائط میں افضل ہو۔ اگر امام رعایا میں افضل نہ ہوتا تو پھر خدا کبھی بھی اولی الامر کی اطاعت رعایا پر واجب نہیں کرتا، کیونکہ اس صورت میں مفضول پر فاضل کی اطاعت لازم آتی جو کہ عقلی اور شرعی طور پر صحیح نہیں ہے۔

عقلاً ونقلاً یہ بات لازم آتی ہے کہ امام کو شرعی احکام کے اجراء اور بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے تمام انسانوں میں تمام خصوصیات میں اعلیٰ وارفع ہونا چاہیئے۔ اسی تناظر میں امام کا علم تمام انسانوں سے زیادہ ہونا چاہیئے لیکن اس کی حد کتنی ہے؟ نیز امام کے لئے علم غیب بھی ضروری ہے؟

یقیناً عالم غیب وشہادہ کی ذات صرف اور صرف خدا کی ذات ہے۔ اس حوالے سے قرآن میں متعدد آیات موجود ہیں۔ (۳۷) ان آیات کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ خدا کے سواء کوئی اور انسان چاہے نبی، رسول یا امام ہو، غیب کا علم نہیں رکھتا یعنی غیب مطلق پر کوئی بھی آگاہ نہیں ہے لیکن دوسری طرف متعدد آیات ایسی بھی ہیں، جو غیر خدا کیلئے غیب کا اثبات کرتی ہیں۔ ''خدا تم کو غیب کی باتوں سے آگاہ نہیں کرے گا، البتہ خدا اپنے رسولوں میں جس کو چاہتا ہے اسکو (غیب کیلئے) منتخب کر لیتا ہے۔'' (۳۸) ظاہراً ان آیتوں میں تضاد نظر آرہا ہے، لیکن حقیقتاً تضاد نہیں ہے۔ بلکہ اول الذکر آیات میں غیب مطلق مراد ہے۔ جنہیں غیب ذاتی یا استقلالی بھی کہا جا سکتا ہے، جو صرف خدا ہی کیلئے سزاوار ہے۔ دوسری

Presented by Ziaraat.Com

قسم کی آیات میں غیب نسبی مراد ہے کہ اللہ نے انبیاء اور ائمہ کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ رسول یا امام حکم خدا کے مطابق علم کو جانتے ہیں۔ چاہے یہ علم حدوثی ہو یا علم غیبی، ان کو علم ظاہر اور علم باطن سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پس شیعہ ائمہ کیلئے ثانی الذکر کے تحت علم غیب رکھنے کے قائل ہیں۔ ورنہ ذاتی اور مطلق علم غیب کا مالک تو صرف خدا کی ذات ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور رسولوں کو علم حدوثی اور علم غیبی (غیب نسبی) وحی کے ذریعے ملا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ وحی کا سلسلہ بند ہوا ہے تو پھر ائمہ رسول اور نبی کی طرح علم غیب کو کیسے جانتے ہیں؟ ائمہ کو یہ علم کونسے ذرائع سے ملتا ہے؟ اس حوالے سے مجتبیٰ موسوی لاری تحریر کرتے ہیں۔ ''امام کے عمیق ترین و دقیق ترین علوم کا مآخذ و سرچشمہ عالم غیب سے الہام کا ہوتا ہے۔ ائمہ اپنے وسیع عقول و کامل علوم اور وسعت فکر اور دینی بے پناہ معلومات کی بناء پر مسائل کے جوابات اور احکام اسی قرآن سے استنباط کرتے ہیں۔ تیسرا ذریعہ وہ انبیاء کی کتب و صحیفے تھے، جو رسول خدا سے ائمہ معصومین کو میراث میں ملے تھے۔'' (۳۹)

لہذا قرآن کے نزدیک اللہ کے برگزیدہ بندے بوقت ضرورت غیب سے رابطہ پیدا کر سکتے ہیں، لیکن ہر وقت اس پر قادر نہیں کیونکہ بنیادی طور پر یہ لوگ بشر ہیں۔ ظاہری طور سے عام امور انجام دیتے ہیں۔ شرعی تکالیف کے پابند ہیں۔ حضرت جعفر صادق بن حضرت محمد باقر نے اس بات کو یوں اجاگر کیا ہے۔ ''ہمارے علم و عدم علم کی بنیاد خدائی منشاء پر ہے وہ جب چاہتا ہے ہم جان لیتے ہیں اور وہ نہ چاہے تو نہیں جان سکتے ہیں۔ امام دوسرے افراد کی طرح پیدا بھی ہوتا ہے اور کھاتا پیتا بھی ہے اور بول براز بھی کرتا ہے۔ وہ خوش اور رنجیدہ بھی ہوتا ہے۔ وہ ہنستا اور

Presented by Ziaraat.Com

روتا بھی ہے۔ وہ مرتا اور دفن بھی ہو جاتا ہے اور اس کے علم میں اضافہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کا امتیاز دو چیزوں میں ہے۔ ایک علم اور دوم قبولیت دعا۔ امام تمام حوادث کے وقوع سے پہلے اطلاع دے سکتا ہے کہ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عہد ہوتا ہے جو اسے وراثت میں ملتا ہے۔"(۴۰)

ان روایات سے یہ بات اجاگر ہوتی ہے کہ امام کیلئے ممکن ہے کہ جب بھی چاہے مرضی الٰہی کی موافقت کے ساتھ باطنی امور کی پیشگوئی کرے اور یہ سب کچھ منشاء الٰہی کے عین مطابق ضرورت کے حساب سے ہوگا۔ لہٰذا یہ ائمہ کیلئے نسبی اور کسبی علم ہوگا، جسے وہبی علم بھی کہا جا سکتا ہے۔ جس کا استعمال روزمرہ کی زندگی میں ائمہ کیلئے ثابت نہیں۔ پس خدا وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی بھی انسان چاہے نبی ہو یا امام مطلقاً عالم الغیبہ والشہادہ کا مصداق نہیں ہے۔

(2/5) امام کا ہاشمی ہونا

شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی دونوں امام کے شرائط میں ایک شرط ہاشمی ہونا قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح تمام مسلمان بھی خلیفۃ الرسول کے لئے قریشی ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں۔ شیعوں کا نظریہ ہے کہ امام کا قریشی ہونے کے ساتھ ہاشمی ہونا بھی لازمی ہے جبکہ اس کے برعکس دیگر مسلمانوں کا نظریہ ہے کہ امام کا صرف قریشی ہونا ہی لازمی ہے۔ یوم سقیفہ پر حضرت ابوبکر کی خلافت کے قیام کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہی قرار دی جاتی ہے۔ اسی طرح شیعہ بھی ائمہ اہل بیت کی خلافت میں بھی اسی دلیل سے تائید حاصل کرتے ہیں کیونکہ بنی ہاشم نسل قریش ہی میں سے ہیں۔

اگر احادیث کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام کا

Presented by Ziaraat.Com

قریشی ہونا لازمی ہے لیکن قریش کی کس شاخ میں امامت کو ثابت کیا جائے۔کوئی ایک حدیث بھی نہیں پائی جاتی ہے، جس میں امامت کو قریش کی شاخ بنی ہاشم میں ہونے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہو بلکہ اس کے برعکس متعدد ایسی احادیث ہیں، جن میں امامت کو بنی ہاشم کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔جیسا کہ صاحب ینابیع المودہ اور چند دیگر مورخین نے متعدد ایسے روایات کو لکھا ہے، جس میں آپ ﷺ نے واضح طور پر امام کو بنی ہاشم کیلئے مخصوص فرمایا ہے۔نیز ان روایات کے مطابق رسول اللہؐ نے بارہ خلفاء کے نام بھی بتا دیئے ہیں جبکہ ایک دوسری روایت کتاب ''مناقب'' سے بھی نقل کی ہے جس میں بارہ ائمہ کے اسماء مبارک ان کے القاب سمیت بیان کئے گئے ہیں۔ان تمام بارہ شخصیتوں کا تعلق بنی ہاشم سے ہے۔شیعوں کی کتب کلام میں اس حوالے سے متعدد احادیث تواتر کے ساتھ موجود ہیں۔اس سلسلے میں ایک روایت کتب اہل سنت میں بھی تواتر کے ساتھ آئی ہے۔(۴۱)ا

(2/6) امام کا حجت خدا ہونا

شیعہ نظریہ کے مطابق زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی ہے۔ہر زمانے میں زمین پر اللہ کی طرف سے ہادی کا ہونا لازمی ہے، جو خدا کی طرف سے نصب شدہ ہو۔ہر پیغمبر اپنے جانے سے پہلے حکم خدا کے مطابق اپنے جانشین کا تقرر فرما کر

ا۔ اس سلسلے میں جو روایت کتب اہل سنت میں آئی ہے جو بارہ خلفاء بنی ہاشم ہونے کو واضح کرتی ہے ''جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اکرم ﷺ کے پاس تھا جب آپ ﷺ سے یہ سنا کہ میرے بارہ خلفاء ہوں گے۔اس کے بعد آپ ﷺ کی آواز دھیمی ہوگئی اور میں کچھ نہ سمجھ سکا تو بابا سے دریافت کیا کہ دھیمی آواز میں آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا تو انہوں نے بتایا کہ ''کلهم من بنی هاشم'' فرمایا تھا۔اس کو عبد الملک بن عمیر، سماک بن حرب، سلیم بن قیس اور سلمان فارسی نے الگ الگ رایت کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر آخری نبی حضرت محمد ﷺ تک وصیت متصل رہی ہے۔ نبی آخر الزماں ﷺ بھی اپنے وصی کا خود انتظام کر کے رحلت فرما گئے ہیں۔ ائمہ معصومین سے متعدد ایسی روایات بیان کی گئی ہیں، جن کے مطابق زمین ایک لمحے کیلئے بھی حجت خدا کے بغیر خالی نہیں رہ سکتی اور اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے گی۔ ایک روایت حضرت جعفر صادق سے بہت مشہور ہے کہ اگر زمین میں دو آدمی مرد باقی ہوں تو ان میں سے ایک امام ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ آخر میں جس کی وفات ہوگی، وہ امام ہوگا تاکہ خدا پر کوئی حجت قائم نہ کر سکے کہ تو نے مجھے بغیر حجت کے چھوڑ دیا تھا۔ روایات کے ساتھ ساتھ متعدد قرآنی آیات بھی اس موضوع پر موجود ہیں، ۱ جس میں مشہور ترین آیت ''ولکل قوم ھادٍ'' ہے۔ جس کی تفسیر میں حضرت جعفر صادق بن محمد باقر نے فرمایا کہ ''اس سے مراد وہ ائمہ ہیں، جو اپنے اپنے زمانہ میں قوم کے ہادی ہوتے ہیں۔ جس قوم میں وہ ہوتے ہیں۔ ان کے بعد ائمہ اطہار یعنی ہر زمانہ میں ایک امام ہے۔ جو لوگوں کی خدا کی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے اور ان سے حلال و حرام بیان کرتا ہے۔'' (۴۲)

الغرض زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی۔ چاہے حجت خدا ظاہر و مشہور ہو یا غائب و مستور ہو۔ امام کے ظاہر اور پوشیدہ ہونے کی دونوں صورتوں میں حجت خدا ہونا ثابت ہے۔ جس طرح لوگ آفتاب سے فائدہ حاصل

۱۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ سورہ قصص، آیت ۵۹۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سورہ رعد آیت نمبر ۷۔ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ سورہ فاطر آیت نمبر ۲۴

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہیں، چاہے ظاہر ہو یا زیرِ ابر پوشیدہ ہو۔ شیخ صدوق نے حجت خدا پر ۶۵ روایتوں کو کتاب ''اکمال الدین'' میں جمع کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے، کبھی عالمِ وجحت خدا سے خالی نہیں رکھی گئی۔ جو امور حق کو زندہ کرتا ہے، جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یُرِیدُونَ أَنْ یُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَیَأْبَى اللّٰهُ اِلَّا أَنْ یُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۴۳). چاہتے ہیں کہ بجھادیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگر چہ کافروں کو یہ نا پسند ہی کیوں نہ ہو۔'' ائمہ طاہرین کے حجت خدا ہونے پر حدیث ثقلین سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حدیث اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان مشہور و معروف ہے۔ ''میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، قرآن اور میرے اہل بیت، یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے جدا نہ ہونگے ۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔'' (۴۴) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ کے بعد قرآن اور اہل بیت حجت ہیں، جن سے متمسک رہنے میں ہی راہ نجات ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث کی رو سے حجت میں قرآن بھی شامل ہے تو پھر امامت کو عترت تک محدود کیوں کیا جاتا ہے؟ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد حجت نہ عجم میں سے ہوگا نہ ہی قبائل عرب میں سے کوئی دوسرا ہوگا۔ رسول اللہ نے اپنے کلام کو مشروط کردیا کہ یہ دونوں (قرآن اور عترت) ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ پس آپ ﷺ نے بتادیا کہ حجت خدا رسول اللہ ﷺ کی عترت میں سے ہے، جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوگی۔ وہ ہستی

Presented by Ziaraat.Com

جو کتاب سے جدا نہیں ہوگی اور جس سے متمسک رہنا امت پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس ہستی کو کتاب کا مکمل علم ہو تا کہ اس سے تمسک کرنا ممکن ہو۔ اگر دین میں سے کچھ حصہ ایسا ہو، جسے وہ نہیں جانتی ہو تو اس سے تمسک کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں غلطی کا امکان رہے گا اور غلطی کرنے کی صورت میں وہ قابل اعتماد نہیں رہے گا اور حجیت کے دائرے سے خارج ہو جائیگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ حجت عترت ہی میں سے ہو۔ بعض دفعہ قرآن کو بھی امام زماں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ ایک غیر معتبر تعبیر ہے کیونکہ امام سے کتاب مراد لینا مجاز اور ظاہر کے خلاف ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے امام کے ساتھ زمانہ کی شرط بھی رکھی ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور اور متفق علیہ حدیث ہے۔ "مَن ماتَ و لم یعرف اِمامَ زَمانهِ مَاتَ مِیتةَ الجاهلیّة. (۴۵) جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر مر گیا، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔" حدیث میں موجود لفظ زمانہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام ہوتا ہے۔

(2/7) معرفت امام

شیعہ نقطہ نگاہ کے مطابق امام کی معرفت حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور کوئی امام برحق کی معرفت حاصل نہ کرے اور ایسی حالت میں مر جائے تو اسلام کی نظر میں وہ جہالت کی موت ہی مرے گا۔ علامہ مجلسی نے معرفت امام پر مشتمل ان تمام آیات، روایات اور احادیث کو حیات القلوب کی تیسری جلد کے پانچویں فصل میں جمع کی ہے۔ ایک روایت میں حضرت محمد باقر سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی۔ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي

Presented by Ziaraat.Com

النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۴۶) جو شخص کہ مردہ ہوتا ہے تو ہم اس کو زندہ کرتے ہیں اور اس کے لئے ایک نور قرار دیتے، جس کی روشنی میں لوگوں کے درمیان راستہ چلتا ہے۔ اس شخص کے مانند ہے، جس کی مثال اور صفت یہ ہو کہ وہ کفر و ضلالت کی تاریکی میں ہو اور کبھی اس سے باہر نہیں آتا۔" تو حضرت محمد باقر نے فرمایا کہ مردہ سے مراد ہے جو کچھ نہیں جانتا اور عقائد حقہ کا علم نہیں حاصل کرتا اور وہ جو نور کے ذریعہ سے لوگوں کے درمیان راہ چلتا ہے، وہ امام ہے۔ جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور جو شخص تاریکیوں میں ہے۔ وہ ہے جو اپنے امام کو نہیں پہچانتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں ایک معصوم امام موجود ہوتا ہے لہٰذا لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسکو تلاش کر کے اسکی معرفت حاصل کریں اور اس کی امامت کو تسلیم کریں۔ زمانے کے امام کی معرفت اور اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے۔

(2/8) اطاعت امام

امام اولی الامر ہے جس کی اطاعت قرآن میں واجب کردی گئی ہے۔ (۴۷) علامہ ابن خلدون اولی الامر کی تشریح یوں پیش کرتے ہیں۔ "تمام مخلوق پر امام کی اطاعت واجب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ارباب امر کی اطاعت کرو۔" (۴۸)

شیعہ نظریہ کے مطابق امام کی پیروی واجب اور ضروری ہے اور جو اماموں کی پیروی کرے گا، وہ نیکی پائے گا۔ ورنہ بربادی اور تباہی کے گڑھے میں گر جائے

Presented by Ziaraat.Com

گا۔ کیونکہ امام کی اطاعت درحقیقت خدا کی اطاعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ ”من اطاعنی فقد اطاع الله و من عصانی فقد عصی الله و من اطاع الامام فقد اطاعنی و من عصی الامام فقد عصانی (۴۹).

جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے امام کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امام کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔ “

(2/9) تعدد و تسلسل امامت

تسلسل امامت سے مراد رسول کے بعد ان کے نائبین کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ہے اور یہ سلسلہ تا حال جاری اور ساری ہے۔ امام کی صفات یعنی من جانب اللہ ہونا، معصوم عن الخطاء ہونا، قرشی ہاشمی ہونا، یعنی نسل فاطمہ سے ہونا، مرد ہونا، حجت خدا ہونا اور اپنے زمانے میں ہر طرح سے افضل ہونا ضروری ہے اور دیگر شرائط میں شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی ہم نظریہ ہیں۔ یہاں تک کہ ہر زمانہ میں تسلسل کے ساتھ ساتھ ایک کے بعد دوسرے ہادی کے ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ البتہ اس تسلسل کو شیعہ اثنا عشری بارہ امام تک مخصوص کرتے ہیں، جبکہ اسماعیلیہ مستعالیہ بیس ائمہ تک مخصوص کرتے ہیں۔ اسمٰعیلیہ نزاریہ ائمہ کی تعداد کو مخصوص نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ائمہ اہلبیت کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اس وقت ہز ہائنس پرنس کریم آغا خان انچاسویں امام ہیں۔ اجمالی طور پر اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ میں تسلسل امامت کے عنوان میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اسماعیلیہ نزاریہ کے امام دور اظہار میں جلوہ افروز ہیں تو مستعالیہ کے امام دور ستر میں امامت کو جاری و ساری

Presented by Ziaraat.Com

رکھے ہوئے ہیں۔اسی طرح اثنا عشری اپنے بارھویں امام کی امامت کو دور غیبت میں جاری وساری رہنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

امام کے قرشی ہونے کی بحث میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں کے نزدیک بہت ساری احادیث تواتر کے ساتھ آئی ہیں، جو بتاتی ہیں کہ ائمہ کی کل تعداد بارہ ہے، جو سب کے سب قرشی ہیں۔جس طرح سے ائمہ کے قرشی ہونے کی حد تک امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اسی طرح ائمہ کی تعداد بارہ ہونے میں بھی کوئی اختلاف نظر نہیں آتا ہے۔البتہ بارہ کے مصداق کے حوالے سے اہل سنت کے درمیان مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔شیعہ اثنا عشریہ میں بارہ خلفاء کے مصداق میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے۔شیعہ محدثین نے مختلف ادوار میں ان احادیث اور روایتوں کو جمع فرمایا ہے جو ائمہ کی تعداد بارہ بیان کرتی ہیں۔علامہ مجلسی نے بحارالانوار کی جلد دوم میں ایک پورا باب "**ما جاء فی الاثنی العشر**" کے نام سے تحریر کیا ہے، جس میں چوبیس احادیث کو جمع فرمایا ہے۔اسی طرح شیخ صدوق نے "الخصال" نامی کتاب میں تقریباً پچاس سے زائد احادیث اور روایتوں کو جمع فرمایا ہے۔اسی طرح اہل سنت محدثین کی کتب میں بھی بارہ خلفاء کے ثبوت میں تواتر کے ساتھ روایات موجود ہیں۔(۵۰)

مشہور عالم دین خواجہ نصیر الدین طوسی[۱] نے اپنی مشہور کتاب تجرید

۱۔اپنی ایک کتاب "التجرید الاعتقاد" کے نام سے تحریر کی ہے، جس کی شرح علامہ حلی نے تالیف کی، یہ اتنی عظیم شرح ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ "لولا کشف المراد لما فھمنا مراد تجرید الاعتقاد"۔اگر کشف المراد کی شرح نہ ہوتی تو تجرید الاعتقاد کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔حالیہ دنوں میں اس شرح کی بھی شرح بنام "شرح کشف المراد" علی محمدی نے تحریر کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

الاعتقاد میں ائمہ کے تعداد بارہ ہونے پر دلائل کو تحریر کیا ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ شیعہ اسماعیلیہ ان تمام احادیث کو قبول کرتے ہیں، جن میں ائمہ کی تعداد بارہ بیان ہوئی ہیں۔ البتہ ان احادیث کی تاویل کے قائل ہیں۔ ان احادیث کے مطابق حضرت مہدی بارہویں امام ہیں، جن کا نام محمد ہے۔ اس حد تک شیعہ اسماعیلیہ اور اثناعشریہ میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا ہے۔ البتہ اسماعیلیہ حضرت امام مہدی کے مصداق میں شیعہ اثناعشری سے اختلاف کرتے ہوئے حضرت عبیداللہ المہدی کو چند تاویلوں کے ذریعے امام مہدی کا مصداق قرار دیتے ہیں اور امام مہدی سے متعلق نظریات کو ان ہی سے منسوب کرتے ہیں۔ اسماعیلیہ کے مطابق حضرت عبیداللہ، امام مہدی کے مصداق ہیں ساتھ اسی امام مہدی سے نسل امامت کا جاری وساری رہنے کا نظریہ بھی رکھتے ہیں۔

(2/10) نظریہ مستقرہ و مستودعہ

شیعہ اثناعشریہ کے نزدیک تمام ائمہ مقام امامت میں سب کے سب مساوی ہیں۔ ان کے نزدیک امامت کے عنوان سے مستقرہ و مستودعہ کا کوئی نظریہ موجود نہیں ہے۔ یہ مذہب اسماعیلیہ کا ایک نظریہ ہے۔ یہ ایک فلسفیانہ نظریہ ہے ، جس کو سمجھنا کافی مشکل ہے۔[۱]

نظریہ مستقرہ اور مستودع کے مطابق ہر دور میں ائمہ مستقر کی کل تعداد سات ہوتی ہے۔ اولین امام ناطق اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے اور آخری امام متم ہوتا ہے۔ مشہور نزاری عالم ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب نے اپنے ایک انٹرویو میں نظریہ

۱۔ اسماعیلی نظریہ کے مطابق امامت کا نظریہ فلسفیانہ اور مشکل ہونا حکمت پر مبنی ہے کیونکہ حکمت اور حقیقت کی سمجھ ہر کسی کو نہیں ہوتی۔

Presented by Ziaraat.Com

مستقرہ و مستودعہ کو یوں بیان کیا "ناطق دور نبوت میں ہوتا تھا اب دور امامت ہے ناطق اس مفہوم میں نہیں جس مفہوم میں دور نبوت میں تھے۔ نیز نزاریوں کے نزدیک ائمہ سات نہیں بلکہ سات کے دائروں کی شکل میں قیامت تک لاتعداد ہیں۔ یہ بھی واضح ہو کہ امام مستودع کا ہر دور میں ہونا ضروری نہیں وہ صرف امام مستقر کا ایک امین یا حجاب ہوتا ہے اور اس کا براہ راست امام کا بیٹا یا پوتا ہونا بھی ضروری نہیں وہ امام کا بھائی اور عم زاد بھی ہو سکتا ہے اس لئے کی امامت اس کی نسل سے جاری نہیں ہوتی ہے۔"

بہر حال قدیم اسماعیلی مواد میں سات کے عدد کی اہمیت اور فضیلت بہت زیادہ بیان ہوئی ہے۔ مشہور اور معروف داعیوں نے سات کے عدد کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ائمہ مستقرہ سبعہ کو لکھا ہے۔[1]

مشہور اسماعیلی داعی ابو یعقوب بحستانی نے اس نظریہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ جس کو خلاصتاً یوں بیان کیا جاتا ہے۔ "اسی طرح واجب ہے کہ ائمہ کی تعداد ہر دور میں سات کے عدد پر تمام ہو کیونکہ تعداد مطلقہ سات کا عدد ہے، وہ اس طرح ہے کہ خط، سطح، جسم، مکان و زمان، عدد اور قول سے عبارت ہے کیونکہ عدد مطلقہ صرف ان اقسام میں وجود رکھتا ہے، ان کے غیر میں وجود نہیں رکھتا۔ واجب ہے کہ ائمہ کی تعداد مساوی ہو مطلقہ عدد کے۔" ائمہ مستقر کا ہر زمانے میں ہونا واجب اور لازم ہے۔

۱۔ عام طور پر اسماعیلیوں کو شش امامی (چھ اماموں کے ماننے والے) کہا جاتا ہے درحالانکہ یہ اصطلاح بالکل غلط ہے۔ یہ صرف حضرت جعفر صادق (شیعہ اثنا عشریوں کے چھٹے امام) کے بعد سے اپنے سلسلے امامت کو الگ کرنے کی وجہ سے شیعہ اثناعشریوں (ایران) میں اسماعیلیہ شش امامی سے مشہور ہوئے ورنہ چھ اماموں کا ان کا کوئی عقیدہ کبھی نہیں رہا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت آدم امام مستقر تھے تو ان کے وصی شیث بن آدم تھے۔ان کے دور کے اماموں کی تعداد چھ ہوتی ہے، جو امام ناطق یا اساس کیلئے حدود کہلاتے ہیں یعنی ہر ناطق کے چھ حدود ہوتے ہیں۔آخری اور ساتواں حدود امام متم اور ناطق کے مثل ہوتا ہے۔متم اس لئے کہ سات مستقر ائمہ کی سیریز ان پر تمام ہوتی ہے۔اس لئے امام متم کہلایا جاتا ہے اور ناطق کے مثل ہو کر ناطق اس لئے کہلاتا ہے کہ شریعت ظاہر کو معطل یا منسوخ کرتا ہے اور شریعت کے باطن کا اجراء کرتا ہے۔حضرت آدم ناطق ہیں اور ان کے چھ حدود جنہیں نائب، وصی اور باب بھی کہا جاتا ہے۔ان کے آخری اور ساتویں وصی حضرت نوح ہیں، جو امام متم ہونے کی حیثیت سے ناطق کے مثل ہیں۔اس لئے یہ دوسرے امام ناطق بھی ہیں۔انہوں نے حضرت آدم کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ان کے چھ حدود اور نائب ہیں۔آخری نائب اور باب جو ناطق کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ حضرت ابراہیم ہیں۔جنہوں نے شریعت نوح کے ظاہر کو معطل کیا، یہ تیسرے ناطق قرار پاتے ہیں۔ان کے باب اور وصی حضرت موسیٰ ہیں جو چوتھے ناطق ہیں، جنہوں نے حضرت نوحؑ کی شریعت کو معطل کیا۔ان کے آخری امام متم اور ناطق حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں، جنہوں نے شریعت موسیٰ کو معطل کیا اور پانچویں ناطق کا مقام حاصل کیا۔ان کے آخری متم امام حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ ہیں، جنہیں چھٹا ناطق ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ان کے اوصیاء اور حدود بھی کل چھ ہیں۔مولانا امام المعزلدین اللہ کی ایک دعا کے مطابق مندرجہ ذیل چھ ائمہ ان کے حدود ہیں۔(۱) حسن بن علی (۲) حسین بن علی (۳) علی بن حسین (۴) محمد بن علی (۵) جعفر بن محمد اور (۶) اسماعیل بن جعفر ہیں۔(۵۱)

Presented by Ziaraat.Com

ساتواں امام متم اور ناطق ہونے کے علاوہ سابع قائم بھی ہے۔ جس طرح چھ اوصیاء کی عظمت کی وجہ سے چھ کا عدد مقدس بنا ہے اور اللہ نے زمین اور آسمان کو چھ دنوں میں خلق فرمایا ہے۔ اسی طرح سات ائمہ مستقر کی عظمت کا اندازہ بھی سات کے عدد کے تقدس سے لگایا جا سکتا ہے۔ قدیم اسماعیلیہ مواد کے مطابق اسماعیلیہ نظریے کے مطابق اللہ کا دین سات ناطقوں پر مشتمل ہے، جس کے اول حضرت آدم اور آخری محمد بن اسماعیل ہیں۔ آپ ساتویں امام متم اور ناطق ہیں۔ آپ سے ساتواں دور شروع ہوتا ہے۔ آپ کے بعد آنے والے ائمہ سب کے سب آپ کے خلفاء ہیں، جو ائمہ مستودع کہلائے جاتے ہیں۔ مستودع اس لئے کہ یہ امام مستقر کی حیثیت سے امامت کی شان و شوکت کو جاری و ساری کرتا ہے۔ محمد بن اسماعیل کا دور آخری دور ہے، جس کے ناطق آپ خود ہیں۔ اسی لئے آپ کو خاتم النطقاء اور خاتم الرسل بھی کہا جاتا ہے۔[1]

جیسا کہ حضرت معز لدین اللہ اپنی ایک دعا میں عرض گزار ہیں۔ ''درود بھیج تو (اللہ) قائم بالحق اور ناطق بالصدق پر جو اپنے نانا رسول سے نویں اور اپنے باپ کوثر سے آٹھویں اور اپنے آباء سے ساتویں ہیں اور جو آدم سے ساتویں رسول اور شیث سے ساتویں وصی اور نیک اماموں سے ساتویں امام ہیں۔ درود اللہ کا ان سب پر جس طرح فرماتا ہے کہ ''پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پھر بلند ہوا وہ اللہ آسمان کی طرف۔'' تو مراد اس سے ناطقوں کے امر کا بلند ہونا ہے، قائم سابع سے۔ درود اللہ کا ان پر۔ جیسا کہ ابھی ہم نے ان کا ذکر کیا ہے اور وہ ایسے

ا۔ موجودہ اسماعیلیہ فرقے نزاریہ اور مستعالیہ ان نظریات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں البتہ ان نظریات کو قرمطی فرقہ آج بھی تسلیم کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں جنہیں تو نے مشرف، معظم اور مکرم کیا اور جن کے ذریعے سے تو نے عالم طبائع کو ختم کیا۔ اور شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کیا اور جن کی وجہ سے تو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، جس طرح وہ جور و ستم سے بھر دی جائے گی۔ جیسا کہ تیرے نبی نے اس کے متعلق خبر دی ہے۔ فرمایا آپ نے کہ ''مہدی ہم اہل بیت سے ہیں۔ ان کی ناک اٹھی ہوئی اور آنکھیں سرمگیں ہوں گی۔ وہ قرآن کے مترجم ہیں اور اس کی برہان کو روشن اور ظاہر کرنے والے ہیں۔ وہ روز قیامت، روز بعثت، روز فصل، روز تغابن اور روزِ نشور ہیں۔ اس روز ظالموں کا عذر مقبول نہ ہوگا۔ وہ صاحب نشو ہیں، جس کو تم نہیں جانتے۔ وہ تمام الکلمہ اور اول الفکر ہیں وہ سدرۃ المنتھٰی ہیں جس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ وہ جبارین کو مغلوب کرنے والے، متقین کی تائید کرنے والے اور روز جزا کے قائم مہدی باللہ امیر المومنین ہیں۔ درود بھیج تو ان خلفاء راشدین پر جو حق سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اے اللہ توفیق دے تو ان کو اصلاح و فلاح کی اور اس راز کو قوت دینے میں ان کی مدد کر، جو حق مبین ہے۔'' (۵۲) اس دعا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد بن اسماعیل کی حیثیت نہ صرف ساتویں اور آخری ناطق کی ہے بلکہ آپ ساتویں رسول بھی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی شریعت کے ظاہر کو بعد میں آنے والے نبی کے قیام سے معطل کیا۔ اسی طرح حضرت محمد اسماعیل بن جعفر صادق کے قیام نے محمدؐ کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ آپ قائم بالحق ناطق بالصدق، مہدی باللہ، یوم قیامت اور یوم جزا ہیں۔ آپ سے ساتواں دور شروع ہوا، جس سے عالم طبیعت کی انتہا اور دور روحانی کی ابتدا ہوئی۔ آپ کی نسل سے جو ائمہ ہوئے اور آئندہ ہوں

Presented by Ziaraat.Com

گے، وہ سب آپ کے خلفاء راشدین ہیں، جو حق سے حکومت کرتے ہیں۔ حضرت امام محمد اسماعیل کی حیثیت دیگر تمام ائمہ سے منفرد ہے کیونکہ آپ کا کوئی متم نہیں ہے، اور نہ ہی آپ خود متم ہیں۔ آپ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ سے دور ستر پورا ہوا اور دور کشف شروع ہوا اور چھٹے رسول کی شریعت منسوخ ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت معز لدین اللہ نے اپنی دعا میں آپ کیلئے قائم بالحق، ناطق بالصدق، آدم سے ساتویں رسول کہا ہے۔ ائمہ مستقر سات کے عدد کے برابر میں ہونے میں اسماعیلیت کے آپس میں دو رائے نہیں پائی جاتی اور نہ ہی محمد بن اسماعیل کے آخری امام مستقر اور سابع النطقاء ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسماعیلیہ مستعالیہ کے نظریہ کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب امام نہیں ہیں، بلکہ رسول اللہ کے باب الابواب اور وصی ہیں اور امامت کی اساس ہیں۔ حضرت حسن ابن علی پہلے امام ہیں اور ایسا ہونے میں سات کا عدد مصداق کے مطابق ہوگا لیکن موجودہ اسماعیلی نزاری حضرت علی ابن ابی طالب کو پہلا امام مانتے ہیں۔ حضرت حسن ابن علی کو امام مستقر کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے لیکن قدیم اسماعیلی اور غیر اسماعیلی تحریرات میں اس عقیدے کی تائید نہیں ملتی ہے لیکن اسماعیلی مذہب کا دوسرا فرقہ اسماعیلیہ مستعالیہ فرقہ کے نزدیک اب بھی حضرت حسن بن علی ہی پہلے امام ہیں۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ اسماعیلی فرقے بالخصوص قرامطیہ کے نزدیک ائمہ کی تعداد سات ہے، جن کے آخری امام حضرت محمد بن اسماعیل ہیں۔ محمد بن اسماعیل کے بعد بننے والے تمام ائمہ ان کے خلفاء اور نائبین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق حضور ﷺ نے جس مہدی کی توصیف اور پیشگوئی کی تھی، اس سے مراد بھی

Presented by Ziaraat.Com

محمد بن اسماعیل ہیں۔ سات ائمہ اور محمد بن اسماعیل کے بارے میں جن نظریات کا ذکر ہوا، موجودہ اسماعیلی مذہب ان نظریات کا قائل نہیں ہے۔ البتہ یہ تمام نظریات اب بھی اسماعیلیت کی قدیم شاخ مذہب قرامطہ میں پائے جاتے ہیں۔

(2/11) فرقہ قرامطہ

اسماعیلی سلطنت کے مغرب میں قیام کے بعد حضرت عبداللہ المہدی نے امامت کا دعویٰ کیا۔ ۲۹۶ھ میں عبداللہ المہدی کے مغرب میں ظہور کے بعد اسماعیلی نظریہ امامت میں ایک بنیادی تبدیلی آئی کہ امام مستودع کا مقام بھی امام مستقرہ کے برابر کیا گیا اور امامت کو سات کے بجائے آگے بھی جاری وساری کیا گیا۔ مذہب اسماعیلیہ میں ائمہ مستقرہ کی تعداد سات ہونے کا نظریہ شروع سے موجود تھا جبکہ عبداللہ المہدی گیارویں امام تھے۔ اس لئے انہیں اپنے کو امام مستقر کے طور پر منوانے میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض اسماعیلی خصوصاً بحرین کے اسماعیلیوں نے انہیں نظریہ مستقرہ کے مطابق امام مستقر تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یوں امامت مستقرہ کو سات ائمہ سے آگے جاری کرنے پر اختلاف پیدا ہوا۔ عبداللہ المہدی نے سب سے پہلے اپنے کو امام مستقر کے طور پر متعارف کرایا تو اکثر اسماعیلیوں نے اپنے اس قدیم عقیدہ میں تبدیلی کو قبول کرنے سے انکار کیا اور استقراری امامت کو سات ائمہ پر ہی منتج مانا۔ اسی نظریہ پر باقی رہنے والے قدیم اسماعیلی بعد میں قرامطہ سے مشہور ہوئے۔ اس کے برعکس جن اسماعیلیوں نے عبداللہ المہدی کی امامت کو قبول کیا اور استقراری امامت کے نظریہ کے مطابق آپ کو امام مستقر قبول کیا۔ یہ لوگ شیعہ اسماعیلی کے قدیم نام اسماعیلی ہی سے مشہور

Presented by Ziaraat.Com

رہیں، جو فاطمین سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ اس بحث کو فرہاد دفتری یوں نقل کرتے ہیں: ''۲۸۶ھ/۸۹۹ء میں امامت کے مسئلے میں اوّلین اہم تفرقہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے متحدہ اسماعیلی تحریک میں شگاف پڑ گیا۔ اب اسماعیلی دو حریف کیمپوں یعنی وفادار اسماعیلی اور منحرف قرمطیوں میں تقسیم ہو گئے۔ وفادار اسماعیلیوں نے جو اسماعیلی امامت میں تسلسل کے حامی تھے، فاطمی خاندان کے بانی (عبداللہ المہدی) اور ان کے جانشینوں کو بطور ائمہ تسلیم کیا۔ قرمطیوں نے جو بحرین میں متمرکز تھے، فاطمی خلفاء کی امامت کو تسلیم نہیں کیا اور مرور زمانہ کے ساتھ انہوں نے فاطمیوں کی مخالفت کی۔۔۔۔۔۔ محمد بن اسماعیل کی وفات کے بعد مبارکہ کے فرقے بن گئے۔ ایک جماعت نے جو اکثریتی جماعت تھی اور جسے امامی ملل ونحل نویسوں نے منحرف قرمطیوں کا قریبی پیشرو کہا ہے، محمد بن اسماعیل کی وفات سے انکار کیا۔ انہوں نے محمد کو اپنا ساتواں اور آخری امام مانا اور مہدی یا قائم کی حیثیت سے ان کی عنقریب رجعت کا انتظار کیا۔۔۔۔ ایک اور جماعت نے جو بہت چھوٹی اور نہایت غیر معروف تھی محمد بن اسماعیل کی وفات کا اقرار کیا اور ان کے بعد ان کی نسل میں امامت کے تسلسل کی قائل ہو گئی۔'' (۵۳)

یہی وجہ تھی کہ عبداللہ المہدی کے اعلان امامت کے بعد شیعہ اسماعیلیہ ہمیشہ کیلئے دو فرقوں اسماعیلیہ فاطمیہ اور اسماعیلیہ قرامطہ میں منقسم ہوئے۔ قرامطہ نے ابوعبداللہ کی امامت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے قدیم بنیادی نظریات کے ذریعے ابوعبداللہ کی امامت کے خلاف دلائل بیان کئے تو دوسری طرف ابوعبداللہ نے امامت سے متعلق قدیم نظریات میں اعتدال پیدا کرنے کیلئے ایک اصلاحی

Presented by Ziaraat.Com

تحریک چلائی تاکہ اپنے مقام امامت کو قدیم اسماعیلی نظریات اور اصل واقعات کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکے۔ اس اصلاحی تحریک کے ذریعے آپ نے اپنے اور اپنے اسلاف (ائمہ مستورین) کے رتبے کو مہدی منتظر کے حجّت کے مقام سے امام کے مقام تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد ائمہ کا تسلسل جاری وساری رہا۔ یوں اب اسماعیلی ائمہ کی تعداد نہ تو سات رہی اور نہ بارہ رہی۔

عبداللہ المہدی کی امامت کو تسلیم نہ کرنے والے اسماعیلیوں کو اسماعیلی قرامطہ کا نام دیا گیا۔ ''و تشعبت بعد ذلک فرقة منهم من المبارکة ممّن قال بامامة محمد بن اسماعیل تسمی القرامطة سمّیت بذلک لرئیس کان لهم من اهل السواد من الانباط. کان یلقب بقرمطویة. (۵۴)

اب فرقہ قرامطہ کا وجود تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ اس لئے نظریہ مستقرہ و مستودع بھی ایک غیر اہم موضوع بن گیا ہے کیونکہ موجودہ اسماعیلیہ امامت کو مستقرہ و مستودع سے معنون نہیں کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جات

(۱) لوئیس معروف، المنجد، ص ۱۵، للطبعة الکاثولیکیّة، بیروت

(۲) شریعتی ڈاکٹر علی، امّت اور امامت ص ۱۶۲ مترجم سید محمد موسیٰ رضوی ادارہ ن والقلم ۲۰۰۰ء

(۳) مجلسی محمد باقر، اثبات امامت ج ۳، باب ۲، ص ۱۰، مترجم بشارت حسین کامل مرزا پوری، مجلس علمی اسلامی، پاکستان

(۴) اثبات امامت، ص ۲۱۹، بحوالہ النکت الاعتقادیہ، ص ۲۸

(۵) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تفہیمات الٰہیہ، ج ۲، ص ۸

(۶) امت اور امامت، ص ۱۶۶

(۷) محمد طاہر القادری، القول المعتبر فی امام المنتظر، مارچ ۲۰۰۲ء منہاج القرآن پبلیکیشنز، ماڈل ٹاون لاہور

(۸) آغا خان (سوم) ہز رائل پرنس دی میمائرس آف، اسلام میرے موروثوں کا مذہب، ص ۱۹، ترجمہ جون ایلیا، شائع کردہ شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس، ۱۔۲۳۰ ڈیکروز روڑ گارڈن ایسٹ کراچی

(۹) امت اور امامت، ص ۱۶۸

(۱۰) امت اور امامت، ص ۱۶۹

Presented by Ziaraat.Com

(۱۱) علامہ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص،۱۹۶، مترجم مولانا سعداللہ خان یوسفی، ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ، کراچی تاریخ اشاعت ندارد

(۱۲) الشاکری، حسین، سیرۃ الامام جعفر الصادق (ع)، عدد الأجزاء: ۲، ص۱۵، دار النشر: نشر الہادی، الطبعۃ: الأولی، سنۃ الطبع: ۱۴۱۷ھ۔ ق، قم

(۱۳) الامینی حسین، شیعیت کا مقدمہ، ص ۲۰۷، کریم پبلیکیشنز اردو بازار، بحوالہ اوائل المقالات، ص ۷۸، مطبوعہ ایران

(۱۴) الترمذی، محمد بن عیسی بن سَوْرۃ بن موسی بن الضحاک، أبو عیسی، سنن الترمذی، عدد الأجزاء: ۵، ص ۳۳۱، مصدر الکتاب: موقع وزارۃ الأوقاف المصریۃ، http,www//islamic-council.com، وقد أشاروا الی جمعیۃ المکنز الاسلامی۔ ہاشم معروف حسنی، سیرت مصطفیٰ، ص ۵۴۷، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، پاکستان

(۱۵) قاضی نعمان، ابو حنیفہ بن محمد، دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۳۰، مترجم یونس شکیب مبا کپوری، ادارہ ادبیات، سورت، بھارت

(۱۶) القرآن، سورہ مائدہ آیت ۵۵

(۱۷) المنجد، ص ۸۸۳

(۱۸) الاشعری، سعد بن عبداللہ ابی خلف، المقالات و الفرق، ص ۱۴۰، مرکز انتشارات وفرہنگی، ایران، چاپ دوم ۱۳۶۰

Presented by Ziaraat.Com

(۱۹) دعائم الاسلام، ص ۸۷

(۲۰) علی ربانی گلپائیگانی، فرق و مذاہب کلامی، ص ۲۷ بحوالہ ملل والنحل ج ا ص ۲۹۱، شہرستانی

(۲۱) المذاہب الاسلامیہ، ص ۱۷۸

(۲۲) فرہاد دفتری، اسماعیلی تاریخ و عقائد، ص ۹۲، مترجم عزیز اللہ نجیب، اقبال برادرز پبلیشرز پاکستان چوک، ۱۹۹۷ء، کراچی بحوالہ العظیمی، ص ۲۸۶، اور ابن العدیم "زبدۃ الحلب" در RHCHO، ج ۳، ص ٦۱٦

(۲۳) اصول کافی، حدیث ۸ ص ۲۱

(۲۴) القرآن، سورہ آل عمران آیت ۲۸

(۲۵) القرآن، سورہ مائدہ آیت ۵٦

(۲٦) ابن کثیر حافظ عماد الدین ابو الفداء، تفسیر ابن کثیر، ج ا، ص ۸۰۷، مترجم مولانا محمد جوناگڑھی، حدیبیہ پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور

(۲۷) القرآن، سورہ احزاب آیت ٦

(۲۸) القرآن، سورہ اسرائیل آیت ۱۱۱

(۲۹) القرآن، سورہ سجدہ آیت ۲۴

(۳۰) القرآن، سورہ النساء آیت ۱۰۵

(۳۱) علی محمدی، شرح کشف المراد، ص ۳۵۵، ناشر انتشارات دار الفکر، قم، ۱۳۸۲ھ

(۳۲) اثبات امامت، ج ۳، باب ۲، ص ۳٦، مترجم سید بشارت حسین کامل مرزا

Presented by Ziaraat.Com

پوری، مجلس علمی اسلامی، پاکستان
(۳۳) اثبات امامت، ج۳، باب۲، ص۳۴
(۳۴) القرآن، سورہ احزاب آیت ۳۳
(۳۵) القرآن، سورہ انعام آیت ۱۴۵
(۳۶) القرآن، سورہ توبہ آیت ۱۲۵
(۳۷) القرآن، سورہ انعام آیت ۵۹
(۳۸) القرآن، سورہ عمران آیت ۱۷۹
(۳۹) اسلام کے بنیادی عقائد، ص ۲۸۷ ج ۴
(۴۰) صدوق، ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، الخصال، ص ۵۲۸ ج ۲، موسسة النّشر الاسلامی التابعة الجماعة المدرسین قم،
(۴۱) احقاق الحق ج ۱۳، ص ۳۰، ینابع المودة لذوی القربیٰ، قندوزی، حدیث ۹۰۹، جلد۲، ص ۳۰۵،
(۴۲) صدوق، ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، کمال الدین وتمام النعمة، جاول، ص ۲۴۵، گروہ مترجمین، الکساء پبلیشرز، نارتھ کراچی، اشاعت دوئم ربیع الثانی، ۱۴۲۳ھ
(۴۳) القرآن، سورہ توبہ آیت ۳۲
(۴۴) البرہان فوری، علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، ص ۱۷۳، ج ۱، المحقق: بکری حیانی، صفوة السقا، مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱م، مدینہ۔ سنن ترمذی،

Presented by Ziaraat.Com

ج ۲، ص ۷۰۳۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳ ص ۱۴

(۴۵) شیرازی، ناصر مکارم، اصول عقائد، ص ۲۸۶، معارف اسلام پبلیشرز، تاریخ اشاعت ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ، قم، بحوالہ بحار الانوار ج ۶، چاپ قدیم، ص ۱۶

(۴۶) القرآن، سورہ انعام آیت ۱۲۲

(۴۷) القرآن، سورہ نساء آیت ۵۹

(۴۸) مقدمہ ابن خلدون، حصہ اول، ص ۴۵۶

(۴۹) البخاری، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ، الجامع الصحیح المختصر (صحیح بخاری)، ص تحقیق مصطفیٰ دیب البغا أستاذ الحدیث وعلومہ فی کلیۃ الشریعۃ، جامعۃ دمشق، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء

(۵۰) القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج ۲، حدیث ۱۸۲۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۳، ۴، حدیث ۳۰۹

(۵۱) زاہد علی ڈاکٹر، ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام، ص ۹۲، مکتبہ بیّنات، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(۵۲) ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام، ص ۹۴

(۵۳) فرہاد دفتری، اسماعیلی تاریخ کا مختصر جائزہ، ص ۸۹

(۵۴) الاشعری، سعد عبداللہ ابی خلف القمی، کتاب المقالات والفرق، ص ۸۳

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی آیات

(۱) فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (الحدید: ۱۵)(۲۱)

(۲) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۔(۲۴)

(۳) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۲۶)

(۴) النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا. (۲۷)

(۵) إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۔(۳۰)

(۶) إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (۳۴)

(۷) قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ

Presented by Ziaraat.Com

"يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ
فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ
رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" (۳۵)

(۸) "وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ
وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ .(۳۶)

(۹) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ
الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ .(۳۷)

(۱۰) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ
مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ
عَظِيمٌ .(۳۸)

(۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ
مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ
كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ
تَأْوِيلًا. (۴۷)

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی احادیث مع ترجمہ

(۱) واللہ ما کانت لی فی الخلافة رغبه و لا فی الولایةاربه . خدا کی قسم مجھے خلافت کا کوئی شوق نہیں اور نہ ہی ولایت کی خواہش ہے۔" (۹)

(۲) من قال اننا أنبیاء فعلیه لعنة اللّٰه و من شک فی ذلک فعلیه لعنة اللّٰه ۔ جس نے ہمیں نبی قرار دیا اس پر خدا کی لعنت ہے اور جس نے اس مسئلہ میں شک کیا اس پر بھی خدا کی لعنت ہے۔ (۱۲)

(۳) أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّى بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا أَنَّهُ لاَ نُبُوَّةَ بَعْدِی۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارون کا موسیٰ سے تھا سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (۱۴)

(۴) ------ اے بنی عبد المطلب؛ میری اطاعت کرو تو تم سب زمین----" میں یقین سے کہتا ہوں کہ اب تک پروردگار عالم نے دنیا میں جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان میں سے ہر ایک کیلئے وصی اور وزیر، وارث اور ولی مقرر فرمایا تھا تو آج تم میں کون ایسا جوان مرد ہے جو میرا وصی، وارث، ولی اور میرا وزیر بنے گا۔" (۱۵)

(۵) بنی الاسلام علی الخمس: الصلوٰة و لزکاة، و الصوم والحج والولایة. اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت۔ (۲۳)

(٦) وقالَ الصادقؑ: یبسط لنا فنعلم، و یقبض عنّا فلا نعلم، و ال

Presented by Ziaraat.Com

امام یولد و یلد، و یصحّ و یمرض، و یاکل و یشرب، و یبول و یتغوّط، و یفرح و یحزن،و یضحک و یبکی، و یموت و یقبر، و یزاد فیعلم، و دلالته فی خصلتین: فی العلم و استجابة الدّعوة ، و کلّما اخبربه من الحوادث الّتی تحدث قبل کونها کذالک بعهد معهود الیه من رسول اللہ ﷺ توارثه من آبائه. ہمارے علم وعدم علم کی بنیاد خدائی بست وکشاد پر ہے وہ جب چاہتا ہے ہم جان لیتے ہیں اور وہ نہ چاہے تو نہیں جان سکتے ہیں۔امام دوسرے افراد کی طرح پیدا بھی ہوتا ہے اور کھاتا پیتا بھی ہے اور بول براز بھی کرتا ہے۔وہ خوش اور رنجیدہ بھی ہوتا ہے۔وہ ہنستا اور روتا بھی ہے۔وہ مرتا اور دفن بھی ہو جاتا ہے اور اس کے علم میں اضافہ بھی ہوتا ہے لیکن اس کا امتیاز دو چیزوں میں ہے۔ایک علم اور دوم قبولیت دعا۔امام تمام حوادث کے وقوع سے پہلے اطلاع دے سکتا ہے کہ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عہد ہوتا ہے جو اسے وراثت میں ملتا ہے۔"(۴۰)

(۷) انی تارکُ فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض . میں تمھارے درمیان دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں "قرآن" اور "میرے اہل بیت"۔یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے جدا نہ ہونگے۔یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔"(۴۴)

Presented by Ziaraat.Com

(۸) مَن ماتَ و لم یعرف اِمامَ زَمانِهِ مَاتَ مِیتةَ الجاهیلّة. جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر مر گیا، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔"(۴۵)

(۹) من اطاعنی فقد اطاع الله و من عصانی فقد عصی الله و من اطاع الامام فقد اطاعنی و من عصی الامام فقد عصانی (۴۹). جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے امام کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امام کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔ "

(۱۰) حدّثنا ابو علی احمد بن الحسن بن علی بن عبدربّه القطّان قال: حدّثنا ابو یزید محمد بن یحی بن خالد بن یزیدالمروزیّة فی ربیع الاول سنة اثنین و ثلاثمائة قال: حدثنا اسحاق بن ابراهیم الحنظلیّ فی سنة ثمان و ثلاثمائتین و هو المعروف باسحاق بن راهویه قال : حدثنا یحی بن یحی قال حدثناهشیم عن مجالد، عن الشّعبیّ ، عن مسروق قال: بینا نحن عند عبد الله بن مسعود نعرض مصاحفناعلیه اذ قال له فتی شابٌ : هل عهد الیکم نبیُّکم ﷺ کم یکون من بعده خلیفة؟ قال: انّک لحدث السنّ و انّ هذا شئی ما سالنی عنه احد قبلک، نعم عهد الینا نبیّنا ﷺ انّه یکون بعده اثنا عشر خلیفة بعدد

Presented by Ziaraat.Com

نقباء بنی اسرائیل. (الخصال)و بهذه الاسناد عن ابی ، خالد عن طفیل عامر بن وائلة قال کان عبدالله بن مسعود بالکوفة فاجتمع الیه الناس و سمعوا منه الاحادیث فقام الیه رجل فقال له یا عبدالله هل عهد الیکم نبیکم کم یکون بعده من خلیفة فرفع راده الیه و قال له هذا مسالة ما سالنی عنها احد منذ قدمت العراق بلی سالناه عن عدد الخلفاء بعده (ص) فقال اثنی عشر عدد نقباء بنی اسرائیل. اوراسی سلسلہ سے ابوخالد نے ابوطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود کوفے میں تھے کہ اسی اثناء ان کے پاس لوگ جمع ہوکران کی حدیثیں سننے لگے تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر سوال کیا۔

اے عبداللہ بن مسعود کیا تمہارے نبی نے تم لوگوں کو یہ بھی بتایا ہے کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہونگے ؟ تو عبداللہ بن مسعود نے سر اٹھا کر اس سے کہا: اے شخص میں جب سے سرزمین عراق پر وارد ہوا ہوں، مجھ سے اب تک کسی شخص نے یہ بات دریافت نہیں کی تھی۔ سنو! ہم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد آپ کے کتنے جانشین ہوں گے تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس طرح حضرت یعقوب کی اولاد میں بارہ نقیب گزر رہیں میری اولاد میں سے میرے بارہ جانشین ہوں گے۔ "(۵۰)

Presented by Ziaraat.Com

باب سوم

(3) ائمہ اثنا عشری اور اسماعیلی کا تقابلی جائزہ، تاریخ کے تناظر میں

اس باب میں ائمہ اہل بیت کی زندگی اوران کی امامت کا مستند تاریخی مواد کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ نیز امامت کے حوالے سے شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی کے درمیان پائے جانے والے اختلافی نظریات کا بھی تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ خصوصاً وہ ائمہ جن کے بعد نیابت پر شیعیت مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئی، ان پر مستند بنیادی مواد سے تحقیق کی گئی ہے۔

صفات و مقام امامت میں شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی میں کوئی خاص اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، لیکن امام کی شناخت اور مصداق میں اختلافات موجود ہیں۔ دونوں کا نظریہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین اول حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی قرآنی آیات حضرت علی کی امامت کے ثبوت کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ مشہور شیعہ عالم عبداللہ شبّر نے اپنی کتاب حق الیقین میں ان تمام آیات کو جمع کیا ہے اور تمام قدیم وجدید تفاسیر کے مطابق یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی کی امامت قرآن سے ثابت ہے۔[1]

علاوہ ازیں رسول اکرم ﷺ کی کئی احادیث بھی حضرت علی کی امامت

۱۔ المائدہ آیت ۳، ۵۴، ۵۵، التوبہ آیت ۱۱۹، المعارج آیت ۲، الحدید آیت ۱۹، النجم آیت ۱۲، الاحزاب آیت ۳۳، الرعد آیت ۷، ۴۳، العمران آیت ۶۱، ۱۰۳، البقرۃ آیت ۱۲۴، ۲۰۷، الصاف آیت ۲۴، البیّنۃ آیت ۷، الشوریٰ آیت ۲۳، مریم آیت ۹۶، الزخرف آیت ۴۵، الحاقۃ آیت ۱۲، سورہ دھر آیت، الانفال آیت ۶۲، ۶۴، التحریم آیت ۴۔

Presented by Ziaraat.Com

میں موجود ہیں۔ ان میں سے حدیث یوم الدار، حدیث ثقلین، حدیث منزلت، حدیث غدیر، حدیث طیر اور حدیث سفینہ بہت زیادہ مشہور ہیں۔ یہ وہ احادیث ہیں، جنہیں تواتر کے ساتھ تمام شیعہ اور سنی محدّثین نے نقل کیا ہے اور ساتھ ہی ان احادیث کے مصداق حضرت علی کے ہونے میں محدّثین میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ مفاہیم میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔[1]

شیعہ حضرت علی کی امامت کے حق میں نقلی دلائل کے علاوہ متعدد عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ سب سے بنیادی عقلی دلیل مسئلہ افضل و مفضول کے حوالے سے دی جاتی ہے۔ یقیناً یہ ایک بنیادی سوال ہے کہ کیا کمالات و فضائل میں کسی اعلیٰ وارفع کو چھوڑ کر نسبتاً کم فضلیت والے کو امام قبول کیا جا سکتا ہے؟

حضرت علی بن ابی طالب رسول اکرم ﷺ کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں برتری کے حامل شخص تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ (حضرت علی) کے دشمنوں اور دوستوں نے آپ سے متعلق بہت بحث اور تحقیق کی ہے۔ تاہم کوئی شخص بھی آپ کے ایمان میں کوئی ضعیف نکتہ دریافت نہیں کر پایا اور نہ ہی کسی نے آپ کے علم، تقویٰ، عدالت، شجاعت اور دوسرے پسندیدہ اخلاق میں کوئی خامی دیکھی۔ شیعی نظریہ کے مطابق رحلت رسول ﷺ کے وقت حضرت علی سے زیادہ افضل کوئی اور موجود نہیں تھا، جس کو خلیفۃ الرسول بننے کا حق حاصل ہوتا۔ اللہ کے رسول ﷺ

۱۔ ان احادیث کی تفصیل کیلئے کتاب ''کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد''، ص ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸ اور آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی کی کتاب ''اصول عقائد''، ص ۲۵۵ تا ۲۸۷ اور ''حق الیقین''، ص ۲۷۴ تا ۲۸۲، ج اول کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

نے اسی لئے اپنی حیات طیبہ میں متعدد مواقع پر حضرت علی کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان کیا تھا۔ شیعہ اسی نظریے کے تحت حضرت علی کو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ جبکہ دیگر مسلمان اس نظریہ سے اتفاق کرتے ہوئے نظر نہیں آتے ہیں۔ شیعہ اور سنی کے درمیان رسول اکرم ﷺ کی نیابت پر نزاع اور اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے کہ آیا افضل کے ہوتے ہوئے مفضول خلافت اور نیابت کا حق رکھتا ہے؟ اس میں دو رائے نہیں ہیں کہ عقل مفضول کو افضل پر قطعاً مقدم نہیں کرتی ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان حضرت علی کی امامت اور اس کے مقام و منزلت پر اختلاف نہیں ہے۔ لیکن شیعہ اسماعیلیہ اس حوالے سے منقسم نظر آتا ہے۔ مذہب اسماعیلیت میں یہ افتراق ''نظریہ ائمہ مستقرہ اور مستودع'' کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ قدیم اسماعیلیوں کے مطابق ائمہ مستقرہ کل سات ہیں۔ اسی لئے انہیں فرقہ سبعیہ (سات ائمہ کے ماننے والے) بھی کہا جاتا ہے۔ ساتویں اور آخری مستقر امام حضرت محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہیں۔ اگر امامت کو حضرت علی سے شروع کیا جائے تو ائمہ مستقرہ کی تعداد آٹھ بنتی ہے۔ ظاہراً یہ علت اور سبب نظر آتا ہے کہ سات کے عدد کے ثبوت کیلئے قدیم مذہب اسماعیلیہ کے ماننے والوں نے حضرت علی کو پہلے امام کے بجائے اسے اساس اور باب الابواب قرار دیا اور حضرت حسن بن علی کو پہلا امام قرار دیا۔ اسماعیلیہ مستعالیہ (داؤدی اور سلیمانی دونوں فرقے) اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک امامت حضرت علی بن ابی طالب سے پھوٹی ہے اور حضرت حسن بن علی پہلے امام ہیں۔ لیکن شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ کے نزدیک حضرت علی بن ابی طالب پہلے امام ہیں۔ البتہ امام حسن امام مستقر نہیں ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ان کے نظریے کے مطابق امام حسن امام مستودع (care taker) امام ہیں۔ یوں ان دونوں تاویلات کے ذریعے ہی سے حضرت محمد بن اسماعیل آخری امام مستقر بن جاتے ہیں۔ مذہب قرامطہ کے نزدیک بھی ائمہ مستقرہ کی تعداد سات ہے، لیکن وہ ان دونوں تاویلات کے حق میں نہیں۔ ان کے نزدیک حضرت اسماعیل بن جعفر امام نہیں ہیں۔ قرامطہ کے نظریہ کے مطابق حضرت اسماعیل بن جعفر صادق امام قائم کی زندگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ان پر نص امامت ہونے یا نہ ہونے کی دونوں صورتوں میں وہ امام نہیں ہیں۔ اگر نص امامت ہوئی ہے تو اس صورت میں قائم کی موجودگی میں امام کا منصب ان کو نہیں مل سکتا تھا، اس لئے وہ امام نہیں رہے۔ ورنہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ امام قائم یعنی جعفر صادق نے ان پر نص امامت نہیں کی تھی۔ پس مذہب اسماعیلیہ کے ان تینوں فرقوں کے نزدیک محمد بن اسماعیل آخری امام مستقر ہیں لیکن تینوں فرقوں کے نزدیک آخری اور ساتویں امام ثابت کرنے کے نظریات الگ الگ ہیں۔ یوں ائمہ مستقرہ کے مصادیق میں اختلاف موجود ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ، اسماعیلیہ نزاریہ اور قرامطہ کے نزدیک حضرت علی امام اول ہیں جبکہ اسماعیلیہ مستعالیہ (بوہرے) کے نزدیک حضرت حسن بن علی امام اول ہیں۔ حضرت حسن حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت فاطمہ الزہراء کے پہلے فرزند تھے۔ آپ نے نیمہ ماہ رمضان ۳ھ میں دنیا میں آنکھ کھولی۔ حضرت علی بن ابی طالب جیسے باپ اور فاطمہ جیسی ماں کے سایہ میں بہترین تربیت و رشد اور نشو ونما پائی۔ آپ کی ولادت پر آپ کے نانا نے آپ کا نام حسن رکھا۔ خاندان رسالت کے اولین فرزند مرسل اعظم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مکمل آئینہ دار تھے۔ پیغمبر خدا

Presented by Ziaraat.Com

ﷺ اس نومولود سے خاص عشق و محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں حضرت حسن و حضرت حسین کی فضیلت میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں، جن میں سے بعض احادیث ایسی ہیں جو ان دونوں کی امامت کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ جیسے کہ حدیث مبارکہ ہے۔ ''حسن و حسین اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں اور نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔''(۱) ۱ بہرحال باپ کی جدائی کے بعد حضرت حسن مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ امامت کو حضرت حسن اپنا الٰہی حق سمجھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے بچپنے میں ایک شخص کو منبر رسول ﷺ پر سے نیچے اترنے کا اصرار کیا اور خود کو اس منبر کا وارث قرار دیا۔ جہاں تک اموی خلیفہ معاویہ سے حضرت حسن بن علی کی صلح کا تعلق ہے تو حضرت حسن نے حکومت (دنیاوی منصب) کو معاویہ کے سپرد کیا تھا لیکن منصب امامت (الٰہی حکومت) کو معاویہ کے حوالے ہرگز نہیں کیا تھا۔۲

شیعوں کے جتنے بھی فرقے ہیں وہ حضرت حسن بن علی کی امامت کے قائل ہیں۔ سوائے شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ (آغاخانیہ) کے جو حضرت حسن کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت حسن کی امامت کے کیوں

۱۔ یہ حدیث قدیم مواد میں تواتر کے ساتھ آئی ہے لیکن بعد کے مواخذ میں حدیث کے دوسرے حصہ کو کثرت سے بیان کیا جاتا ہے ورنہ حدیث کے حصہ اول میں حسنین کی امامت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ لہذا حضرت حسن کی امامت سے انکار ممکن نہیں اور اسی طرح سے حدیث میں حضرت علی کی امامت کا ثبوت بھی واضح ہے۔

۲۔ صلح امام حسن اور اس کے پس منظر پر ایک عمیق اور تفصیلی تحقیق علامہ ذیشان حیدر جوادی نے اپنی کتاب ''نقوش عصمت'' میں پیش کی ہے، تفصیل کیلئے اس کی کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قائل نہیں ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث بعد میں آئے گی۔

(3/1) حضرت حسن و حسین کی امامت

اکثر سیرت نگاروں نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی امامت پر مختلف جہتوں سے بحث کی ہے۔ حضرت حسن و حسین کی امامت میں متعدد احادیث روایت کی جاتی ہیں۔[1]

حضرت حسن کو ان کے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق خلیفہ (امام) منتخب کر لیا گیا اور لوگوں نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ امامت کا منصب سنبھالنے کے بعد چھ ماہ تک شام و مصر کے علاوہ اسلامی ممالک کا انتظام آپ کے ہاتھ میں رہا اور آپ اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ فرہاد دفتری حضرت حسن بن علی کی خلافت اور اس وقت کے حالات کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ ''تقریباً چالیس ہزار کوفیوں نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے فرزند اکبر حسن بن علی کو اپنے والد کی رحلت کے بعد تختِ خلافت پر بٹھایا۔ مگر معاویہ کئی سالوں سے منصب خلافت حاصل کرنے کے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ بلاشبہ اب معاویہ کی قوت بالکل چیلنج بن گئی تھی اور وہ (حضرت) حسن کو خلافت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو گیا۔ حضرت حسن اور معاویہ کے مابین کش مکش کی تاریخ اور سلسلہ وار واقعات و حالات نیز وہ شرائط جن کے تحت (حضرت) حسن خلافت سے

۱۔ ''الحسن و الحسین امامان قاما اَو قَعدا، اللّٰھمّ انّی اُحبّھما فاحبّ من یحبّھما ۔ میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں خواہ یہ اٹھ کھڑے ہوں یا خواہ بیٹھ جائیں،۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو انہیں اپنا محبوب رکھ جو ان سے محبت کرتے ہیں۔'' بعض علماء نے اس حدیث میں کھڑے ہونے سے مراد امام حسین کا جہاد اور بیٹھنے سے مراد امام حسن کی صلح تعبیر کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دستبردار ہوکر مدینہ گئے تھے، کافی حد تک مبہم ہیں۔ تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ برقرار ہے کہ حسن کی کنارہ کشی کے بعد خلافت بڑی آسانی سے اموی حریف کو ملی، جسے صوبوں میں بڑی تیزی کے ساتھ، ماسوا شیعہ اور خوارج کے مسلمانوں کی اکثریت نے نئے خلیفہ کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ معاویہ نے بڑی چابکدستی کے ساتھ قصاص عثمان کے بہانے سے قیادت پر قبضہ کیا اور اموی خلافت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ جس نے تقریباً ایک صدی تک (۴۱ تا ۱۳۲ھ/ ۶۶۱ تا ۷۵۰ء) موروثی طرز پر اسلامی مملکت پر حکمرانی کی۔ ان پیشرفتوں کے نتیجے میں شیعی مذہب اپنی قدیم تاریخ کے مشکل ترین دور میں داخل ہوا اور شیعہ بنی امیہ کے ہاتھوں شدید اذیتوں کے شکار ہوئے۔ معاویہ کی آخری فتح کے ساتھ حضرت علی اور آپ کے خاندان کے غیر شیعی حامیوں کے باقی ماندہ لوگ یا تو منحرف ہوکر فاتح گروہ میں شامل ہوگئے یا ادھر ادھر بکھر گئے۔ نتیجتاً اب حضرت علی کے زمانے کے گوناگوں قسم کے شیعہ کم ہوگئے تھے اور صرف اصلی شیعہ باقی رہ گئے تھے، جنہوں نے کوفہ میں ایک چھوٹے مگر پرجوش مخالف گروہ کی حیثیت سے اپنا وجود برقرار رکھا۔" (۲)

یقیناً ہر دور میں اہل معرفت لوگوں کی تعداد کم رہی ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ اہل بیت کے وفادار مسلمانوں میں سے بھی اکثریت ان کی ہوتی تھی، جنہیں اپنے امام کی صحیح معرفت حاصل نہیں تھی۔ یہ اپنے زمانے کے امام کو الٰہی نمائندہ تصور نہیں کرتے تھے بلکہ امام کو سیاسی قائد (Political Leader) کے طور پر ہی تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صلح حضرت حسن کے بعد ایک بڑی تعداد نے معاویہ کی خلافت کو تسلیم کیا، لیکن ساتھ ہی جو لوگ امام کے درجے اور رتبے کی حقیقت کو پا چکے

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔ انہوں نے حضرت حسن کی خلافت کو نہیں چھوڑا، لیکن یہ تعداد میں بہت کم تھے۔ تاہم یہ لوگ حضرت حسن کو علی کے بعد اپنا پیشوا سمجھتے رہے۔ مورخین نے اسی اقلیتی گروہ کو شیعہ سے یاد کیا ہے۔ شیعیت کے تمام گروہوں نے حضرت حسن بن علی کی خلافت اور امامت کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ حضرت حسن کی امامت کے حوالے سے شیعیت میں دو رائے نہیں پائی جاتی ہیں۔ البتہ فرقہ اسماعیلیہ نزاریہ نے حضرت حسن کو مستقر امام کے عنوان سے تسلیم نہیں کیا بلکہ انہیں امام مستودع کے طور پر قبول کیا۔ حضرت حسن کو امام مستودع ماننے کا نظریہ قدیم اسماعیلیوں کے ہاں نہیں پایا جاتا تھا۔ تمام بنیادی اسماعیلی اور غیر اسماعیلی مواد امام حسن کی امامت کو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے یہ بتانا کافی دشوار ہے کہ ''نظریہ مستودع اور مستقرہ'' کب اسماعیلیت میں آیا۔ جس کی وجہ سے حضرت حسن امامت کے اصلی مقام و منزلت میں برقرار نہیں رہے۔ اس پر ڈاکٹر فرہاد دفتری نے اپنی کتاب ''The Ismailis'' میں تفصیل سے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یوں ہے۔ ''النوبختی اور القمی کی روایات کے مطابق قرمطیوں نے جو مبارکیہ سے منشعب ہوئے تھے، اپنے اماموں کی تعداد سات تک محدود رکھی۔ ان میں پہلے امام علی بن ابی طالب تھے، جو امام بھی تھے اور رسول بھی۔ ان کے علاوہ حسن، حسین، علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور آخر میں محمد بن اسماعیل بن جعفر تھے، جو امام قائم المہدی کے ساتھ ساتھ نبی مرسل بھی شمار ہوتے تھے۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ دونوں مصنفین ائمہ کی تعداد کو سات تک محدود کرنے کی خاطر جب حضرت علی سے آغاز کرتے ہیں تو قرمطیوں کے ماننے والے اماموں کے سلسلے سے اسماعیل بن جعفر کے نام کو حذف کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

نتیجتاً محمد بن اسماعیل اس سلسلے کے ساتویں امام ہوتے ہیں۔ مگر ملل ونحل کے یہ امامی مصنفین عین اسی وقت یہ کہتے ہوئے اپنے قول کی تردید کرتے ہیں کہ قرمطیوں کے عقیدے کے مطابق امامت عملاً امام صادق کی زندگی میں ہی آپ کے فرزند اسماعیل کی طرف منتقل ہوگئی تھی، بالکل اسی طرح جس طرح بامر الٰہی غدیر خم میں آنحضور ﷺ سے حضرت علی کی طرف منتقل ہوا تھا، درحالانکہ آنحضور خود بھی زندہ تھے۔ اس تعداد کی بناء پر اسماعیل کو امام بلکہ امام ہفتم ہونا چاہئے، جس کے نتیجے میں آپ کے بیٹے محمد اس سلسلے کے آٹھویں امام بن جائیں گے۔ تاہم صورت حال واضح نہیں۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ بعض قرمطی یا قدیم اسماعیلی حضرت اسماعیل کو امام مانتے تھے جبکہ بعضوں نے ان کے نام کو شجرہ ائمہ سے حذف کیا ہے۔ بعد کی اسماعیلی تحریروں میں حضرت علی کو ایک عام امام کے مقابلے میں بلند تر مقام دیا گیا ہے اور آپ کو اساس امامت شمار کیا ہے اور حضرت اسماعیل کو ہمیشہ ائمہ کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اس گنتی کے مطابق جسے اب تک مستعلویوں نے برقرار رکھا ہے، حضرت حسن کو امام اول شمار کیا گیا ہے اور حضرت اسماعیل اور حضرت محمد بالترتیب امام ششم اور ہفتم شمار ہوتے ہیں۔ نزاریوں نے بعد میں اس عددی نظام میں کسی حد تک ترمیم کی ہے، جو حضرت علی کو پہلے اور حضرت حسین کو دوسرے امام مانتے ہیں اور تمام اماموں کے یکساں مقام پر زور دیتے ہیں۔ نزاری حضرت حسن کو سلسلہ ائمہ میں شامل نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کے نزدیک آپ امام مستودع تھے جو ائمہ مستقر سے مختلف ہوتے ہیں۔''

بہرحال حضرت حسن بن علی کو مستقرہ کے منصب میں فائز نہ کرنے کی وجہ

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ سے صلح نہیں بلکہ اسماعیلیوں نے ''**عقیدہ سبعہ مستقرہ** ''میں حضرت محمد بن اسماعیل کو ساتویں امام ثابت کرنے کے لئے حضرت علی اور حضرت حسین کی امامت کو متنازع بنادیا ہے۔ ورنہ مذکورہ ائمہ کی امامت میں قدیم شیعوں میں کسی طرح کا اختلاف نہیں پایا جاتا تھا۔ امامت متنقرہ اور مستودع میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ امام مستودع کو اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی ولاد میں سے کسی کو اپنا قائم مقام کو مقرر کرے جبکہ امام مستقر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد میں کسی کو اپنا قائم مقام پر نص امامت کرے۔ یقیناً اس نظریہ کے مطابق امامت امام مستقر کی اولاد میں رہے گی۔ اس نظریہ کے مطابق حضرت حسن امام مستودع کہلاتے ہیں، لیکن شیعیت کے نظریہ امامت میں صرف حسن اور حسین کی امامت استثنائی ہے، جس میں امامت بھائی سے بھائی کو ملی ہے۔'' امامت حسن اور حسین کے بعد دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی۔ (۳)'' بھائی سے بھائی کو امامت کے ملنے اور نسل حسین بن علی پر امامت کے جاری ہونے کے سلسلے میں شیعیت میں اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح سے حضرت علی کی طرف سے حضرت حسن پر نص امامت کرنے پر شیعیت میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ اسی طرح اس بات میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی نے براہ راست حضرت حسین کیلئے نص نہیں کی ہے۔ تاریخی اعتبار سے حضرت علی کے بعد حضرت حسن ان کے جانشین بنے اور حضرت حسین نے ان کے دور امامت میں ان کی اطاعت کی۔ شیخ صدوق نے امام مہدی کی امامت میں جن احادیث کو جمع فرمایا ہے، ان میں سے ایک حدیث ایسی بھی ہے، جس میں آپ ﷺ نے حضرت حسن بن علی کا نام لے کر نص امامت کی ہے۔'' اے علی تجھ سے

Presented by Ziaraat.Com

صرف وہ محبت کرے گا، جس کی ولادت پاک ہوگی اور تجھ سے صرف وہ بغض رکھے گا، جس کی ولادت نجس ہوگی۔ تجھ سے مؤمن دوستی رکھے گا اور کافر دشمنی۔ پس عبداللہ ابن مسعود نے پوچھا: ہم آپ کی حیات میں خبیث ولادت اور کافر کی علامت تو جان گئے کہ وہ علی سے بغض عداوت رکھے گا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ کیا علامت ہے، جس کے ذریعے ہم ایسے اشخاص کے بارے میں جان سکیں کہ وہ خبیث ولادت اور کافر ہے۔ جو زبان سے اقرار کر رہا ہو اور دل میں نفاق لئے ہوئے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے مسعود! علی بن ابی طالب میرے بعد تمہارے امام اور تم پر میرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد میرا بیٹا (حضرت) حسن تم پر امام و خلیفہ ہے اس کے بعد میرا بیٹا حسین امام اور خلیفہ ہے۔ پھر حسین کی اولاد میں نو ائمہ ایک کے بعد ایک امام و خلیفہ ہوں گے۔" (۴) ا

بحث کا حاصل یہ ہے کہ قدیم اسماعیلی (اسماعیلیہ مبارکیہ) کے عقیدے کے مطابق حضرت علی اور حضرت حسن کی امامت ثابت ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی امام اول ہیں اور حضرت حسن امام دوئم ہیں۔ لہٰذا اسماعیلیہ مبارکیہ اور شیعہ اثنا عشریہ میں حضرت علی سے حضرت جعفر صادق تک کی امامت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جبکہ موجودہ صورت حال کے مطابق اسماعیلیہ مستعالیہ (ترتیب کے بغیر) حضرت حسن سے حضرت جعفر صادق تک کی امامت میں شیعہ اثنا عشریہ

ا۔ شیخ بابوے قمی نے ان تمام روایتوں کو جن میں امامت حضرت حسن اور حضرت حسین کے علاوہ بھائیوں کو نہیں ملنے کی خبر دی گئی، اپنی کتاب "کمال دین اور تمام نعمۃ" میں جمع فرمایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سے متفق ہیں تو دوسری طرف اسماعیلیہ نزاریہ حضرت علی کو امام اول اور حضرت حسین کو امام دوئم تصور کرتے ہوئے حضرت جعفر صادق تک کے ائمہ میں شیعہ اثنا عشریہ سے ہم نظریہ ہیں۔ لہذا مستعالیہ اور نزاریہ دونوں مختلف جہتوں سے اثنا عشریہ کے ساتھ مشترک عقیدہ کے حامل ہیں یعنی ایک طرف مستعالیہ حضرت حسن کی امامت کے قائل ہیں تو دوسری طرف نزاریہ حضرت علی کی امامت کے قائل ہیں۔ پس تینوں یعنی شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے دونوں فرقے نزاریہ اور مستعالیہ حضرت جعفر صادق کی امامت میں مشترک عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی طرح قرامطہ بھی حضرت علی کو امام اول اور حضرت حسن کو امام ثانی سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس بات سے کہ یہ لوگ حضرت علی کے حوالے سے غلو آمیز نظریات بھی رکھتے ہیں لیکن حضرت علی اور حضرت حسن کی امامت میں یہ لوگ بھی اثنا عشریوں سے ہم عقیدہ ہیں۔

حضرت حسن بن علی کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حضرت حسین نے بھائی کی وصیت کے مطابق امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ حضرت حسن کی امامت پر جو دلائل اور بحث پیش کی گئی ہے، وہی دلائل حضرت حسین کیلئے بھی ثابت ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ میں حضرت حسین کی امامت میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت حسین کی سیرت پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(3/2) حضرت جعفر صادق کی امامت

حضرت جعفر صادق نے ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں مدینہ میں آنکھ کھولی اور مدینہ میں سن ۱۴۸ھ کو ماہ شوال میں انتقال فرما گئے۔ آپ شیعہ اثنا عشریوں کے چھٹے اور اسماعیلیوں کے پانچویں امام ہیں۔ آپ نے تقریباً چونتیس سال امامت کی۔ آپ

Presented by Ziaraat.Com

کی شہادت کے بعد آپ کے ماننے والے آپ کی جانشینی کے مسئلے پر تقسیم ہوئے۔آپ کے چھ یا سات بیٹے تھے۔فرہاد دفتری کے مطابق آپ کے تمام بیٹوں نے امامت کا دعویٰ کیا تھا جبکہ ڈاکٹر زاہد علی کے مطابق حضرت جعفر صادق کے چار بیٹوں نے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔[۱]

بہر حال حضرت جعفر صادق کی شہادت کے بعد شیعیت دو بنیادی فرقوں میں تقسیم ہوئی۔ایک شیعہ اثنا عشری،جن کو اس زمانے میں قطعیہ بھی کہا جاتا تھا۔بعض مورخین نے انہیں ''اھل الغیبہ و الرجّعہ'' بھی لکھا ہے اور دوسرا گروہ حضرت اسماعیل کی نسبت کی وجہ سے شیعہ اسماعیلیہ کہلایا۔

شیعہ اثنا عشریہ کے نظریہ کے مطابق حضرت جعفر صادق نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل پر نص امامت نہیں کی تھی بلکہ اپنے تیسرے بیٹے موسیٰ کاظم پر نص امامت کی تھی،جبکہ شیعہ اسماعیلی کے (موجودہ عقائد کے) مطابق حضرت اسماعیل پر نص امامت ہونے میں کسی طرح کا اختلاف نظر نہیں آتا ہے۔اس موضوع پر قدیم شیعہ مورخین القمی اور النوبختی کے فراہم کردہ مواد اور دور حاضر کے مذہب اسماعیلیہ کے معتبر اور مشہور مورخ اور ''دی انسٹیٹیوٹ آف اسماعیلی اسٹڈیز لندن'' کے مذہبی شعبہ کے ڈائریکٹر فرہاد دفتری کی کتب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تفصیلی بحث کریں گے۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے حضرت جعفر صادق کی وفات کے بعد شیعیت آپ

۱۔کہا جاتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ اور حضرت اسمٰعیل کے اکثر بھائیوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کی طرف رجوع کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

کی نیابت کی صحیح تشکیل کے موضوع پر مختلف فرقوں میں تقسیم ہوئی۔ مورخین کہتے ہیں کہ شیعوں کی ایک چھوٹی جماعت نے حضرت جعفر صادق کی وفات سے انکار کیا اور آپ کو مہدی موعود کے طور پر تسلیم کیا۔ اس نظریے کا پرچار کرنے والا بصرہ کا رہنے والا ایک غالی شیعہ تھا جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ کو بعض مورخین نے عجلان بھی لکھا ہے۔ اس شخص کے والد کا نام ناؤس تھا۔ اسی کی نسبت سے یہ گروہ فرقہ ناؤسیہ سے مشہور ہوا۔ بعض مورخین نے اس فرقے کو فرقہ "واقفیہ" کا دوسرا نام تصور کیا ہے لیکن القمی ناؤسیہ اور واقفیہ کو الگ الگ فرقے بتاتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت جعفر صادق کی موت سے انکار کرنے والے ناؤسیہ اور موسی کاظم بن جعفر صادق کی موت کے انکار کرنے والے واقفیہ [1] کہلائے۔ بعض بنیادی مواد یہ بھی بتاتا ہے کہ ہر امام کے زمانے میں امام کی معرفت رکھنے والوں کو واقفیہ کہا جاتا تھا، لیکن بعد میں یہ لقب حضرت موسیٰ کاظم کے اصحاب کے لئے ہی مخصوص ہوا۔ جب حضرت موسیٰ کاظم کی رحلت ہوئی تو آپ کے چند ساتھیوں نے آپ کے جانشین حضرت علی رضا کی امامت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت موسیٰ کاظم کی موت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو مہدی موعود سمجھنے لگے۔

1- A section of Imam Musa Kazim's disciples claimeed that the Imamate stopped with al-kazim and that he would rise as the Mahdi. They related traditions attributed to Imam as -sadiq concerning al-Qaim and ghayba (acculationn) and applied them to Imam Musa al-kazim. This group was known as the Waqifiyyas.

(History of Isna Asheri shi'is in India, page 61)

Presented by Ziaraat.Com

یہی لوگ فرقہ واقفیہ سے مشہور ہوئے۔[1] یہ فرقہ اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکا اور بہت جلد ہی منقرض ہو گیا، اس لئے اس پر بحث کرنا بے معنی ہے۔ بعض شیعوں نے حضرت جعفر صادق کے ایک اور بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر [2] کو حضرت جعفر صادق کے جانشین کے طور پر تسلیم کیا۔ چونکہ عبداللہ کا لقب افطح تھا، اسی سے منسوب کرتے ہوئے مورخین نے اس فرقہ کا نام فرقہ افطحیہ لکھا ہے۔ قدیم مواد بتاتا ہے کہ حضرت عبداللہ کی امامت کے قائل شیعوں میں اکثریت نے بہت جلد حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کی طرف رجوع کیا۔ یوں یہ فرقہ اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھ سکا اور اپنے ابتدائی مراحل میں ہی ختم ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت جعفر صادق کے دو بیٹے حضرت اسحاق اور حضرت علی نے بھی اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کو قبول کیا تھا۔ دفتری کے مطابق حضرت جعفر صادق کے تمام بیٹوں نے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ بات صحیح نہیں لگتی ہے کیونکہ حضرت جعفر صادق کے دو بیٹے حضرت اسحاق بن جعفر اور علی بن جعفر کی امامت پر تاریخی شواہد نہیں ملتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو بھی بہت جلد ان دونوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ کی امامت کی طرف رجوع کیا ہے۔ مورخین اور محدثین نے ان دونوں سے موسیٰ کاظم کی امامت پر روایات بھی نقل کی ہیں۔ حضرت جعفر صادق کے سب سے بڑے بیٹے اسماعیل تھے۔ کچھ شیعوں نے آپ کی امامت کا دعویٰ کیا اور اسی نام سے

۱۔ اس فرقے پر دو جلدوں پر مشتمل عربی زبان میں کتاب بعنوان ''الواقفیہ'' ریاض محمد حبیب الناصری نے تحریر کی ہے۔ جس کو مطبع قم ایران نے ۱۴۰۹ھ میں شائع کیا ہے۔ اس فرقے کی تفصیل کیلئے اس کتاب سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ جو عبداللہ افطح کے نام سے مشہور تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

منسوب ہو کر یہ لوگ شیعہ اسماعیلیہ کہلائے، جو اب صرف اسماعیلیہ سے ہی مشہور ہیں تو دوسری طرف شیعیت کی بڑی اکثریت نے حضرت موسی بن جعفر کی امامت کو قبول کی۔ القمی اور النوبختی کے مطابق حضرت جعفر صادق کی رحلت کے فوراً بعد یہ لوگ حضرت اسماعیل کی موت کا قطعی یقین رکھنے کی بناء پر فرقہ قطیعہ کے نام سے موسوم ہوا ہے جو بعد میں بارہ ائمہ کے نظریہ کی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ سے مشہور رہوا، جو اب صرف شیعہ ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت جعفر صادق کی شہادت کے بعد آپ کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد نے حضرت محمد بن جعفر [1] کی امامت کو قبول کیا۔ فرہاد دفتری کے مطابق ۲۰۰ھ جبکہ شیخ سعد اللہ القمی کے مطابق ۱۹۹ھ میں آپ نے عباسی خلیفہ المامون کے خلاف خروج کیا اور ناکام ہوئے۔ اس واقعے کے دو یا تین سال بعد آپ رحلت فرما گئے۔ کسی بھی قدیم کتاب میں یہ نہیں ملتا ہے کہ الدیباج نے اپنی زندگی میں دعویٰ امامت کیا ہو۔ البتہ آپ کی رحلت کے بعد ایک شخص یحیٰ بن ابی شمیط (السمط) نے آپ کی طرف امامت کو منسوب کیا اور اسی شخص کی نسبت سے مورخین نے اس کو فرقہ سمطیہ یا شمطیہ کا نام دیا ہے۔ بعد میں اس فرقے کی اکثریت نے حضرت عبداللہ افطح بن جعفر کی امامت کی طرف رجوع کیا۔ یاد رہے کہ حضرت محمد الدیباج بن جعفر ماں اور باپ دونوں کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم کے سگے بھائی تھے، جبکہ حضرت عبداللہ افطح حضرت اسماعیل بن جعفر کے ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سگے بھائی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مریدین

۱۔ جو الدیباج سے مشہور تھے

Presented by Ziaraat.Com

کی تعداد بھی سب سے زیادہ تھی۔ جیسا کہ فرہاد دفتری لکھتے ہیں۔ ''امام جعفر صادق کے ماننے والوں کی اکثریت نے اب آپ کے بڑے بیٹے عبداللہ افطح کو اپنا نیا امام تسلیم کیا، جو امام اسماعیل کے سگے بھائی تھے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ عبداللہ اپنے والد سے نص ثانی حاصل کرنے کے مدعی تھے اور ان کے پیرو افطحیہ یا فطحیہ نے اس بارے میں امام الصادق سے ایک حدیث بھی نقل کی کہ امامت امام کے بڑے فرزند کے توسط سے منتقل ہوتی ہے۔ بہر حال عبداللہ جب اپنے والد کی وفات کے تقریباً ستر (۷۰) دن بعد فوت ہوئے تو ان کے حامیوں کی اکثریت موسیٰ بن جعفر کی طرفدار بنی۔''(۵)

حضرت عبداللہ اور ان کے سگے بھائی حضرت اسماعیل کی امامت میں بہت زیادہ مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ حضرت اسماعیل کی امامت کیلئے ان کے حامیوں نے جن دلائل کا ذکر کیا ہے، یہی دلائل حضرت عبداللہ کیلئے بھی ثابت تھے کیونکہ حضرت عبداللہ کی والدہ حضرت حسن کی نسل سے امام زادی تھیں تو دوسری طرف قائم امام حضرت جعفر صادق کی موجودگی میں بڑے بھائی (حضرت اسماعیل) کی رحلت کی وجہ سے خود بڑے بیٹے ہونے کا حق بھی رکھتے تھے کیونکہ اسماعیل کے بعد آپ ہی تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ فرہاد دفتری کے مطابق فرقہ افطحیہ نے اپنے امام کی امامت میں ثانی الذکر دلیل کو ہی پیش کیا ہے۔ صورت حال کچھ بھی ہو فرقہ افطحیہ اپنا وجود باقی نہیں رکھ سکا اور ختم ہوا۔ اس فرقے کی اکثریت نے حضرت عبداللہ افطح کی حیات یا ان کی وفات کے فوراً بعد حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو قبول کیا۔ یہ فرقہ امامت کیلئے جو دلائل رکھتا تھا، ان میں سے اکثر دلائل

Presented by Ziaraat.Com

حضرت اسمٰعیل پر صادق آتے تھے، جن کی بناء پر حضرت اسمٰعیل کی امامت کا دعویٰ کیا گیا تھا لیکن فرقہ افطحیہ نے اپنے امام کے حقیقی بھائی کی امامت کو قبول کرنے کے بجائے، حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کو قبول کیا۔ ان عوامل سے حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کو تقویت ملتی ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم کے بھائیوں کی امامت کا عمیق جائزہ لیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے تقیہ کے اصول پر اپنے بھائی حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو چھپانے کیلئے دعویٰ امامت کیا تھا۔ حضرت جعفر صادق نے امامت کے موروثی اصول وضع کئے تھے۔ آپ نے امامت کے اصولوں کو ایک ٹھوس بنیاد پر استوار کرنے کے بعد رحلت فرمائی تھی۔ لہٰذا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کی رحلت کے فوراً بعد آپ کے تمام بیٹے امامت کا دعویٰ کریں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان لوگوں نے صرف حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو محفوظ کرنے کیلئے دعویٰ امامت کیا تاکہ بنو عباس کے جاسوسوں کو اس کا ادراک نہ ہوسکے۔ ان لوگوں کو پورا احساس تھا کہ خلیفہ المنصور کی وجہ سے ان کے بابا کی شہادت ہوئی ہے۔ لہٰذا منصور عباسی کسی طور پر بھی حضرت جعفر صادق کے نائب کو معاف نہیں کرے گا۔ اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ حضرت موسیٰ کاظم کا ہر ایک بھائی اپنے آپ کو اپنے بابا کا حقیقی جانشین سمجھتا تھا تو پھر ان میں سے اکثر بھائیوں نے اپنی حیات میں کیوں حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو قبول کیا۔ موسیٰ کاظم کے بھائیوں کی امامت کی نفی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت جعفر صادق کے اکثر بڑے مشہور اور معروف شاگرد جن میں زرارہ بن اعین، ابو محمد ہشام بن الحکم، مومن الطاق، حماد بن عیسیٰ، ابو عبداللہ عبدالرحمٰن بن

Presented by Ziaraat.Com

الحجاج البجلی الکوفی، عبداللہ بن الکاہلی الکوفی، مفضل بن عمر الکوفی جعفی، یونس بن یعقوب البجلی الدہنی، وغیرہ شامل ہیں [جنہوں] نے شروع سے ہی حضرت موسی کاظم کی امامت کو قبول کیا تھا۔ شیخ مفید لکھتے ہیں۔ ''حضرت امام جعفر صادق کے بڑے بڑے صحابہ، آپ کے خاص راز دان لوگوں اور قابل وثوق فقہاء صالحین رحمۃ اللہ علیہم میں جنہوں نے آپ سے اپنے بیٹے اور ابوالحسن موسی کاظمؑ کی امامت پر نص قائم کی ہے، وہ مفصل بن عمر جعفی، معاذ بن کثیر، عبدالرحمٰن بن حجاج، فیض بن مختار، یعقوب سراج، سلیمان بن خالد، صفوان جمال وغیرہ ہیں۔'' (٦) حضرت جعفر صادق کے تمام بیٹوں کے دعویٰ امامت کو ثابت کرنا مشکل ہے۔ اس پر تاریخی شواہد کے تناظر میں کافی تبصرہ کرنے کی گنجائش ہے لیکن یہ ہمارے موضوع سے مربوط نہیں ہے۔ بس اتنا واضح کرنا مقصود ہے کہ قدیم مواد یہ بتاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق کے بیٹوں اور اصحاب کی اکثریت نے حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو قبول کیا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل کی امامت کے بجائے حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو جعفر صادق کے بیٹوں اور تلامذہ نے کیوں قبول کیا جبکہ حضرت اسماعیل سب سے بڑے بیٹے تھے اور ساتھ ہی ان کی والدہ ماجدہ امام زادی بھی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے والد انہیں بہت زیادہ اکرام اور تعظیم بھی دیتے تھے۔ یقیناً یہ سب باتیں امامت کی خصوصیات اور علامات کے طور پر ثابت ہیں البتہ نص امامت میں یہ باتیں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے ان خصوصیات کو دلائل منصوصہ پر محمول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگر حضرت اسماعیل کی وفات کا اقرار کیا جائے تو پھر بات اور زیادہ آسان ہوجاتی ہے کیونکہ اکثر مآخذ کے مطابق حضرت اسماعیل

Presented by Ziaraat.Com

اپنے والد سے قبل وفات پا گئے تھے۔ شیعہ اثنا عشری حضرت اسماعیل کی نیک سیرت کے بھی قائل ہیں۔ اکثر اثنا عشری علماء نے آپ کی مدح سرائی کی ہے۔ صرف ایک روایت ایسی نقل کی جاتی ہے، جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل نے شراب نوشی کی تھی۔ میرے نزدیک یہ روایت من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ حضرت اسماعیل کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ کہ کوئی بھی غیر شرعی فعل کو آپ سے منسوب کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو پھر صرف ایک ہی روایت کیوں ہوتی۔ نیز سیرت کے دیگر پہلوؤں میں بھی خامیاں سامنے آتی۔ تاریخ میں اس ایک روایت کے علاوہ ایسی کوئی دوسری بات درج نہیں ہوئی ہے جو حضرت اسماعیل کی سیرت کو متاثر کرے۔ نیز آپ کی تربیت حضرت جعفر صادق نے خود کی ہے۔ میرے نزدیک تو یہ روایت بھی من گھڑت اور جعلی لگتی ہے کیونکہ اس روایت کو علامہ مجلسی سے منسوب کرتے ہوئے ڈاکٹر زاہد علی نے لکھا ہے۔ جو حوالے ڈاکٹر موصوف نے دیا ہے اس میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ بحار الانوار میں اس روایت کو تلاش کے باوجود مجھے نہیں ملی۔ بہرحال ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں۔ ''علاّمہ مجلسی نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق نے اسمٰعیل کو اپنا جانشین بنایا تھا لیکن ایک موقع پر وہ خلاف شرع عمل کے مرتکب ہوئے۔ یہ دیکھ کر ان کے والد برافروختہ ہوئے اور امامت کا عہدہ موسیٰ کاظم کی طرف منتقل کردیا۔'' (۷) لیکن دوسری طرف علماء نے اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل ایک نیک سیرت اور پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ لہٰذا منتقلی امامت کے حوالے سے حضرت اسماعیل کی سیرت کو وجہ بنانا صحیح نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اصل بحث یہ ہے کہ نص امامت حضرت اسماعیل پر ہوئی تھی یا نہیں۔ اکثر مورخین نص امامت کو حضرت اسماعیل سے حضرت موسیٰ کاظم کی طرف تبدیل کرنے کی اہم وجہ جعفر صادق کی حیات میں ہی حضرت اسماعیل کی وفات بتاتے ہیں جبکہ شیعہ اسماعیلیہ کے جدید مآخذات اس وجہ کی تائید نہیں کرتے ہیں۔ ''کچھ روایات میں حضرت امام اسماعیل کی نص امامت کو موسیٰ کاظم پر بدلنے کا سبب ان کی باپ کی حیات میں وفات بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے ان کے جنازے میں شامل لوگوں کی ایک فہرست تیار کی تھی۔ جہاں تک جنازے کے قصّے کا تعلق ہے ڈاکٹر ''ایوانف'' کا کہنا ہے کہ یہ قصّہ کسی نے پہلے سے تیار کیا ہوگا اور امام اسماعیل کے متعلق زیادہ اطلاعات نہ ہونے کی بناء پر لوگوں میں یہ قصہ مشہور ہوگیا۔''(۸)

ایوانف نے حضرت اسماعیل کی موت کی روایت جعلی ہونے کا شبہ ظاہر کیا ہے لیکن اس پر وہ کوئی حتمی رائے دینے سے قاصر ہیں، کیونکہ اس حوالے سے ائمہ اہل بیت (اسماعیلیہ) سے منسوب کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی ہے۔ اس لئے کسی بھی مورخ اور محقق کے لئے حضرت اسماعیل بن جعفر کی موت آپ کے والد کی حیات میں ہونے کی نفی کرنا بہت مشکل ہے، لیکن احتمال ضرور پایا جاتا ہے۔ اس احتمال کو عقلی دلیل سے تقویت مل سکتی ہے کہ جس طرح سے حضرت جعفر صادق نے حضرت اسماعیل کی تجہیز و تکفین کا غیر رسمی انداز میں انتظام کیا ہے، یہ غیر رسمی انتظام ظاہر کرتا ہے کہ امام اپنے فرزند کو بنو عباس کے جابر و ظالم حکمرانوں سے بچانا چاہتے ہوں۔ بہر حال اگر قصّہ جعلی بھی سمجھا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت جعفر

Presented by Ziaraat.Com

صادق نے حضرت اسماعیل کو تقیہ میں بھیجا تھا اور حضرت اسماعیل بن جعفر کی موت اپنے والد کی حیات میں نہیں ہوئی تھی تو بھی صورت حال واضح نہیں ہوتی ہے کیونکہ موجودہ اسماعیلی قدیم اسماعیلیہ مبارکیہ سے اپنی نسبت کو جوڑتے ہیں۔ قدیم مورخین کے مطابق اسماعیلیہ مبارکیہ ان اسماعیلیوں کا نام ہے، جنہوں نے حضرت اسماعیل کی موت کا اقرار کیا تھا، تو موجودہ مذہب اسماعیلیہ کے حوالے سے بات واضح نہیں ہوگی کیونکہ ان کا تعلق قدیم اسماعیلیہ مبارکیہ سے ہے جو حضرت اسماعیل کے وفات حضرت جعفر صادق کی حیات میں ہونے کے قائل تھے۔ ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب[۱] اس مسئلے کو کسی حد تک سلجھانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ مذہب اسماعیلیہ کا تعلق ان قدیم اسماعیلیوں سے ہے، جنہوں نے حضرت اسماعیل کی موت حضرت جعفر صادق کی حیات میں ہونے کا اقرار کیا، جنہیں مورخین ''قدیم اسماعیلیہ مبارکیہ'' سے یاد کرتے ہیں، لیکن خود قدیم اسماعیلیہ مبارکیہ میں قلیل تعداد میں کچھ اسماعیلی حضرات ایسے بھی تھے، جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت اسماعیل کی موت حضرت جعفر صادق کی حیات کے بعد ہوئی ہے۔ موجودہ اسماعیلیہ کا تعلق انہیں لوگوں میں سے ہے۔ لہذا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ موجودہ اسماعیلیہ کا تعلق فرقہ مبارکیہ سے ہے لیکن حضرت اسماعیل بن جعفر کی موت کے مسئلہ میں ان کا تعلق ان قدیم اسماعیلیوں سے ہے، جنہوں نے حضرت اسماعیل بن جعفر کی موت حضرت جعفر صادق کی زندگی میں ہونے سے انکار کیا تھا، جنہیں

۱۔ ایک مستند اور جید اسماعیلی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ طریقہ بورڈ کراچی سے منسلک ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مورخین ''قدیم اسماعیلیہ خالصہ'' سے پکارتے ہیں [1]۔ ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب کہتے ہیں کہ مبارکیہ قرامطہ اور میمونہ کے نام سے دو حصّوں میں منقسم ہوا تھا اور دونوں حضرت اسماعیل کی موت کا اقرار کرتے ہوئے حضرت محمد بن اسماعیل کی ظہور کے قائل تھے۔ پھر فرقہ میمونہ بھی دو حصّوں میں منقسم ہوا۔ ایک فرقہ کا خیال تھا کہ حضرت اسماعیل کی موت خود آپ کے والد کی حیات میں ہوئی اور محمد بن اسماعیلی ستر میں ہیں۔ یہ فرقہ آپ کی ظہور کا قائل تھا تو دوسرے فرقہ کا عقیدہ تھا کہ حضرت اسماعیل کی موت اپنے والد کی حیات میں نہیں ہوئی ہے۔ آپ تقیہ میں سلمیہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ موجودہ اسماعیلیت کا تعلق اسی ثانی الذکر گروہ سے ہے۔ یقیناً ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب اس طرح اس اہم مسئلے کا ایک حل نکالنے میں کامیاب ضرور ہوئے ہیں لیکن قدیم تاریخی مواد میں اس کی تائید نہیں ملتی ہے۔ اکثر قدیم تاریخی مواد کے جائزہ سے حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ حضرت موسی کاظم کی زندگی کا مختصر تعارف شیخ مفید اپنی کتاب ''الارشاد'' میں یوں کرتے ہیں۔

''امام جعفر صادق کے بعد ان کے فرزند عبد صالح حضرت ابوالحسن موسی بن جعفر امام تھے کیونکہ آپ میں امامت والی تمام صفات فضل و کمال، ان کے والد کی نص اور رہنمائی واشارے موجود تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں بمقام ابواء (مکہ و مدینہ کے درمیان) ہوئی اور آپ کی وفات چھ رجب ۱۸۳ھ بغداد میں سندبن شاہک کے قید خانہ میں ہوئی۔ آپ کی عمر پچپن ۵۵ سال تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حمیدہ

ا۔ اگر اس قلیل گروہ کے وجود سے ثابت ہو جائے جو مبارکہ سے تعلق رکھنے کے باوجود اسماعیل کی موت اپنے والد کی حیات میں ہونے سے انکار کرتے تھے تو پھر انہیں مبارکہ میں سے قرار دینے کی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے اگر یہ گروہ ثابت نہ ہو جائے تو پھر اسماعیلیہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

خاتون بربریہ تھیں۔ آپ کی مدت خلافت ۳۵ سال تھی۔ کنیت ابو ابراہیم، ابو الحسن اور ابو علی تھی، عبد صالح اور کاظم کے القاب سے مشہور و معروف تھے۔" (۹)

حضرت موسیٰ کاظم کی امامت پر قدیم اور جدید دونوں مآخذات میں متعدد روایات اور نصوص کو بیان کیا جاتا ہے۔ ان روایات کو حضرت جعفر صادق کے اصحاب اور شیوخ نے نقل کیا ہے۔ جن میں المفضل بن عمر الجعفی، معاذ بن کثیر، عبدالرحمٰن ابن الحجاج، الفیض بن المختار، یعقوب بن خالد، صفوان الجمال، یزید بن سلیط، داود بن کثیر، ابراہیم کرخی، عیسیٰ علوی، سلیمان بن خالد اور زرارہ بن اعین وغیرہ شامل ہیں۔ جنہوں نے حضرت جعفر صادق سے موسیٰ کاظم کی امامت پر نصوص کو نقل کیا ہے۔ مندرجہ بالا سب کے سب شیعہ فقہاء، ثقات اور محدثین تھے اور ان میں سے کچھ حضرت جعفر صادق کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔[1] ان کے علاوہ حضرت جعفر صادق کے دو فرزند حضرت اسحاق اور علی سے بھی حضرت موسیٰ کاظم کی امامت میں روایات نقل ہوئی ہیں۔ طوالت کے خوف سے ان تمام حضرات کے نصوص کو نقل کرنے سے قاصر ہیں۔[2]

علاوہ ازیں شیعہ اثنا عشریہ حضرت موسیٰ کاظم کی امامت پر ان احادیث سے بھی استفادہ کرتے ہیں، جن میں حضرت محمد ﷺ نے ائمہ کی تعداد سے بھی

۱۔ علامہ ذیشان حیدر جوادی نے اپنی کتاب "نقوش عصمت" میں ان میں سے اکثر کے بارے میں مختصراً تعارف نامہ بھی لکھی ہے۔

۲۔ ان روایتوں کو شیعہ علماء اکثر ائمہ کی سیرت پر مبنی کتب میں نقل کرتے ہیں۔ ان کتب میں ایک قدیم کتاب "کشف الغمہ فی معرفة الائمة" ہے، جس کو ابی الحسن علی بن عیسی بن ابی الفتح الاربلی (المتوفی ۶۹۳ھ) نے تالیف کیا ہے۔ اس کتاب کے جلد سوئم میں ان تمام روایتوں کو جمع کیا گیا۔ اسی طرح شیخ مفید نے اپنی کتاب "الارشاد" میں تقریباً ۱۲ روایتوں کو نقل کیا ہے اور ساتھ ہی موسیٰ کاظم کی امامت کے دلائل کے طور پر آپ کے معجزات اور کرمات کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

استفادہ کرتے ہیں، جن میں حضرت محمد ﷺ نے ائمہ کی تعداد بیان کی ہے اور بعض احادیث میں بارہ ائمہ کے نام بھی بیان کئے ہیں۔ ان احادیث کو شیعہ وسنی محدثین نے اکثر سیرت اور احادیث کی بنیادی کتب میں نقل کیا ہے۔[1]

اسماعیلی نظریے کے مطابق ''حضرت اسماعیل حضرت امام جعفر صادق کے سب سے بڑے فرزند تھے، چونکہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت اسماعیل پر امامت کی نص کردی تھی۔ اس لئے آپ کی وفات کے بعد ۱۴۸ھ/۷۶۵ء میں حضرت امام اسماعیل مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادق نے حضرت امام اسماعیل پر امامت کی نص کرنے کے بعد عباسی خلیفہ منصور کے ظالمانہ روّیے کی وجہ سے انہیں خفیہ طور پر شام کے شہر سلمیہ بھیج دیا، جہاں آپ نے دعوت کے کام کو جاری رکھا اور آپ دعوت کے سلسلے میں خفیہ طور پر مختلف شہروں کا دورہ بھی کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں عراق بھی جاتے تھے کیونکہ ایک روایت کے مطابق لوگوں نے آپ کو بصرہ میں دیکھا تھا۔ غرض حضرت امام جعفر صادق کی وفات کے وقت بھی آپ کا قیام سلمیہ میں ہی تھا۔ اس لئے آپ کی مدینہ سے غیر موجودگی کی وجہ سے شیعوں کے ایک گروہ نے آپ کے چھوٹے اور سوتیلے بھائی حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کو تسلیم کیا اور موسویّہ کہلایا۔ یہی گروہ بعد میں اپنے بارہ ائمہ کی تعداد کی نسبت سے اثنا عشری کہلایا جبکہ شیعوں کے دوسرے گروہ نے حضرت امام اسماعیل کی امامت کو تسلیم کیا اور اسماعیلی کہلایا۔ (۱۰) کچھ بنیادی مواد کے مطابق

۱۔ بارہ خلفاء کے وجود کے بارے میں دلالت کرنے والی حدیثیں اہل سنت کی معتبر ترین صحاح میں بھی ذکر ہوئی ہیں۔ صحیح بخاری ۹۔۸۱، باب الاستخلاف، صحیح مسلم، ۶۔۳ کتاب الامارہ، مسند احمد ۵۔۵۶،۱۰۸، مستدرک حاکم: ۳۔۱۸ میں بارہ خلفاء والی احادیث کو دیکھا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت اسماعیل کی موت اپنے والد حضرت جعفر صادق کی حیات میں نہیں ہوئی تھی لیکن دوسری طرف اس نظریہ کو صحیح ماننے کی صورت میں ایک پیچیدہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ قدیم اور جدید مورخین خصوصاً فرہاد دفتری کے نزدیک موجودہ اسماعیلیہ کا سلسلہ قدیم اسماعیلیوں کی شاخ فرقہ مبارکیہ سے مربوط ہے جنہوں نے حضرت اسماعیل کی رحلت کا اقرار کیا تھا۔ اس صورت میں موجودہ اسماعیلیت کا نظریہ واضح نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قدیم اسماعیلی حضرت اسماعیل کی موت اپنے والد حضرت جعفر صادق کی زندگی میں ہونے کے قائل تھے، لیکن موجودہ اسماعیلی حضرت اسماعیل کی موت اپنے والد کی حیات میں ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ اگر بنیادی اور قدیم مواد کا جائزہ لیا جائے تو بہت سارا قدیم اور جدید اسماعیلی مواد حضرت اسماعیل کی وفات کو اپنے والد کی حیات میں ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ صاحب ''تاریخ دعوۃ الاسماعیلیہ'' تحریر کرتے ہیں: ''امام ششم، فرزندش اسماعیل بن جعفر ملقب به وفی است او درزمان حیات پدرش از دنیا رفت ولی بعد از انتخاب شدن به امامت از دنیا رفت و او امامت پسرش محمد بن اسماعیل با موافقت پدرش جعفر نص نمود۔ '' چھٹے امام کے بیٹے اسماعیل بن جعفر جن کا لقب وفی ہے، اپنے والد کی حیات میں ہی اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ آپ امامت کے لئے منتخب ہونے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت محمد بن اسماعیل ہی اپنے والد کے موافق تھے۔ اس لئے حضرت جعفر صادق نے حضرت محمد بن اسماعیل پر نص امامت کی تھی۔ (۱۱) یوں

Presented by Ziaraat.Com

اسماعیلیوں کے ہاں یہ نظریہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل کی وفات اپنے والد کی حیات میں ہوئی تھی چونکہ حضرت جعفر صادق نے حضرت اسماعیل پر نص امامت کی تھی۔ حضرت اسماعیل دنیا سے رخصت ہوئے پھر ان کے والد حضرت جعفر صادق دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت اسماعیل کے بڑے بیٹے محمد بن اسماعیل امام بنے۔ اگر اس نظریہ کو قبول کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق امام قائم تھے، نص کا اطلاق امام قائم کے دنیا سے رخصت ہونے پر ہوتا ہے تو اس صورتحال میں نص کا اطلاق کیسے ہوسکتا ہے جبکہ حضرت صادق بقید حیات تھے دوم اس نظریہ پر قدیم منابع میں کسی طرح کا بھی معلومات دینے سے قاصر ہے یہی وجہ ہے کہ موجودہ اسماعیلیہ حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کی موت اپنے والد کی حیات میں ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اسماعیلیوں کی اکثر کتب میں اسماعیل بن جعفر صادق کی سن وفات ۱۵۸ھ تحریر ہے۔ اگر مذکورہ بالا نظریہ صحیح ہوتا تو پھر حضرت اسماعیل کی وفات اپنے والد کی حیات میں ہونے سے انکار کیوں کیا جاتا۔ اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت اسماعیل یا حضرت محمد بن اسماعیل پر حضرت جعفر صادق نے نص امامت نہیں کی تھی تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے، چونکہ حضرت جعفر صادق جانتے تھے کہ منصور عباسی کے جاسوس ان کے جانشین کے قتل کے منتظر ہیں، اسی لئے انہوں نے تقیہ کے اصول پر حضرت اسماعیل کی موت کا اعلان فرمایا ہو اور محمد بن اسماعیل کو مستور کر دیا ہو لیکن ایسا ہونے پر کوئی تاریخی اور نقلی شواہد ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔ خصوصاً حضرت اسماعیل کے ستر میں چلے جانے پر کوئی نقلی دلیل موجود نہیں ہے، البتہ عقلی دلیل ہے، جس کا ذکر ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بہر حال حضرت محمد بن اسماعیل کے حامیوں نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا تھا، لیکن یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ حضرت اسماعیل نے اپنی زندگی میں ایسا کوئی اشارہ فرمایا ہو کہ میں اپنے بابا کا قائم مقام بنوں گا یا حضرت جعفر صادق کے شیعوں میں سے کسی نے حضرت اسماعیل کی حیات میں یا آپ کی رحلت کے فوراً بعد آپ کی امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ مندرجہ بالا تمام باتوں کو تاریخی طور پر ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اکثر قدیم مورخین اور دور حاضر کے تاریخ اسماعیلیہ کے ماہر مورخ فرہاد دفتری کے مطابق تیسری صدی کے وسط سے پہلے موجودہ اسماعیلیہ مذہب کے عقائد اور نظریات کو ثابت کرنا محال ہے۔ کیونکہ تیسری صدی کے وسط سے پہلے حضرت اسماعیل کی امامت کا دعویٰ کرنے والا کوئی قابل ذکر گروہ سامنے نہیں آیا تھا۔ جیسا کہ دفتری تحریر کرتے ہیں۔ ''تیسری صدی ہجری / نویں عیسوی کے وسط کے فوراً بعد اسماعیلی تحریک اچانک تاریخ کے منظر پر نمودار ہوئی۔ یہ تحریک اب داعیوں کے ایک مربوط نظام کے ذریعے دعوت کی زوردار سرگرمیوں کے ساتھ ایک متحرک انقلابی تنظیم کے طور پر ابھری۔۔۔۔ درحقیقت النوبختی اور القمی جو سب سے باخبر ہم عصر اہل قلم ہیں جب ۲۸۶ھ / ۸۹۹ء یعنی اس تحریک میں ایک تفرقہ پیدا ہونے سے قبل کے اسماعیلیوں کے احوال بیان کرتے ہیں تو وہ قرامطہ کے سوا اسماعیلیوں کی کسی دوسری جماعت کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔۔۔۔ ایسا نظر آتا ہے کہ اسماعیلی تحریک کے مرکزی رہنما یعنی فاطمین مصر کے آباء و اجداد ابتداء میں قائم کے خلفاء یا نمائندے شمار ہوتے ہیں۔ عبیداللہ کی اصطلاحات کے بعد ہی ماضی کے رہنماؤں کی امامت کا برملا دعویٰ کیا گیا۔ اس رسمی بیان کے مطابق محمد بن اسماعیل نے اپنے

Presented by Ziaraat.Com

بڑے بیٹے عبیداللہ کو جو اسماعیلی ائمہ کے ہفتگانہ دوم کے پہلے امام ہوتے ہیں، اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ (۱۲)

صورت حال کچھ بھی ہو" موجودہ اسماعیلیہ کے نظریے کے مطابق حضرت جعفر صادق کے بعد حضرت اسماعیل اور ان کے جانشین اماموں نے عباسی خلفاء کے اہل بیت پر ظلم وستم کی وجہ سے نہایت ہی خفیہ طور پر زندگی بسر کی، یہ دور اسماعیلی تاریخ میں "دور ستر" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دور حضرت امام اسماعیل سے شروع ہوتا ہے اور گیارہویں امام حضرت مہدی کے ظہور پر ختم ہوتا ہے۔۔۔۔ یمن میں اسماعیلی داعی ابن حوشب (منصور یمن) کے ہاتھوں اسماعیلی حکومت قائم ہوئی اور حضرت ابوعبداللہ الشیعی نے شمالی افریقہ (مغرب) میں ۲۹۷ھ/۹۰۹ء میں فاطمی خلافت کی بنیاد رکھی۔۔۔۔ (حضرت اسماعیل نے) دس سال تک امامت کے امور سرانجام دینے کے بعد حضرت امام اسماعیل نے ۱۵۸ھ/۷۷۵ء میں وفات پائی اور سلمیہ میں دفن ہوئے اور نص کے مطابق آپ کے فرزند حضرت امام محمد مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔" (۱۳)

بحث کا سیر حاصل یہ ہے کہ شیعہ حضرت جعفر صادق کی رحلت کے بعد ان کے جانشین کی صحیح تشکیل پر اختلاف کے شکار ہوئے۔ ایک گروہ حضرت جعفر صادق کے فرزند حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل ہوا، جنہیں شیعہ اثنا عشریہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ ایک قلیل تعداد حضرت جعفر صادق کے پوتے حضرت محمد بن اسماعیل کی امامت کی قائل ہوئی، جنہیں قرامطہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض شیعوں نے حضرت جعفر صادق کے سب سے بڑے فرزند حضرت اسماعیل کی امامت کا دعویٰ

Presented by Ziaraat.Com

کیا، جو شیعہ اسماعیلیہ کہلائے۔ شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ میں سب سے اہم مسئلہ اور بحث حضرت اسماعیل کی وفات کے ان کے والد حضرت جعفر صادق کی حیات میں ہونے کے حوالے سے ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ حضرت اسماعیل کی وفات ان کے والد کی حیات میں ہوئی ہے تو پھر حضرت اسماعیل کی امامت کو ثابت کرنا مشکل ہے اور اگر حضرت اسماعیل کی وفات اپنے والد کی وفات کے بعد ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اسماعیل کی امامت کے دلائل کا تقابل ان کے چھوٹے بھائی حضرت موسیٰ کاظم کی امامت کے دلائل سے کیا جا سکتا ہے تا کہ ان دونوں بھائیوں میں اپنے والد کے صحیح جانشین کی تشخیص ہو سکے۔ موجودہ اسماعیلی حضرات اسماعیل کی موت حضرت جعفر صادق کی رحلت کے دس سال بعد ہونے کے قائل ہیں۔ اگر حضرت اسماعیل اپنے والد کی رحلت کے بعد حیات رہے تو اس صورت میں جعفر صادق کی طرف سے نص امامت حضرت محمد بن اسماعیل کیلئے ثابت کرنا مشکل ہوگا۔ اس طرح تو حضرت اسماعیل اپنے والد حضرت جعفر صادق کے قائم مقام بن جائیں گے کیونکہ آپ اپنے والد کی موت کے بعد بھی زندہ تھے۔ آپ کو ہی اپنے والد کا قائم مقام امام بننا ہے تو لازمی طور پر حضرت جعفر صادق اپنے قائم مقام (یعنی اپنے بیٹے حضرت اسماعیل) پر نص کریں گے نہ کہ حضرت اسماعیل کے قائم مقام (یعنی اپنے پوتے حضرت محمد) پر نص کریں گے۔ البتہ قدیم اسماعیلی حضرت اسماعیل کی رحلت حضرت جعفر صادق کی حیات میں ہونے کے قائل تھے۔ اس لئے حضرت جعفر صادق کی طرف سے نص امامت حضرت محمد بن اسماعیل پر ہونے کے قائل نظر آتے ہیں۔ بعض اسماعیلی مورخین کا یہ کہنا ہے کہ حضرت اسماعیل کا انتقال اپنے والد

Presented by Ziaraat.Com

کی حیات میں ہوا تھا، لیکن چونکہ والد نے ان پر نص امامت کی تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ نص ان کی اولاد میں باقی رہی۔ جیسا کہ موسی پیغمبر نے ہارون پر نص کی تھی، لیکن ہارون خود موسی کی حیات میں انتقال فرما گئے تھے۔ اسی طرح اسماعیل بن جعفر منصوص امام تھے لیکن والد کی حیات میں انتقال فرما گئے اور انہوں نے رحلت سے پہلے اپنے بیٹے محمد پر نص امامت کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اسماعیل کی تاریخ وفات میں مورخین میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ شیخ دیدار علی آپ کی تاریخ وفات ۱۵۸ھ لکھتے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر زاہد علی اپنی مشہور کتاب ''تاریخ فاطمین مصر''[۱] میں حضرت اسماعیل کی تاریخ وفات ۱۳۳ھ لکھتے ہیں۔

بہر حال اکثر قدیم مواد یہی بتاتا ہے کہ حضرت اسماعیل کی وفات اپنے والد کی حیات میں ہوئی تھی۔ اس کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ محمد بن اسماعیل کو ان کے دادا حضرت جعفر صادق نے چھپایا تھا یقیناً یہ کام باپ کی عدم موجودگی میں دادا ہی کر سکتا ہے لیکن دوسری طرف ایک اشکال پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا کہ حضرت اسماعیل نے اپنے فرزند حضرت محمد پر نص امامت کی تھی لیکن یہ کیسے ممکن ہے جبکہ قائم امام حضرت جعفر صادق خود موجود ہو۔ قائم کی موجودگی میں حضرت اسماعیل کس طرح اپنے بیٹے کی امامت کا اعلان کر سکتا ہے۔ پیغمبر ہارون اور موسی کی دلیل بھی اس کو ثابت کرنے میں کافی نہیں ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون پر نص پیغمبری کی تھی تو اس وقت حضرت موسیؑ خود (قائم) پیغمبر تھے۔ جبکہ

۱۔ جسے انہوں نے مذہب اسماعیلیہ کو ترک کرنے سے پہلے تحریر کیا ہے اس لئے کافی مستند کتاب سمجھی جاتی ہے، جبکہ مذہب اسماعیلیہ کے ترک کرنے بعد والی ان کی تحریرات میں کافی مسلکی شدّت پائی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر زاہد علی نے اسماعیلی بوہری مذہب کو ترک کر کے مذہب اہل السنت کو اختیار کیا تھا،

Presented by Ziaraat.Com

حضرت اسماعیل کے انتقال کے وقت حضرت جعفر صادق خود قائم امام کے طور پر موجود تھے تو پھر حضرت اسماعیل کی نص امامت اپنے فرزند حضرت محمد بن اسماعیل کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی دلیل سے ثابت کرنا کافی مشکل ہے لیکن اگر حضرت اسماعیل کی رحلت کی تاریخ شیخ دیدار علی کی صحیح مان لی جائے تو مشکل یہ پیش آتی ہے کہ حضرت جعفر صادق کے بعد امام حضرت اسماعیل حیات تھے تو پھر حضرت جعفر صادق کو اپنے پوتوں کو تقیہ میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ آپ کے بعد ان کو امام ہی نہیں بننا تھا، کیونکہ آپ کو نص امامت اپنے سب سے بڑے بیٹے اسماعیل پر ہی کرنی تھی نہ کہ پوتوں پر۔ بہر حال حضرت جعفر صادق کے بعد آپ کے سب سے بڑے فرزند حضرت اسماعیل اور ان کے فرزند حضرت محمد کی امامت کو تاریخ کے بنیادی مواد کے تناظر میں سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جب تک ان دونوں کی امامت کو نہ سمجھا جائے، مذہب اسماعیلیہ کو سمجھنا محال اور مشکل ہے۔

غرض اسماعیل کے بعد محمد بن اسماعیل، اسماعیلیوں کے ساتویں امام قرار پاتے ہیں۔ آپ اپنے والد کی رحلت کے وقت فرہاد دفتری کے مطابق تقریباً ۲۶ سال کے تھے، اور اپنے چچا حضرت موسیٰ کاظم سے تقریباً آٹھ سال بڑے تھے۔

فرہاد دفتری آپ کی زندگی کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"آپ اپنے چچا عبداللہ افطح کی وفات کے بعد فرقہ مبارکیہ کے امام اور جعفر صادق کے خاندان کے سب سے بڑے رکن تھے۔ چنانچہ آل علی کی فاطمی شاخ مس سب سے مقدم ہونے کے ناطے آپ کافی عزت احترام کے مالک تھے۔ تاہم امام الصادق کے پیروکاروں کی اکثریت نے جب موسیٰ کاظم کی امامت کو تسلیم کیا تو آپ

Presented by Ziaraat.Com

کی حیثیت اپنے وطن مالوف حجاز میں غیر محفوظ ہوئی، جہاں آپ کے چچا اور اصلی حریف موسیٰ کاظم بھی مقیم تھے۔ امام الصادق کی وفات کے فوراً بعد غالباً اسی زمانے میں محمد (ابن اسماعیل) مدینہ سے مشرق کی جانب روانہ ہوئے اور روپوشی اختیار کی، جس کی وجہ سے آپ مکتوم یعنی مستور کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کے نتیجے میں آپ عباسیوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے نتیجے میں قدیم اسماعیلی تحریک میں دورستر کا آغاز ہوتا ہے، جو فاطمی خلافت کے قیام کے ساتھ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ (۱۴)

غرض اسماعیل کی طرح ان کے بیٹے حضرت محمد بن اسماعیل کے بارے میں ۱۳۳ھ سے لے کر ۱۷۰ھ تقریباً ستائیس سال تک کسی کو معلوم نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی آپ نے اپنی امامت کا اظہار کیا، اور نہ ہی کسی طرح کا فرمان جاری کیا جس میں آپ نے امامت کا دعویٰ کیا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ محمد اپنے بھائی کے ساتھ کوفہ میں مقیم ہوئے تھے اور وہی پر آپ کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا۔ جس کا نام آپ نے عبداللہ رکھا۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد محمد اپنے بھائی اور بیٹے کے ساتھ رے (فارس) چلے گئے۔ پھر والی رے کے مشورے سے قلعہ نہاوند سے ہوتے ہوئے فرغانہ (روس) میں رہائش پذیر ہوئے۔ عیون الاخبار کے مطابق آپ وہی پر دوسری صدی کے اواخر میں متوفی ہوئے ہیں۔ فاطمی ائمہ کے دور میں ان کی نعش کو قاہرہ لے جا کر دفن کیا گیا۔ جبکہ کچھ روایات کے مطابق آپ واپس سلمیہ (شام) تشریف لے گئے اور وہی پر ۱۸۳ھ میں انتقال فرما گئے۔ ''بہر حال دوسری صدی کے اواخر میں مذہب اسماعیلیہ تاریخ کے منظر نامے میں نمودار ہوا تو شیعوں کی ایک قلیل تعداد ایسی بھی تھی

Presented by Ziaraat.Com

جو حضرت محمد بن اسماعیل سے آگے بھی امامت کو جاری و ساری سمجھتی تھی۔ تسلسل امامت کا عقیدہ رکھنے والا یہ گروہ خفیہ طور پر فرقہ کی شکل اس وقت اختیار کر گیا، جب محمد بن اسماعیل اپنے فرزند عبداللہ کو ۱۹۷ھ میں اپنا قائم مقام بنا چکے تھے۔ عبداللہ بن محمد نے ۲۱۲ھ یعنی اپنی وفات سے قبل اپنے فرزند احمد کو اپنا جانشین مقرّر کیا۔ آپ کے دور امامت میں اسماعیلی داعیوں نے بصرہ میں ایک سوسائٹی قائم کی جو اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہوئی، ان داعیوں نے ایک کتاب لکھی جو اخوان الصفا کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ اس کتاب میں باون رسالے ہیں۔ چونکہ حضرت احمد بن عبداللہ کے دور میں یہ کتاب تالیف کی گئی ہے اس لئے اس کتاب کو آپ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض مورخین اور محققین کے مطابق رسائل اخوان الصفا کے لکھنے والے حضرت تقی محمد ہیں۔ حضرت احمد بن عبداللہ کے بعد آپ کے فرزند حسین آپ کے جانشین بنے اور ان کے بعد ان کے فرزند عبداللہ (علی) جو سعید کے نام سے بھی موسوم تھے، آپ کے جانشین بنے۔ یہی سعید بعد میں عبیداللہ المہدی کے نام سے معروف ہوئے۔ عبیداللہ ۲۵۹ یا ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اور رجب ۲۶۸ھ کے آس پاس آپ کے والد کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ (۱۵)

حضرت عبداللہ (سعید) شیعہ اسماعیلیہ کے گیارہویں امام ہے۔[۱] آپ کا لقب مہدی بتایا جاتا ہے۔ حضرت امام مہدی کا قیام اور ظہور اسلام کا ایک عمومی نظریہ ہے لیکن حضرت مہدی کے مصداق پر مسلمانوں کے آپس میں کافی اختلاف

۱۔ بعض مورخین نے عبداللہ کو بھی عبیداللہ لکھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پایا جاتا ہے اور یہ اختلاف شیعہ اسماعیلی اور اثناعشری کے آپس میں بھی پایا جاتا ہے۔ اول الذکر حضرت عبداللہ کو ہی امام مہدی تصور کرتے ہیں اور مغرب میں آپ کی حکومت کو ہی ظہور مہدی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ بہرحال آپ دور ستر کے آخری اور دور اظہار کے پہلے امام ہیں۔ آپ اپنے والد کی ۲۸۶ھ میں وفات کے بعد ۸ سال کی عمر میں امامت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ یوں ۲۶۸ھ سے ۳۲۲ھ تک تقریباً ۵۴ سال حکمران اعلیٰ رہے جبکہ اعلان دور اظہار کے بعد ۲۹۷ھ سے ۳۲۲ھ تک تقریباً ۲۵ سال آپ حکمران اعلیٰ کے علاوہ امامت کے منصب پر بھی فائز رہے۔ آپ پہلے امام ہیں جنہوں نے ائمہ کے سلسلہ نسب کا باضابطہ اعلان کیا۔ اپنے اور اپنے آباء کے نسب کو حضرت علی کی نسل سے قرار دیا۔

یاد رہے کہ داعی ابوعبداللہ الشیعی [۱] کی کاوشوں سے مذہب تشیع مغرب میں متعارف ہوا۔ "(عبداللہ الشیعی) ۲۸۰ھ میں مغرب میں پہنچے اور اپنی انتھک کوششوں اور سخت ترین جاں فشانیوں سے ان کے دلوں میں پھر اہل بیت کی محبت تازہ کردی اور قوم بربر کے ایک بڑے اور اہم قبیلے کتامہ کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ بہر حال بلاد مغرب کی فتح آپ ہی کی تبلیغ بلیغ کا نتیجہ ہے۔" (۱۶)

عبداللہ الشیعی تاریخ کی ایک عظیم شخصیت ہیں۔ جن کے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ شیعوں نے اس شخصیت کو فراموش کیا ہے۔ کیونکہ شیعہ

۱۔ عبداللہ المہدی اور عبداللہ الشیعی دو الگ الگ شخصیات ہیں۔ عبداللہ المہدی مذہب اسماعیلیہ کے گیارویں امام ہیں جبکہ عبداللہ الشیعی داعی ہیں اور بلاد مغرب مذہب تشیع کو پہنچانے کا اصلی سرا انہیں کو جاتا ہے۔ یوں بلاد مغرب کے حقیقی اور اصلی بانی عبداللہ الشیعی قرار پاتے ہیں۔ اکثر مورخین مغرب میں اسلامی مملکت کے بانی عبداللہ الشیعی کے بجائے حضرت عبداللہ المہدی کو تصور کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

مہدی کا مصداق بھی سمجھتے تھے۔اس کی تائید میں جو دلائل ہمارے سامنے آتے ہیں، ان میں سے اہم ترین دلیل یہ ہے کہ "(سجلماسہ کے) قید خانے سے نکالنے کے بعد ابو عبداللہ امام مہدی علیہ السلام اور ان کے فرزند شہزادہ قائم کو گھوڑوں پر سوار کرا کر جلوس کی شکل میں اپنے خیمے کی طرف لائے۔گھوڑوں کے دائیں بائیں قبیلہ کتامہ کے سردار پیدل چل رہے تھے اور عبداللہ الشیعی ان کے آگے آگے تھے اور ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے اور وہ یہ اعلان کرتے جارہے تھے۔یہی میرے اور تمہارے ولی الامر ہیں اور تمہارے امام الزماں ہیں اور یہی تمہارے مہدی ہیں، جن کی طرف میں تم کو دعوت دیتا تھا۔اللہ عزّ وجلّ نے ان کے بارے میں اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کے طرفداروں اور ان کی افواج کی مدد کی اور یہی تمہارے حکم کے مالک ہیں۔(۱۷)

مذکورہ بحث میں بالکل واضح الفاظ میں بیان کیا گیا کہ عبداللہ الشیعی عبداللہ المہدی کو ہی امام زماں اور مہدی موعود سمجھتے تھے لیکن اس بیان کو صرف صاحب افتتاح الدعوۃ نے ہی درج کیا ہے۔بقیہ مورخین نے اسی سے ہی نقل کیا۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر زاہد علی نے بھی اس کو افتتاح الدعوۃ سے لکھا ہے لیکن دوسری طرف خود عبداللہ المہدی کے ہاتھوں عبداللہ الشیعی کا قتل ایک ایسا معمہ ہے، جس کے پس منظر پر عمیق تحقیق کی ضرورت ہے۔اسماعیلیوں کے نزدیک عبداللہ الشیعی کے قتل کی بنیادی وجہ مالی اختیارات کا مسئلہ تھا۔کہا جاتا ہے کہ عبداللہ المہدی کی بحیثیت امام ظہور ہونے کے بعد عبداللہ الشیعی اور ان کے بھائی عباس ان سے حسد کرنے لگے۔جس کی وجہ سے عبداللہ المہدی نے ان کو قتل کروادیا لیکن ایسا ہونا

Presented by Ziaraat.Com

تاریخی اور عقلی اعتبار سے صحیح نہیں لگتا ہے، کیونکہ اکثر مورخین کے مطابق دونوں بھائیوں نے عبداللہ المہدی کی معرفت سے سرشار ہوکر ہی بلاد مغرب کو فتح کیا تھا اور مختلف قوموں اور والی سجلماسہ سے جنگ کرکے ان کو مغرب میں لائے اور پوری حکومت ان کے حوالہ کی۔ ساتھ ہی پوری جائداد اور تحفے تحائف جو ان بھائیوں کو دوران جنگ ملے تھے، ان سب کو انہوں نے عبداللہ المہدی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عبداللہ الشیعی عبداللہ المہدی سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ تاریخی حقائق کے تناظر میں دیکھا جائے تو عبداللہ المہدی کے ہاتھوں ابوعبداللہ الشیعی کے قتل کے اسباب وہ نہیں ہیں، جو بیان کئے جاتے ہیں، بلکہ ابوعبداللہ الشیعی شروع ہی سے عبداللہ المہدی کی امامت کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی شروع میں عبداللہ المہدی نے ایسا کوئی اعلان فرمایا تھا، جس سے آپ کی امامت ظاہر ہوتی ہو۔ آپ نے مغرب میں تشریف لانے کے بعد اعلان امامت کیا ہے لہٰذا ممکن ہے کہ جیسے ہی عبداللہ المہدی نے اپنی امامت کا اعلان کیا تو ابوعبداللہ الشیعی نے اس کی مخالفت کی ہو اور اسی مخالفت کی وجہ سے ان کا قتل ہوا ہو۔ اگر ابوعبداللہ الشیعی، عبداللہ المہدی کو بطور امام ہی مغرب لائے ہوتے تو پھر حسد کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ حسد کرنے کے جو اسباب بتائے جاتے ہیں، وہ تو عبداللہ المہدی کی خدمت میں پہلے ہی پیش کر چکے تھے۔ جس کا ذکر ہوا ہے۔ علاوہ ازیں عبداللہ المہدی ذاتی رنجشوں اور مخالفتوں کی بناء پر کبھی بھی عبداللہ الشیعی جیسی عظیم شخصیت کے قتل کا حکم صادر نہیں فرماتے، کیونکہ وہ ان کے اپنے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور اپنے زمانے کے ایک عظیم عالم دین اور داعی تھے۔ اتنی بڑی

Presented by Ziaraat.Com

شخصیت کے قتل کا حکم یقیناً امامت کے انکار پر ہی دیا جا سکتا ہے۔ عبداللہ الشیعی کی حیات کا عمیق جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے عبداللہ المہدی کو امام الوقت کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف اولادِ علی ہونے کی بناء پر تحریک کی سرپرستی کرنے کے لئے بلایا تھا۔ اس بات کی تائید خود عبداللہ الشیعی کی سیرت میں بھی ملتی ہے۔ "۶ رجب ۲۹۶ھ/۳۱ مارچ ۹۰۹ء بروز جمعہ رقادہ اور قیروان کی مساجد کے خطیبوں کو حکم دیا اور دوسرے شہروں میں لکھ بھیجا کہ خطبے میں محمد ﷺ اور آپ ؐ کی آل اور امیر المومنین علی بن ابی طالب حسن، حسین اور فاطمہ الزہرا پر صلوات بھیجیں اور شیعہ طریقے کے مطابق اذان میں حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ داخل کئے جائیں اور نئے سکے ڈھالنے کا حکم دیا لیکن ان پر کسی کا نام کندہ نہیں کرایا۔ صرف ایک **بلغت حجۃ اللہ** اور دوسری طرف **تفرق اعداء اللہ** لکھوایا اور دوسرے سکے (جس کا نام سیّدیہ تھا) پر **الحمد ربّ العالمین** لکھوایا۔" (۱۸) اگر عبداللہ الشیعی عبداللہ المہدی کو امام زمانہ تصور کرتے تو پھر آپ مفتوحہ علاقوں میں خطبوں میں امام زمانہ کے نام پر صلوات بھجواتے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ المہدی کے مغرب میں تشریف لانے سے پہلے بھی عبداللہ الشیعی کی حیات میں ایسا کوئی عمل سامنے نہیں آتا ہے، جو یہ ظاہر کرے کہ وہ عبداللہ المہدی کو امام زمانہ مانتے تھے۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ بلادِ مغرب کے فاتح عبداللہ الشیعی اور فاطمین مصر کے پہلے امام حضرت عبداللہ المہدی میں عقیدہ امامت پر اختلاف تھا۔ بقول اسماعیلی مورخین عبداللہ الشیعی مذہب اسماعیلیہ کو ترک کر کے دوبارہ اثنا عشریہ مذہب میں گئے تھے۔ صورت حال کچھ بھی ہو، بلادِ مغرب میں مذہب تشیع کے ترویج اور اس کے بانی ایک شیعہ

Presented by Ziaraat.Com

اثنا عشری عالم قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح جس وقت صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں سلطنت مصر کو ختم کیا جا رہا تھا، اس وقت بھی مصر میں سرکاری مذہب اثنا عشریہ تھا۔ بقول ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب ایسا سب کچھ وزیر کتیف کی وجہ سے ہوا تھا، جو اثنا عشری تھا۔

الغرض حضرت عبداللہ المہدی نے اپنے تدبر اور حکمت عملی سے ان تمام فتنوں کو دبا دیا، جنہوں نے ان کی امامت کو چیلنج کیا تھا۔ یاد رہے کہ ابو عبداللہ الشیعی کے قتل کے بعد حضرت عبداللہ المہدی کے خلاف بہت سی بغاوتیں ہوئیں ہیں، جنہیں آپ نے حسن تدبیر سے فرو کیا ہے۔ حضرت عبداللہ المہدی کی امامت کے اعلان کے ساتھ دولت فاطمیہ کا باضابطہ انعقاد ہوتا ہے اور یہیں سے (بعض مورخین کے مطابق) آپ دولت فاطمیہ کے بانی قرار پاتے ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے نائبین کو مورخین **خلفاء فاطمیہ** لکھتے ہیں لیکن اسماعیلیہ نظریے کے مطابق آپ کے نائبین سب کے سب دور اظہار کے ائمہ ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابو القاسم محمد القائم بامر اللہ، ابو طاہر المنصور باللہ، ابو تمیم المعز لدین اللہ، ابو منصور نزار العزیز باللہ، ابو الحسین الحاکم بامر اللہ، ابو معد علی الظاہر لاعز دین اللہ، ابو تمیم معد المستنصر باللہ[1]، ابو القاسم احمد المستعلی باللہ، ابو علی منصور الآمر باحکام اللہ، ہیں۔ ان ائمہ کا دور ۲۹۷ھ سے شروع ہو کر ۴۹۵ھ تک کل تقریباً دو سو سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ ان ائمہ کی تفصیل کے لئے ''تاریخ ائمہ اسماعیلیہ'' اور ''تاریخ فاطمیین مصر'' کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر صرف ان ائمہ کے بارے میں قدرے تفصیل سے بحث

۱۔ یہاں سے نزاریہ اور مستعالیہ تقسیم ہوتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

پیش کی جارہی ہے، جن کی امامت پر شیعیت میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔

(3/3) حضرت امام حاکم کی امامت

شیعہ اسماعیلیہ کے نظریہ امامت کو پیش نظر رکھ کر دور اظہار کے ائمہ کی امامت کا جائزہ لیا جائے تو نہ صرف امام کی حیثیت اور مقام میں اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ بعض ائمہ کی امامت پر بھی اختلاف موجود ہے۔ ہم دور اظہار کے تمام ائمہ کی سیرت کا تفصیلی جائزہ نہیں لیں گے کیونکہ یہ ہمارے موضوع کا حصہ نہیں ہے۔ صرف ان ائمہ پر گفتگو کو محدود کریں گے، جن کی امامت پر مذہب اسماعیلیہ اندر کے تنازع ہوا، اور نیتجتاً اسماعیلیہ مذہب امامت کے موضوع پر مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔ اگر ائمہ مصر کا جائزہ لیا جائے تو حضرت حاکم کی امامت اس حوالے سے کافی اہم ہے، جن کی امامت مذہب اسماعیلیہ کی تبلیغ اور ترویج کے حوالے سے کامیاب اور مستند سمجھی جاتی ہے تو دوسری طرف ان کے معیار امامت کی تشکیل پر اختلاف کرتے ہوئے اسماعیلیوں کا ایک گروہ نے اپنا الگ تصور امامت پیش کیا۔ جنہیں فرقہ دروزیہ کہا جاتا ہے۔ ''حضرت امام حاکم کی امامت کی ابتداء آپ کے والد کی رحلت کے ساتھ ہی ۳۸۶ھ بمطابق ۹۹۶ء کو ہوئی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ساڑے گیارہ سال کے لگ بھگ تھی۔'' (۱۹) انہوں نے اپنی امامت کے دور میں سب سے زیادہ توجہ مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے میں دی۔ اس سلسلے میں آپ نے متعدد اقدامات کیئے۔ ان اقدامات کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے جس کو آپ نے ۳۹۹ھ میں جاری کیا تھا: ''اما بعد امیر المومنین تمہارے روبرو اللہ تعالیٰ کی روشن کتاب (قرآن) کی آیات تلاوت کرتے ہیں۔ دین کے

Presented by Ziaraat.Com

معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت اور گمراہی واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص کفر بات سے منکر ہوا اور اللہ پر ایمان لایا ہو۔ تو اس نے بیشک مضبوط رسّی پکڑ لی ہے، جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے۔ کل کا دن عافیت سے گزر گیا اور آج کا دن اپنی ضروریات کے ساتھ آ گیا۔ اے گروہ مسلمانان! ہم لوگ امام ہیں اور تم لوگ امّت ہو، بیشک تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ پس بھائیوں میں میل کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید کی جاتی ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا، جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کرے اور دو شخصوں میں نفاق نہ ڈالے وہ سب اس اخوت اسلامی میں داخل ہیں۔ اس کے ذریعے سے جسے اللہ کو بچانا ہو اور جسے روکنا ہو اسے تمام حرام چیزوں، خون، مال اور محرمات عورت سے روکا۔ صلاحیت اور اصلاح حق و عمدہ چیز ہے۔ فساد اور فتنہ نازیبا امر ہے۔ گذشتہ باتوں کا تذکرہ نہ کیا جائے اور زمانہ مافیہا سے اعراض کر کے اس کا ذکر ترک کر دیا جائے اور جو اس سے پیشتر گزر چکا، اسے پیش نظر نہ رکھا جائے۔ ان امور اور واقعات سے جو زمانہ سابقہ میں گزر گئے علی الخصوص ہمارے آباء ائمہ مہتدین کے عہد حکومت کے تذکرے سے۔ اللہ تعالیٰ کا سلام ان سب پر ہے۔ وہ کون ہیں کہ مہدی باللہ، قائم باللہ، منصور باللہ، اور معز باللہ، وغیرہ ہیں اور وہ سب راہ راست پر تھے۔ مہدیہ، منصورہ اور قیروان کا حال ظاہر ہے، جو نہ ان لوگوں سے پوشیدہ ہے اور نہ سربستہ راز ہے۔ روزہ دار اپنے اپنے مذہب کے مطابق روزہ رکھیں اور افطار کریں۔ کوئی شخص کسی شخص سے خواہ روزہ دار ہو یا افطار کر رہا ہے، تعرض نہ کرے۔ جو نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں، کرتے رہیں۔ نماز چاشت اور نماز تراویح سے انہیں کوئی منع نہیں

Presented by Ziaraat.Com

کرے اور نہ اس سے روکے۔ نماز جنازہ پر پانچ تکبیریں کہنے والے پانچ تکبیریں کہیں اور چار تکبیریں کہنے والے بھی چار تکبیروں کے کہنے سے منع نہ کئے جائیں۔ موذن اذان میں حی علی خیر العمل پکاریں اور جو شخص اذان میں یہ کلمہ نہ کہے، وہ ستایا نہ جائے۔ گزشتہ اصحاب کو گالی نہ دی جائے اور نہ ان کی تعریف کرنے والوں سے جیسا کہ ان کی تعریف کی جاتی ہے، مواخذہ نہ کیا جائے اور اس بارے میں جو ان کا مخالف ہو، وہ مخالف رہے۔ ہر مسلمان مجتہد دینی معاملات میں اپنے اجر کا ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اسے جانا ہے اس کے پاس اس کی کتاب ہے اور اسی پر اس کا حساب مناسب ہے۔ اے بندگان خدا! آج کے دن سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے تم عمل کرو اور کوئی مسلمان دوسرے مسلمان پر اس کے اعتقادات میں دست اندازی نہ کرے اور نہ کوئی اپنے دوست کے مذہبی خیالات سے متعارض ہو۔ ان سب باتوں کو امیر المومنین نے اس فرمان میں تحریر فرمایا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا قول ہے اے ایمان والوں! تم اپنی ذات کا خیال رکھو۔ جو شخص گمراہ ہو جائے وہ تمہیں کچھ ضرر نہیں پہنچائے گا جبکہ تم ہدایت پر ہو گے۔ تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے پس وہ تمہیں آگاہ کرے گا جو تم کر رہے ہو۔" (۲۰)

حضرت حاکم نے جہاں تمام مسلمان فرقوں کو آزادی دینے کا اعلان کیا، وہیں پر مذہب اسماعیلیہ کیلئے بھی متعدد اقدامات کئے، جن میں سے "دارالحکمۃ اور مجالس الحکمۃ" جیسے اداروں کا قیام ہے۔ آپ نے اسماعیلی دعوت کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ آپ کے دور میں اسماعیلی دعوت کا نظام عروج کو پہنچا تھا۔ دارالحکمۃ میں داعیوں کی خاص طرح کی تربیت ہوتی تھی۔ تربیت یافتہ داعیوں کو مختلف ملکوں

Presented by Ziaraat.Com

میں دعوت کے لئے بھیجا جاتا تھا۔آپ کے دور کے عظیم اور معروف ترین داعی حمید الدین الکرمانی ہیں ۱۔'' آپ حجت العِراقین سے مشہور ہوئے تھے۔آپ کو ۴۰۸ھ میں امام حاکم نے قاہرہ بلوایا،''(۲۱)

امام حاکم کے دور میں جہاں حمیدالدین الکرمانی جیسے فقہاء پیدا ہوئے، وہیں پر آپ کے کچھ داعی ایسے بھی سامنے آئے، جنہوں نے نہ صرف آپ کے بارے میں غلوانہ نظریات کا پرچار کیا بلکہ آپ کو الہ کا درجہ بھی دیا۔مذہب اسماعیلیہ سے تعلق رکھنے والے اکثر مورخین حضرت حاکم کی طرف منسوب اس طرح کے نظریات کو رد کردیتے ہیں۔جیسا کہ خود ڈاکٹر زاہد علی نے داعی ادریس کے قول کو نقل کیا ہے:''خود حاکم نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا البتہ اس کے چند داعیوں نے ایسا غلوآمیز مذہب اختیار کیا کہ حاکم کو خدا کا خلیفہ ماننے کی بجائے خدا ماننے لگے۔'' (۲۲) ان داعین میں حسن بن حیدرہ فرغانی، حمزہ لبّاد دزوزنی اور محمد بن اسماعیل درزی (جنہیں بعض مورخین نے درازی بھی لکھا ہے) زیادہ مشہور ہیں۔مورخین کے مطابق اخرالذکر قتل کے خوف سے بھاگ کر مصر سے لبنان چلے گئے اور وہاں پر اپنے ان نظریات کا پرچار کیا اور بہت سوں کو ہم نظریہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ان سے ہی سے منسوب کر کے یہ لوگ فرقہ دروزیہ کے نام سے وجود میں آئے۔سب سے پہلے ۴۰۸ھ میں اسی نے امام حاکم سے متعلق غلوانہ نظریات کا دعویٰ کیا تھا فرقہ دروزیہ اسی شخص کو اپنے فرقہ کا بانی تصور کرتے ہیں۔

۱۔داعی حمیدالدین الکرمانی نے مذہب اسماعیلیہ کی ترویج کے لئے متعدد کتابیں تالیف کی ہیں۔داعی ادریس نے آپ کی کتب کی تعداد ۱۹ بتائی ہیں۔جن میں سے ''راحۃ العقل'' اور ''المصابیح فی اثبات الامامہ'' سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

فرہاد دفتری نے مذہب دروزیہ کی وجہ تسمیہ کو یوں بیان کیا ہے۔ ''تقریباً ۴۱۰ھ/ ۱۰۱۹ء میں حمزہ اور الدرّزی برملا امام الحاکم کی الوہیت کا بھی اعلان کر رہے تھے۔ الدرّزی کے نام کی مناسبت سے ہی بعد میں اس تحریک کے حامی ''درّزیہ'' یا ''دروز'' کے نام سے معروف ہوگئے اور دروز ان کا عام لقب مقرر ہوا۔ نئی تحریک نے بڑی تیزی سے قاہرہ میں لوگوں کی توجہ حاصل کی، جس سے اس کے بانیوں کے حوصلے بلند ہوگئے اور انہوں نے بڑی دیدہ دلیری سے چیف داعی اور دعوت کے دوسرے رہنماؤں سے ان کے کام میں شریک ہونے اور الحاکم کی الوہیت کو تسلیم کرنے کا تقاضا کیا۔ یہ اوّلین سخت اندرونی بحران تھا، جس کا فاطمی دعوت اور اس کی قیادت کو سامنا کرنا پڑا۔'' (۲۳) اپس ان نظریات کے حاملین بعد فرقہ دروزیہ سے مشہور ہوئے۔

(3/4) حضرت مستنصر باللہ کی امامت

حضرت حاکم کی رحلت کے بعد اسماعیلیوں کے سترہویں امام حضرت ابو معد علی الظاہر (لاعزاز لدین اللہ) منصب امامت پر فائز ہوئے اور تقریباً سولہ سال امامت کے بعد ۴۲۷ھ میں وفات پائی۔ ''حضرت امام مستنصر باللہ اپنے والد ماجد حضرت امام ظاہر کی وفات کے بعد سات سال کی عمر میں ۱۵ شعبان ۴۲۷ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۰۳۶ء میں امامت وخلافت کی مسند پر براجمان ہوئے۔'' (۲۴) حضرت مستنصر کی امامت کے بارے میں تفصیلی ذکر مقالہ ہذا میں ممکن نہیں اور نہ ہی

ا۔ فرقہ دروزیہ حضرت حاکم کے بارے میں جو نظریات رکھتے ہیں، ان کی تفصیل کیلئے ڈاکٹر زاہد علی کی کتاب ''تاریخ فاطمین مصر'' کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ ہمارا اصل موضوع ہے۔ آپ نے دعوت کے نظام [1] کو بالکل کمزور ہونے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور میں چند عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے آپ کی امامت کو مستحکم کرنے میں اہم اور کلیدی کردار ادا کیا۔ ان شخصیتوں میں سب سے اہم نام المؤید فی الدّین الشیر از ہیں۔ انہوں نے دعوت کے نظام کو فعّال اور مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ فرہاد دفتری کے مطابق ان کو حضرت مستنصر باللہ نے ۴۵۰ھ میں داعی الدعاۃ (چیف داعی) کے عہدے سے نوازا۔ مذہب اسماعیلیہ کی ترویج اور تبلیغ کیلئے ان کے بہت سارے کارنامے ہیں۔ ان سب کا ذکر یہاں ناممکن ہے۔ بہر حال یہ مذہب اسماعیلیہ میں ایک عظیم اور کامیاب داعی کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی تحریرات کو اسماعیلی مذہب میں سند حاصل ہے۔ ان کی تین کتابیں المجالس المؤیدیہ، سیرۃ المؤیدیہ اور دیوان المؤید اب بھی مذہب اسماعیلیہ میں مشہور ہیں۔ ان کے بعد اسی دور کے سب سے زیادہ مشہور داعی پیر ناصر خسرو ہیں۔ یہ داعی برصغیر کے اسماعیلیوں کے ہاں خصوصاً پاکستان کے شمالی علاقہ جات [2] میں بہت زیادہ شہرت کے حامل ہیں۔ اس کی وجہ فرہاد دفتری یوں لکھتے ہیں: "ناصر خسرو نے اکثر اپنی جلاوطنی کے زمانے میں ہی دعوت کو پورے بدخشان میں (جو جدید زمانے میں دریائے جیحون یا آمو دریا کے ذریعے افغانستان اور

۱۔ مذہب اسماعیلیہ کی کامیابی کا اصل راز دعوت کا ایک منظم نظام کا ہونا ہے۔ اسماعیلی اس منظم نظام کی وجہ سے ایک کامیاب کمیونٹی کی حیثیت میں اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے اندازے کے مطابق آج کی دنیا میں سب سے زیادہ منظم کمیونٹی مذہب اسماعیلیہ نزاریہ ہے۔

۲۔ اس سے مراد پاکستان کا ۲۰۰۸ء میں صوبائی حیثیت حاصل کرنے والا صوبہ "گلگت بلتستان" کے علاقے گلگت سنٹر، ہنزہ، گوپس، پنیال، یٰسین اور صوبہ خیبر پختونخواں کا ضلع چترال ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تاجکستان کے درمیان تقسیم ہوا ہے) پھیلا دیا۔ بہرحال بدخشان کے اسماعیلی اور ہندوستان کے علاقے میں ان کی ذیلی جماعتیں جو اب ہنزہ اور پاکستان کے دوسرے شمالی علاقہ جات [1] میں مقیم ہیں ناصر خسرو کو اپنی جماعتوں کا بانی سمجھتی ہے اور بطور احترام انہیں ''پیر' شاہ' سیدنا'' کے نام سے یاد کرتی ہیں۔'' (۲۵)

بہرحال پاکستان کے شمالی علاقہ جات موجودہ گوپش، پونیاں، یٰسین، چترال اور دیگر علاقوں میں پیر ناصر خسرو کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے۔ یہاں کے اسماعیلی اس داعی کو دیگر داعیوں کے مقابلے میں زیادہ تقدس اور احترام دیتے ہیں۔ سیدنا پیر ناصر خسرو یمگان پہنچنے کے بعد فراغت سے اسماعیلی مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہو گئے تھے اور دعوت حق پر متعدد کتب لکھ کر اطراف و جوانب میں ارسال فرمایا کرتے تھے۔ آپ ہر سال دعوت پر ایک کتاب تصنیف کر کے دنیا کے دوسرے اطراف میں بھیجا کرتے تھے لیکن زمانے کے دست برد سے دوسرے داعیوں کی طرح آپ کی اکثر کتابیں بھی مفقود ہو گئیں اور جو بچیں ہیں، وہ یہ ہیں۔

''دیوان الاشعار، زاد المسافرین، وجہ دین، جامع الحکمتین، خوان الاخوان، سفر نامہ، گشائش ورہائش، روشنائی نامہ اور شش فصل۔'' (۲۶)

حضرت مستنصر باللہ کے دور امامت میں سامنے آنے والی ایک اور عظیم و مشہور شخصیت حسن بن صبّاح کی ہے۔ یہ وہی شخصیت ہے، جنہوں نے حضرت نزار کو حضرت مستنصر کا قائم مقائم ہونے کا دعویٰ کیا۔ اسی لئے اس کو فرقہ نزاریہ کا بانی

ا۔ فرہاد دفتری نے ہنزہ اور پاکستان کے دوسرے علاقے کہہ کر ایسا تاثر دیا ہے کہ ہنزہ پاکستان کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہے۔ دفتری چونکہ ایرانی نژاد برطانیہ کے شہری ہیں، اس لئے وہ اس غلطی کا احساس نہیں کر پائے ہوں یا ممکن ہے کہ دنیا بالخصوص یورپ میں ہنزہ بہت زیادہ مشہور اور معروف ہے۔ اس لئے ہنزہ کا علیحدہ سے ذکر کیا ہو۔ ورنہ ہنزہ بھی شمالی علاقہ جات میں ہی شامل ہے اب اس علاقے کا سرکاری نام ''گلگت بلتستان'' ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بھی سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں مزید تفصیلات اپنے موقع پر بیان کی جائیں گی۔ حسن بن صباح کی طرح تاریخ فاطمیہ کی ایک عظیم شخصیت بدر الجمالی کی بھی ہے۔ مستنصر باللہ کی خلافت حبشی اور ترکی کی فوجوں کے نسلی جھگڑوں کی وجہ سے بہت زیادہ کمزور ہو چکی تھی۔ اس وقت آپ مستنصر باللہ کی مدد کیلئے آرمینہ سے مصر آئے تھے۔ جیسا کہ ڈاکٹر زاہد علی رقم طراز ہیں۔ ''۴۶۶ھ میں بدر الجمالی مصر میں داخل ہوا۔ مصر کی ترکی فوجوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ خلیفہ نے بدر الجمالی کو ان کی سرکوبی کے لئے بلایا ہے۔ تمام ترکی سرداروں نے اس کا دوستانہ استقبال کیا۔ بدر الجمالی نے بھی ان کی ایک رات دعوت کی لیکن دعوت کے مکان میں مخفی طور پر ان کے قتل کا انتظام بھی کیا۔ اپنی فوج کے سرداروں کو یہ ترغیب دی کہ جو شخص جس ترکی سردار کو قتل کرے گا، اس کو مقتول کی جائداد انعام میں دی جائے گی۔ جب صبح ہوئی تو بدر الجمالی کے سامنے تمام ترکی سرداروں کے سر حاضر کئے گئے۔ ان کے قتل کے بعد بدر الجمالی نے مصر پر پورا قابو حاصل کر لیا۔ مستنصر نے ان کو بیش قیمت خلعتوں سے سرفراز کیا اور سیف و قلم کی وزارت کا عہدہ دیا۔ تمام داعی اور قاضی ان کے ماتحت ہو گئے۔ ان کے خطابات میں ''وزیر الجیوش، کافل قضاۃ المسلمین اور ہادی دعاۃ المومنین کا اضافہ کیا گیا۔'' (۲۷) یوں وزیر بدر الجمالی اپنی کوشش اور محنت سے مصر کے حالات کو کسی قدر بحال کرنے میں کامیاب ہوئے اور حضرت مستنصر کی تائید کے ساتھ بطور وزیر اعظم تقریباً تیس سال ایک کامیاب حکومت کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے۔ مذہب اسماعیلیہ کی ترویج کے لئے ان کے متعدد عظیم کارنامے تاریخ کے اوارق پر موجود ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شہزادہ

Presented by Ziaraat.Com

افضل ہی حضرت مستنصر کے وزیر خاص کے طور پر متعین ہوئے۔ یہ وہی شہزادہ ہے، جنہوں نے حضرت مستنصر باللہ کے دو بیٹوں میں مستعالی کی امامت کی نہ صرف حمایت کی بلکہ نزار کو ملک بدر کرنا اور پھر ان کے قتل میں اہم کردار ادا کیا۔ وزیر بدر الجمالی کی وفات کے فوراً بعد حضرت مستنصر کی وفات بھی ۴۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے انتقال کے ساتھ ہی آپ کے تین بیٹے امامت کے دعویدار ہوئے۔ بعد ازاں دو بیٹوں حضرت مستعالی اور حضرت نزار میں امامت کے حصول میں لڑائی ہوئی، جس کی وجہ سے اسماعیلیت ایک بار پھر دو بڑے فرقے نزاریہ اور مستعالیہ کے ناموں سے تقسیم ہوئی۔ مصر میں مستعالیوں کا قبضہ رہا جو بعد میں امام طیب کے ستر میں جانے کے قلیل مدت بعد اثنا عشریہ میں تبدیل ہوگیا۔ جبکہ نزاریہ فرقہ یمن اور شمالی ایران میں اپنے وجود کو دائم و قائم رکھنے میں کامیاب ہوا۔

(3/5) حضرت نزار و حضرت قاسم کی امامت

حضرت مستنصر باللہ کی وفات کے بعد شیعہ اسماعیلیہ امامت کی صحیح جانشینی کے عنوان پر دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ کچھ اسماعیلی حضرت مستنصر باللہ کے بڑے بیٹے حضرت نزار کی امامت کے قائل ہوئے، جو بعد میں اسی نسبت سے ''نزاری اسماعیلی'' کہلائے جبکہ بعض اسماعیلی (بالخصوص مستنصر باللہ کے خاص ساتھی) ان کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت ابوالقاسم احمد کی امامت کے دعویدار ہوئے، جو ''مستعالی اسماعیلی'' کہلائے۔

شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ کے مطابق حضرت مستنصر باللہ نے اپنی حیات میں ہی حضرت نزار پر نص امامت کی تھی۔ جیسا کہ ڈاکٹر زاہد علی رقم طراز ہیں ''امام نزار

Presented by Ziaraat.Com

علیہ السلام ۱۰ ربیع الاول ۴۳۷ھ / ۱۰۴۵ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام نزار اور لقب المصطفیٰ لدین اللہ تھا۔ آپ نص کے مطابق اپنے والد ماجد امام مستنصر باللہ کی وفات کے بعد ۱۸ ذی الحج ۴۸۷ھ / ۶ جنوری ۱۰۹۵ء کو امام ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً پچاس سال کی تھی۔" (۲۸) حضرت نزار کی امامت کے بارے میں بہت سا تاریخی مواد بتاتا ہے کہ حضرت مستنصر نے ان پر نص امامت کی تھی لیکن کب اور کس موقعے پر کی تھی، اس بارے میں مورخین تفصیلات بتانے سے قاصر ہیں۔ رائے محمد اقبال حضرت نزار پر نص امامت کے ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ "حضرت امام مستنصر باللہ نے ساٹھ سال اور چار مہینے کی خلافت و امامت کے بعد ۱۸ ذی الحج ۴۸۷ھ میں زہر کے اثر سے وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال اور پانچ ماہ کی تھی۔ آپ نے وفات سے پہلے ہی اپنے بیٹے فرزند حضرت نزار علیہ السلام پر نص کر کے انھیں اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔" (۲۹)

یوں بعض غیر نزاری اور تمام نزاری مورخین کے مطابق تقریباً واضح ہے کہ حضرت مستنصر باللہ نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حضرت نزار پر نص امامت کی تھی لیکن داعی المطلق وزیر بدر الجمالی کے بیٹے شہزادہ افضل کی حضرت نزار سے مخاصمت چلی آ رہی تھی، جس کی وجہ سے وزیر افضل کی سازش ہی کی وجہ سے حضرت مستعلی کی امامت کا دعویٰ کیا گیا۔ ورنہ امامت مستعلی کیلئے نہیں تھی لیکن اس حوالے سے ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مستنصر باللہ نے حضرت نزار پر نص امامت کی تھی تو پھر وزیر افضل کو اس نص کے نہ ماننے کی صورت میں وزارت خاص

Presented by Ziaraat.Com

کے عہدے سے معزول کیوں نہ کیا؟ حالانکہ مستنصر کی حیات میں ہی وزیر افضل حضرت نزار سے عداوت رکھتے تھے۔" کہا جاتا ہے کہ ایک روز نزار محل سے اس وقت باہر نکل رہا تھا جس وقت افضل سوار ہو کر باب الذہب کے راستے سے محل میں داخل ہو رہا تھا۔ اس جرات کو دیکھ کر نزار نے اس سے کہا۔ اے ارمنی الجنسی کتے اتر جا۔ اس دن سے افضل نزار کا دشمن ہو گیا۔ جب مستنصر نے وفات پائی تو اس کو نزار کی طرف خوف پیدا ہوا، کیونکہ نزار کی شخصیت بڑی تھی اور اس کے کئی مددگار تھے۔ اس لئے نزار کو حکومت سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں کامیاب بھی ہوا۔(۳۰)

اسماعیلیہ نزاریہ نے حضرت نزار کی امامت پر کافی مستحکم دلائل پیش کئے ہیں تو دوسری طرف اسماعیلیہ مستعالیہ کے علماء نے بھی حضرت مستعلی کی امامت پر مختلف دلائل دیتے ہیں۔ مستعلی عالم ڈاکٹر زاہد علی نے اپنی کتب میں نزار کی امامت کے دلائل کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اس حوالے سے سب سے اہم دلیل یوں پیش کرتے ہیں۔ حضرت مستنصر باللہ نے حضرت مستعلی کی امامت کی دعوت خود اپنی حیات میں دی تھی۔ حضرت مستنصر باللہ نے ایک دفعہ سنا کہ ان کے دونوں بیٹے نزار اور عبداللہ امامت کیلئے جھگڑتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ تم ایسی چیز کیلئے نہ جھگڑو جو تمھیں ملنے والی نہیں۔ اپنی پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ امام کا مالک یہاں ہے، یعنی ابھی میرے صلب میں ہے۔ جب مستعلی کی ولادت ہوئی تو حضرت مستنصر باللہ نے تمام اہل دعوت کو اس کے آئندہ امام ہونے کی خوش خبری دی۔ یمن کے بڑے داعی الملک مکرم (صلیحی) کو اس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ

Presented by Ziaraat.Com

''اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو ایک پاک بیٹا بخشا ہے۔ جس کے سبب سے امامت کو قوت حاصل ہوگی اور جس کی نسل میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اس کی ولادت ماہ محرم ۴۶۷ھ میں ہوئی۔ پھر اسی مورخ کا بیان ہے کہ مستنصر کی وفات کے دوسرے دن یعنی ۱۸ ذی الحجہ کو مستعلی کی بیعت عمل میں آئی۔ اس وقت اس کی عمر ۲۱ سال تھی۔ بیعت کرنے والوں میں آپ سے پہلے اس کے دو بھائی نزار اور عبداللہ تھے۔ مگر ان دونوں نے وفا نہ کی۔ حضرت مستعلی کی امامت کے اعلان کے بعد اس کی توثیق بھی مختلف اوقات میں مذہب کے خاص لوگوں سے کرائی گئی۔ وزیر افضل نے ان شہادتوں کو جمع کیا، جن سے حضرت مستعال کی امامت پر نص ثابت ہو جاتی ہو۔ ابن خلدون کے مطابق مستعلی کی پھوپھی نے یہ گواہی دی تھی کہ حضرت مستنصر نے مصر کے قاضی اور داعی کے سامنے حضرت مستعلی پر نص امامت کی تھی لیکن بعض مورخین اس شہادت کو وزیر افضل کی مکاری قرار دیتے ہیں۔

بہر حال صورت حال کچھ بھی ہو نزار اور مستعلی دونوں نے امامت کا دعویٰ کیا، چونکہ وزیر افضل اپنے وقت کے مذہب اسماعیلیہ کی ایک مستند شخصیت تھے، اس لئے وہ کامیاب رہے اور حضرت مستنصر باللہ کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت قاسم کو مستعلی باللہ کا لقب دے کر منصب امامت پر فائز کیا۔ حضرت نزار نے صورت حال کی نزاکت کے مطابق وہاں سے ہجرت کرنے کو ہی بہتر سمجھا اور اسکندریہ تشریف لے گئے اور وہاں پر اپنی امامت کا اعلان کیا لیکن وزیر افضل نے ان کا پیچھا کرتے ہوئے اسکندریہ پر حملہ کیا۔ مجبوراً حضرت نزار کو مقاومت کرنی پڑی۔ جس کے نتیجے میں فرقہ مستعالیہ کے ہاتھوں حضرت نزار قتل ہوئے۔ نزاریوں

Presented by Ziaraat.Com

نے اپنے امام کا بدلہ بعد کی ایک لڑائی میں مستعالیہ کے امام حضرت آمر کے قتل کی صورت میں لیا۔ جس کا مختصر ذکر بعد میں آئے گا۔[1]

(3/6) نزاری سلطنت

مستعلیوں کے ہاتھوں حضرت نزار کے قتل کے بعد حضرت نزار کے ساتھیوں نے آپ کی تحریک جاری و ساری رکھی۔ حسن بن علی الصباح الحمیری (حسن صباح) ایک معروف داعی تھے۔ انہیں حضرت نزار کی امامت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے مصر بدر کیا گیا تھا۔ انہوں نے مصر بدر ہونے کے بعد سلطنت فاطمیہ کے طرز پر شمالی ایران (قلعہ اَلموت و لَمسر وغیرہ) میں ایک باقاعدہ حکومت قائم کی۔ یہ سلطنت تقریباً ۱۶۱ سال سے زیادہ قائم رہی، جس کے بعد سقوط بغداد کے ساتھ ہی مغلوں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔[2]

بہرحال حسن بن صباح نے ۳۵ سال ایک کامیاب حکومت کی اور حضرت نزار کی امامت کے لئے راہ ہموار کی۔ حسن بن صباح کی وفات کے بعد ۵۱۸ھ میں کیا بزرگ امید، حسن صباح کے جانشین قرار پاتے ہیں۔ ۵۳۲ھ میں ان کا انتقال ہوجاتا ہے۔ محمد بن کیا بزرگ موروثی طور پر اپنے باپ کے جانشین بن کر ریاست اور

۱۔ حضرت نزار اور مستعلی کے گروہوں کے درمیان امامت کی صحیح تشکیل پر جتنے معرکے ہوئے ہیں، اس کی تفصیل ابن اثیر، ج ۱۰۔ ابن خلدون، ج ۴۔ تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲۔ تاریخ فاطمین مصر، ج ۱، میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۔ حسن بن صباح نے قلعہ الموت پر کس طرح قبضہ کیا اس کی تفصیل تاریخ فاطمین مصر کتاب کے فصل ۳۱ میں اور ابن اثیر ج ۱۰ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حکومت کا سربراہ قرار پاتے ہیں۔ دوسری طرف حالت ستر میں رہنے والے ائمہ میں سے حضرت مہتدی کے فرزند حسن علیٰ ذکرہ اسلام ریاست کے سربراہ کے طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ یوں قلعہ الموت میں تین داعین کی حکومت کے بعد نزاریوں کے ائمہ کی حکومت قائم ہوجاتی ہے۔ حضرت حسن علیٰ ذکرہ اسلام شروعات میں اپنے کو حسن صباح کے خلیفہ کے طور پر متعارف کرواتے ہیں لیکن بعد میں امامت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شخصیت اور سلسلہ نسب متنازع ہے۔ ۱؎ اکثر مورخین بالخصوص فرہاد دفتری ان کو حضرت مہتدی کے فرزند سمجھتے ہوئے ان کا

۱۔ ائمہ اسماعیلیہ کا سلسلہ نسب متنازع ہے کیونکہ ائمہ خفیہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مستور رہنے کی وجہ سے قدیم مواخذ میں بھی ان ائمہ کے بارے میں صحیح تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی تاریخی حیثیت مورخین کی نظر میں متنازع ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ مستورین کے شجرہ نسب میں بھی متعدد تنازعات مورخین نے درج کئے ہیں، جن کا تسلی بخش حل تاریخ کے تناظر میں تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔ ائمہ مستورین کے حوالے سے ان تنازعات کو ڈاکٹر زاہد علی کی کتاب تاریخ فاطمین مصر کے فصل ۶ میں تفصیلاً درج کیا گیا ہے۔ جن میں مصنف نے ائمہ مستورین کے ۹ شجرہ نسب درج کئے ہیں۔ علاوہ ازیں اسماعیلیہ نزاریہ اور مستعالیہ حضرت مستنصر باللہ تک ایک سلسلہ ائمہ کا قائل ہے لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان ائمہ کے مصادیق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ائمہ مستورین میں سے بھی کسی امام نے اپنے زمانے میں اپنی حیثیت کا پہچان کرانے کا بھی کوئی خفیہ انتظام نہیں کیا اور نہ ہی ان پر ہونے والے اعتراضات کو دور کرنے کا کوئی اقدام کیا۔ نتیجتاً اسماعیلی مذہب سے تعصب رکھنے والے مورخین نے ان تنازعات کو اور زیادہ تقویت دی۔ حالانکہ ائمہ کی نسبی حیثیت تاریخی اعتبار سے واضح ہونا امامت کی معرفت کیلئے لازمی ہے۔ اگر تاریخی اعتبار سے ائمہ کا سلسلہ نسب واضح نہیں ہوتا ہے تو پھر ان کی امامت کی تشریح بھی امت کے لئے دلیل کا باعث نہیں بن سکتی ہے۔ اسی مناسبت سے دیکھا جائے تو اسماعیلی ائمہ کی تاریخ حضرت عبداللہ المہدی سے پہلے کے ائمہ کے بارے میں کافی متنازع فیہ ہے۔ جیسے فرہاد دفتری کے مطابق جعفر بن منصور الیمن نے فاطمی خلفاء کا جو نسب نامہ بیان کیا ہے، اس کے مطابق عبداللہ المہدی اپنے شجرہ نسب کو محمد بن اسماعیل کے بجائے محمد کے بھائی عبداللہ بن اسماعیل سے جوڑتے ہیں۔ نہ صرف ائمہ کے شجرہ نسب کو محمد کے بجائے عبداللہ بن اسماعیل تک لے جاتے ہیں بلکہ عبداللہ بن اسماعیل ہی کو صاحب الحق یا امام الصادق کا حقیقی جانشین قرار دیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اصل نام قاہر لکھتے ہیں جبکہ مذہب اسماعیلیہ کے عقیدے کے مطابق قاہر ان کے باپ کا نام تھا۔ بہرحال ایران کے شمالی علاقوں میں قائم ہونے والی اس اسماعیلی نزاری ریاست کے آٹھویں اور آخریں جانشین رکن الدین بن جاتے ہیں۔ ان کے عہد امامت میں سقوط الموت واقع ہوا اور اسماعیلیوں کی سیاسی حکومت ختم ہوئی، جس کا ذکر فرہاد دفتری یوں کرتے ہیں۔ ''بہرکیف شعبان ۶۵۴ھ/ستمبر ۱۲۵۶ء تک ہلاکو نے نزاری قوّت کے مرکز پر حملہ کیا اور ایران میں موجود اصل مغل افواج کو الموت کے علاقے کا رخ کرنے کا حکم دیا۔ ۱۸ شوال ۶۵۴ھ/نومبر ۱۲۵۶ء میں ہلاکو نے ایک پہاڑی پر خیمے نصب کیے، جو میموں دز کے مقابل تھی، جہاں رکن الدّین خورشاہ مقیم تھے۔ گفت وشنید کے ایک آخری دور کی ناکامی اور چند شدید جھڑپوں کے بعد بالآخر نزاری امام ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے۔ ۲۹ شوال ۶۵۴ھ/۱۹ نومبر ۱۲۵۶ء میں رکن الدین خورشاہ نصیرالدین الطّوسی، اپنے وزیر موئید الدّین اور دوسرے نزاری عہدہ داروں کی معیت میں میمون دز سے نیچے اترے۔ چنانچہ ایران کی نزاری ریاست کی قسمت سربمہر ہوگئی۔'' (۳۱) سقوط الموت کے ساتھ مذہب نزاریہ کی نہ صرف سیاسی حکومت ختم ہوئی بلکہ ان کے ائمہ کو اپنی امامت کو ظاہری طور پر جاری رکھنا بھی ممکن نہیں رہا۔ اسماعیلی مورخین کے مطابق سقوط الموت کے بعد حضرت رکن الدین خورشاہ کے فرزند خفیہ طور پر آذربائیجان کی طرف چلے گئے اور وہیں سے ائمہ اسماعیلیہ نے درویشوں، صوفیوں اور تجار کی شکل میں سلسلہ امامت کو آگے بڑھایا لیکن اسی دوران ائمہ کی غیبت اور ستر (تقیہ) میں رہنے کی وجہ سے نزاریت کافی حد تک مفقود رہی ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا کے اکثر نزاریوں نے

Presented by Ziaraat.Com

مذہب اثناعشریہ کو اختیار کیا۔ یہی وجہ نظر آتی ہے کہ آج ایران میں اسماعیلی مذہب کے ماننے والے بہت ہی قلیل تعداد میں ہیں۔ راقم الحروف نے اگست ۲۰۰۵ء میں ایران کے بعض ان علاقوں کا مشاہدہ کیا ہے، جہاں پر ماضی میں اسماعیلی نزاری ائمہ قیام کر چکے تھے۔ ان میں سے ایک علاقہ انجدان ہے۔ انجدان پرانے قم کے احاطے اور محلات کے قریب شہر اراک کے قریب خمین کے راستے میں ایک قلعہ نما پہاڑی سلسلے کا نام ہے۔ یہ علاقہ اب بھی انجدان ہی کے نام سے مشہور ہے، جو ضلع قم میں آتا ہے۔ انجدان میں دو نزاری سلسلے کے ائمہ حضرت شاہ غریب اور حضرت شاہ قلندر (مستنصر باللہ دوئم) کے مقبرے بھی موجود ہیں۔ مورخین کے مطابق اسماعیلی ائمہ سقوط الموت کے بعد تقریباً دسویں صدی ہجری کے اواخر میں انجدان آئے

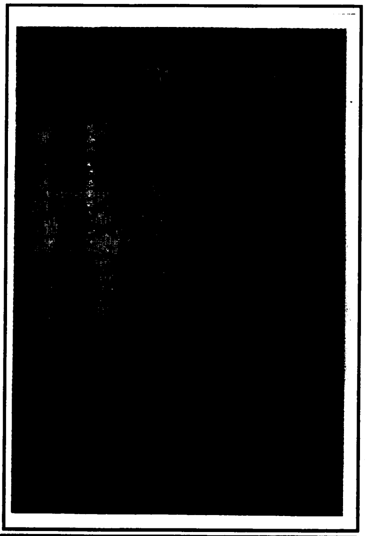

انجدان کے پہاڑی نما قدیم قبرستان میں یہ کتبہ ملا ہے۔ اس میں درج تحریرات انجدان کی تہذیب و ہنر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تھے۔ سقوط الموت کے بعد دشمن کے خوف سے ائمہ اسماعیلیہ تقیہ میں زندگی گزارنے پر مجبور تھے، انجدان تیسری صدی ہجری سے شیعہ امامیہ کا ایک مضبوط قلعہ تھا، یہ لوگ کافی ترقی یافتہ اور خوشحال بھی تھے۔ راقم الحروف کو انجدان کی پہاڑی سلسلے کے قدیم قبرستان سے کچھ ایسے کتبے ملے ہیں جو چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے ہیں، جس میں میت کے نام و نسب کے ساتھ عقیدہ بھی درج ہے جو شیعہ امامیہ اثنا عشریہ

Presented by Ziaraat.Com

کو بیان کرتا ہے۔ ان کتبوں کی ضبط شدہ تحریر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہاں کے مکین کافی تہذیب یافتہ اور علم و ہنر سے بہت حد تک آشنا تھے۔ انجدان کے شروع میں ہی ایک محلّہ اسماعیلیہ کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ اس محلے کے موجودہ رہائشی سب کے سب اثنا عشری ہیں۔ شفوی معلومات کے مطابق اس محلّہ میں شیعہ اسماعیلیہ رہائش پذیر تھے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ان کی اکثریت نے مذہب اثنا عشریہ کو قبول کیا ہے اور کچھ نے یہاں سے ہجرت کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس محلے کا رہائشی ایک درویش صفت شخص ''شاہ بیگ'' جو کچھ سال پہلے وفات پاچکے ہیں خود کو مذہب

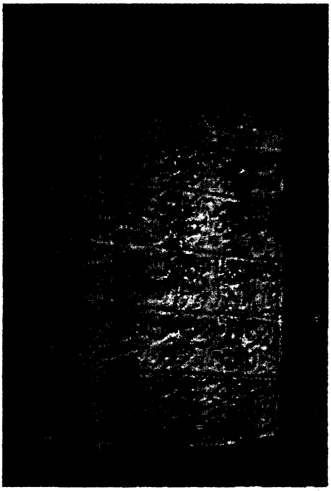

انجدان کے قبرستان میں موجود اس کتبہ میں تحریر سن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ دوسری صدی ہجری کے اوائل کا ہے۔

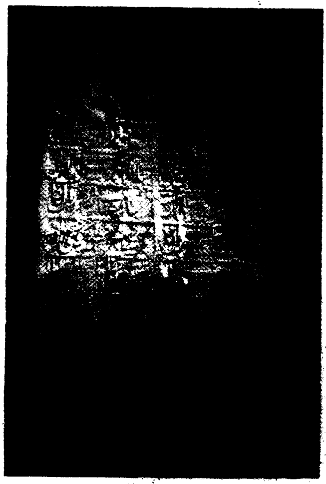

ان کتبوں میں میت کا نام، عقیدہ، تاریخ ولادت و وفات اشعار میں تراشا گیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انجدان شیعہ اثنا عشریوں کا مرکز تھا۔ عباسیوں کی سختیوں کی وجہ سے اسماعیلی شیعہ اسی مرکز میں سن ۹ ھجری میں آئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

پہاڑی نما شاہ ویلم انجدان کے قبرستان کی ایک جھلک

یہ امام بارگاہ انجدان کے اسماعیلیہ گاؤں کا ہے۔ یہاں کے باسی اسماعیلی روایات کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو اسماعیلی ہونے پر فخر بھی کرتے ہیں لیکن مسلکی اعتبار سے یہ سب شیعہ اثنا عشری مسلک کو اختیار کر چکے ہیں۔

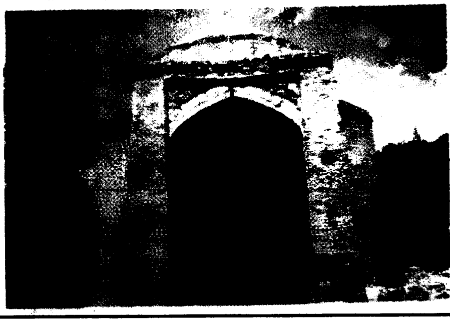

اسماعیلیوں کے امام شاہ غریب کا روضہ مبارک، انجدان

Presented by Ziaraat.Com

اسماعیلیہ فرقہ کے امام شاہ قلندر کا روضہ مبارک۔ انجدان

اسماعیلیت کے پیروکاروں میں سے قرار دیتے تھے۔ جن کی اولاد اب اس علاقے سے چلی گئی ہے۔ اکثر مصنفین (جن میں فرہاد دفتری اور ایوانف بھی شامل ہیں) کے مطابق تاریخ اسماعیلیت میں انجدان کا دور اہم اور سنہرا دور کہلایا جاتا ہے۔ ایونوف نے تو اس دور کو ''دور احیائے انجدان'' کا نام دیا ہے۔

اگر تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو انجدان کے اس سنہرے دور میں بھی ائمہ کی سیرت سے پورا استفادہ کرنے کا موقع اسماعیلیہ نزاریہ کو نہیں ملا ہے کیونکہ ائمہ اسماعیلیہ دور انجدان میں بھی مذہب اثنا عشری کے حدود میں صوفیوں کے بھیس میں رہ رہے تھے، جس کی وجہ سے اسماعیلی نزاری مذہب اثنا عشری کو ہی اپنا حقیقی اور اصل مذہب سمجھنے

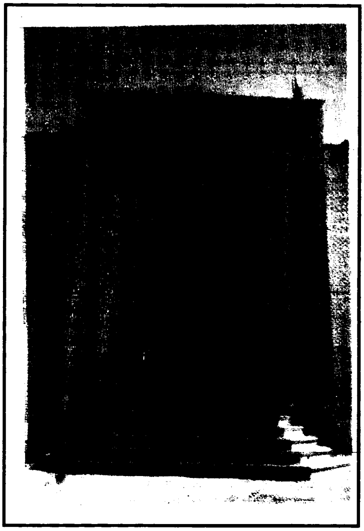

انجدان کے شیعہ اثنا عشریہ کا موجودہ مرکزی حسینیہ۔ انجدان

Presented by Ziaraat.Com

انجدان کے قبرستان میں چہار اختران کا مرکزی دروازہ

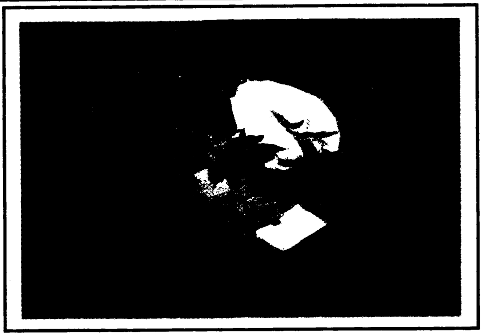

محلات کے قدیم قبرستان، جس کی تاریخی حیثیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔

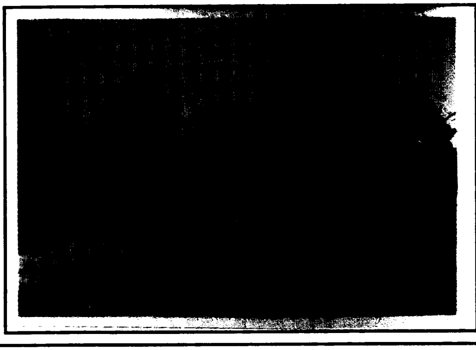

محلات کے قدیم قبرستان جو اب اس شہر کا مرکزی علاقہ ہے جسے قبرستان سے رہائشی علاقہ میں تبدیل کیا جا چکا ہے۔ صحیح تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے اس اہم اور تاریخی قبرستان کی حیثیت ختم ہو رہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لگے۔ یوں انجدان کے اس دور سے مذہب اسماعیلیت کو کوئی فائدہ اپنے مذہب کی ترویج اور تبلیغ کیلئے نہیں ملا۔ اس کا واضح ثبوت انجدان میں اسماعیلی مذہب کا خاتمہ ہے۔ سقوط انجدان کے بعد اسماعیلیت ایک بار پھر خفیہ نظام دعوت کے تحت سلسلہ امامت کو جاری و ساری رکھنے پر مجبور ہوئی۔ یوں ایک عرصے کے بعد گیارھویں صدی ہجری میں ایران کے بعض علاقوں کہک، کرمان اور یزد میں اسماعیلیت کے احیاء کی علی الاعلان کوششیں ہوئیں تو شیعہ اثنا عشریوں نے اس کی سخت مزاحمت کی۔ یہاں تک کہ ان کے آپس میں فرقہ وارانہ فسادات بھی ہوئے۔ بہرحال وجوہات کچھ بھی ہوں مذہب اسماعیلیہ ایران میں پنپنے میں کامیاب نہیں ہوسکا اور مذہب اثنا عشریہ کو قبول کرنا پڑا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسماعیلی امام حضرت حسن علی شاہ کے ایران کے قاچاری بادشاہ فتح علی شاہ سے مراسم پیدا ہوئے اور ان کا بادشاہ ایران کی بیٹی سے رشتہ ہوا، جس کے نتیجے میں حسن علی شاہ کو آقا خان کے اعزازی لقب سے بھی نوازا گیا اور انہیں پہلے قم پھر کرمان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ بادشاہ ایران سے اتنے زیادہ قریبی مراسم اور رشتہ داری کا پیدا ہونا، پھر گورنری کا عہدہ ملنے کی ایک بنیادی وجہ حضرت حسن شاہ کی والدہ محترمہ کا وہ عہدنامہ تھا، جو انہوں نے بادشاہ ایران سے کیا۔ جس کے مطابق شیعہ اثنا عشریہ مذہب کی قبولیت شامل تھی لیکن حضرت حسن علی شاہ نے کرمان کی گورنری حاصل ہونے کے بعد اپنے قدیم نظریات کے اجراء کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں قاچاری بادشاہ [1] نے اپنے بہنوئی کو گورنر کے عہدہ سے معزول کیا لیکن حضرت حسن علی شاہ نے اس معزولی

۱۔ جس نے انہیں کرمان کا گورنر نامزد کیا تھا

Presented by Ziaraat.Com

کو قبول نہ کرتے ہوئے بغاوت کا اعلان کیا۔ جس کے نتیجے میں مرکزی حکومت اور کرمان کی حکومت کے درمیان فوجی تصادم ہوا اور کرمان کی حکومت کو سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شکست کی وجہ سے حضرت حسن علی شاہ کی اب ایران میں رہنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس لئے مجبوراً انہوں نے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ افغانستان پہنچنے کے بعد حسن علی شاہ کے حکومت برطانیہ سے روابط پیدا ہوئے۔ چونکہ حکومت برطانیہ کے بادشاہ ایران کے ساتھ بھی قریبی روابط تھے اس لئے برطانیہ کی ثالثی کی وجہ سے بادشاہ ایران افغانستان اور ہندوستان میں حضرت حسن علی شاہ کا پیچھا کرنے میں ناکام رہے۔ یوں حضرت حسن علی شاہ کے ایران کو خیر باد کہنے کے بعد ایران سے اسماعیلیت کا تقریباً خاتمہ ہو گیا۔[1]

حضرت حسن علی شاہ المعروف آغا خان اول مذہب اسماعیلیہ نزاریہ کے چھیالیسویں امام ہیں۔ جو ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں ایران کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کے ہندستان چلے آئے۔ آپ تقریباً چھیاسٹھ سال منصب امامت پر فائز رہے۔ جمادی الاول ۱۲۹۸ھ/اپریل ۱۸۸۱ء میں آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند آقا شاہ علی آپ کے جانشین قرار پائے، جو آغا خان دوم کے نام سے مشہور ہوئے۔ چار سال تک امامت کرنے کے بعد ذوالقعدہ ۱۳۰۲ھ/اگست ۱۸۸۵ء میں آپ رحلت فرما گئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے اکلوتے فرزند سلطان محمد

۱۔ بادشاہ ایران سے نزاری ائمہ کی رشتہ داری کی وجوہات اور پھر مخاصمت اور اسی طرح ایران سے ہمیشہ کیلئے اسماعیلیت کا خاتمہ۔ ان تمام موضوعات کا مطالعہ اسماعیلی تاریخ کے ماہر فرہاد دفتری کی کتاب 'اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ'' میں کیا جاسکتا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ مشہور اسماعیلی عالم اور طریقہ بورڈ کراچی کے داعی ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب نے کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

شاہ الحسینی المعروف بہ آغا خان سوم اسماعیلیوں کے اڑتالیسویں امام کی حیثیت سے منصب امامت پر متمکن ہوئے۔ آغا خان اول اور دوم دونوں ہندوستان میں مقیم رہے لیکن آغا خان سوم نے زندگی کے آخری ایام سوئزرلینڈ میں گزارے اور وہیں پر ۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء کو رحلت فرما گئے۔ جن کی میت کو جنیوا سے لے جا کر مصر کے شہر اسوان میں دفن کیا گیا۔ آپ نے اپنی حیات میں اپنے پوتے حضرت شاہ کریم الحسینی کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت شاہ کریم الحسینی جو آغا خان چہارم کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت سوئزرلینڈ کے مشہور شہر جنیوا میں ۲۸ رمضان ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ہوئی۔ (۳۲)

۱۹۴۱ء میں شیعہ اسماعیلیہ کا مرکز امامت ایران سے ہندوستان منتقل ہوا تو ہندستان میں امام کو جہاں اپنے ماننے والوں سے قریب ہونے کا موقع ملا، وہیں پر بہت سارے تنازعات بھی نمودار ہوئے۔ بہت سارے اسماعیلی خوجے، جو امام کے بارے میں موروثی صفات کو اپنے عقیدے کا حصہ بنائے ہوئے تھے، ان کے زعم میں ہز ہانس پرنس آغا خان میں بحیثیت امام وہ صفات نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے اسماعیلی خوجوں کی ایک بڑی تعداد نے آغا خان کو امام کی حیثیت سے قبول کرنے سے انکار کیا۔ البتہ یہ دلیل ان لوگوں کی طرف سے پیش کیا گیا جنہوں نے آغا خانیت کو ترک کر کے شیعہ اثنا عشریہ یا سنی مذہب کو اختیار کیا تھا۔ آغا خانی مورخین اس نزاع کی اصل وجہ مالی معاملات کو قرار دیتے ہیں اور ایسا ہونا قرین قیاس ہے کیونکہ امام کے برصغیر میں آنے کے بعد ان کی تمام وہ جائدادیں جو امامت کے عنوان سے تھی ان پر ان کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ بہرحال وجوہات کچھ بھی ہوں حضرت ہز ہانس

Presented by Ziaraat.Com

پرنس آغا خان اول کے برصغیر تشریف لانے کے بعد اسماعیلیوں کی ایک قلیل تعداد مذہب اسماعیلیہ کو ترک کیا۔ ان میں کچھ نے سنی مذہب کو اختیار کیا اور اکثریت نے شیعہ اثنا عشری مذہب کو اختیار کیا۔ [1]

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ شیعہ اسماعیلیہ کے امام حضرت حسن علی شاہ کے ہندوستان میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد سے ہندوستان کے اسماعیلیوں میں بہت زیادہ اختلافات پیدا ہوئے۔ آغا خان اول حضرت حسن علی شاہ کے بعد جو گروہ مذہب اسماعیلیہ سے جدا ہوئے، ان کے بارے میں عالی جانی مسز زواہر موئز تحریر کرتے ہیں۔ ''ہندوستان میں جہاں اسماعیلی دعوت پھیلی، وہاں کئی مختلف اسباب کی بناء پر اسماعیلیوں میں مختلف گروہ ہو گئے۔ مثلاً سید امام شاہ کے فرزند سید محمد شاہ نے ست پنتھی امام شاہی گروہ بنایا تھا، جو آج بھی قائم ہے۔ اس کے

۱۔ قائداعظم محمد علی جناح بھی ان ہی لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے مذہب اثنا عشریہ کو قبول کیا تھا۔ یہ لوگ ''خوجہ پیرائی شیعہ اثنا عشری جماعت'' کے نام سے اپنے کمیونٹی میں مذہب شیعہ اثنا عشریہ کی ترویج اور تبلیغ کر رہے ہیں۔ راقم الحروف کی اس کمیونٹی کے ایک ضعیف العمر (۸۸ سال) شخص یوسف لالجی سے اس موضوع پر تفصیل سے بات چیت ہوئی۔ انہوں نے بہت سے اہم تاریخی واقعات اور معلومات فراہم کیں۔ بقول ان کے یہ وہ معلومات ہیں، جو رقم نہیں ہوئی ہیں۔ اس لئے کسی کا ان پر قائل ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ اپنی ہر بات پر تاریخی دلائل بھی پیش کرتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے کہا کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے ماں باپ شیعہ اسماعیلی آغا خانی تھے لیکن قائداعظم مذہب اثنا عشریہ کو قبول کر چکے تھے۔ اس شخص کا کہنا ہے کہ قائداعظم نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میرا غسل ''کہ لو'' سے دلوایا جائے، ''کہ لو'' ایک نوخیز اثنا عشری شخص تھا۔ جو کھارادر (کراچی) میں اثنا عشری خوجوں کے ہاں غسل دینے والا مشہور شخص تھا۔ بقول ان کے قائداعظم نے وصیت کی تھی کہ ان کی تجہیز و تکفین شیعہ اثنا عشریہ کے مطابق کی جائے اور غسل میت ''کہ لو'' سے دلوایا جائے۔ چنانچہ قائداعظم کی وصیت کے عین مطابق شیعوں نے ان کے غسل اور تدفین کا انتظام کیا اور ''کہ لو'' ہی نے انہیں غسل دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

علاوہ اسماعیلیوں میں حضرت امام حسن علی شاہ کے دور میں ایک گروہ علیحدہ ہو گیا تھا ،جس کا نام ''بار بھیا'' ہے۔ یہ گروہ بارہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اس لئے اس کو بار بھیا یعنی بارہ آدمی کہتے ہیں۔ شروع میں ان کی تعداد کم تھی لیکن آہستہ آہستہ بڑھ کر ۴۰۰ تک پہنچ گئی اور انہوں نے امام حسن علی شاہ کو امام ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ اپنی علیحدہ جماعت زیادہ دنوں تک قائم نہ رکھ سکے اور ان میں سے اکثریت نے شیعہ اثنا عشریہ مذہب اور کچھ نے سنی مذہب کو اختیار کیا۔ اس طرح ان کی علحیدگی کی نوعیت کچھ مختلف تھی۔ جب امام حسن علی شاہ ایران میں رہتے تھے، تو کچھ کے علاقے میں پرانے نظام کے تحت سیّد دادو کی اولاد میں سے جو وکیل تھے، انہوں نے وہ نذرانے امام کو بھیجنے بند کر دیئے، جو جماعت کی طرف سے وہ امام کے لئے وصول کرتے تھے۔ انہوں نے علحیدگی اختیار کی۔ امام نے ان کو سنبھالنے کے لئے ایران سے اپنے رشتہ داروں کو بھیجا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے دو یا تین افراد کے باقی سب امام کو ماننے کیلئے تیار ہو گئے۔ بمبئی میں بھی کچھ افراد جن کی تعداد بارہ تھی، وہ جماعت سے اختلاف کر کے علحیدہ ہو گئے۔ اس گروہ کے لوگ ملک کے اخباروں میں امام اور اسماعیلیوں کے خلاف مضمون لکھ کر ان کو بدنام کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ اپنے ہم خیال لوگوں کی تعداد بڑھاتے رہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ جوابی حملے بھی ہوئے۔ مثلاً اخباروں میں امام اور اسماعیلیوں کے متعلق جوابی مضامین بھی چھپے لیکن کوئی اصلاح نہ ہونے پائی۔ جب امام حسن علی شاہ بمبئی تشریف لائے تو بار بھیا[1] کے اس گروہ سے ملاقات کی لیکن وہ امام کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئے چنانچہ ان سے

۱۔ بارہ افراد سے منسوب یعنی بارہ بھائی۔

Presented by Ziaraat.Com

تعلقات منقطع کر لئے گئے۔ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء میں بمبئی میں محرم کے مہینے میں ایک دردناک واقعہ پیش آیا۔ آغا خانی اسماعیلیوں اور بار بھیا کے درمیان تصادم ہو گیا۔ جس میں بار بھیا والوں کے لیڈر مارے گئے۔ اس پر بمبئی کورٹ میں اسماعیلیوں کے خلاف مقدمہ ہوا اور چار اسماعیلیوں کو موت کی سزا ہو گئی۔ اس طرح دشمنی بڑھتی گئی اور اختلافات بھی زیادہ ہو گئے اور بار بھیا کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ انہوں نے علیحدہ جماعت خانہ بنایا اور اسماعیلی قبرستان میں اپنے لئے علیحدہ جگہ طلب کی اور تمام جماعت کی جو زمینیں تھیں، ان میں حصہ مانگا اور علیحدہ حقوق حاصل کرنے کیلئے بمبئی کی ہائی کورٹ میں امام اور جماعت کے خلاف مقدمہ بھی درج کروایا۔ جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام کا خوجہ قوم سے کوئی تعلق نہیں تھا اور پیر صدر الدین نے ان کو شیعہ امامی اسماعیلی نہیں بنایا تھا۔ اس گروہ میں چند لوگ مسقط، کچھ بمبئی وغیرہ سے بھی شامل ہو گئے تھے لیکن زیادہ تر لوگ امام کے وفادار رہے۔ کورٹ کا یہ مقدمہ بار بھیا کیس یا خواجہ کیس یا آغا خان کیس کے نام سے مشہور ہے۔ انگریز عدالت کے جج آرنلڈ نے اس مقدمہ کی سماعت ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں بمبئی میں کی اور ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء کو اس مقدمے کا فیصلہ امام کے حق میں دیا۔ فاضل جج نے اسماعیلی عقائد اور شیعہ سنی خوجوں کے عقائد کا تاریخی کتابوں سے مطالعہ کیا اور امام کے خاندان کی تاریخ اور خوجہ جماعت کے امام کے ساتھ تعلقات پر تاریخی مواد جمع کیا اور امام کی امامت شیعہ عقائد کے تحت ثابت کی اور امام کے روحانی پیشوا کے طور پر مریدوں کے نذرانے قبول کرنے کا حق اور پیر صدر الدین کا داعی ہونا اور یہ کہ انہوں نے شیعہ امامی اسماعیلی عقائد کی دعوت دی تھی، یہ سب ثابت کر کے دکھایا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس طرح دعویداروں کی درخواست کو کورٹ نے مسترد کر دیا۔ بار بھیا نے پھر کوشش کر کے اپیل کی تھی لیکن یہ بھی مسترد ہو گئی اور آخر کار ان کا تعلق امام سے ٹوٹ گیا۔ تاہم اس قسم کا عناد اور دشمنی کبھی کبھی پھر بھی ابھرتی رہی ہے اور امام حسن علی شاہ کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں کے زمانے میں بھی ایسے اور کئی لوگوں نے بھی علیحدہ ہو کر جماعت کے خلاف لکھا ہے اور لکھتے رہتے ہیں اور جماعت سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔'' (۳۳)

یوں امامت کو ہندوستان میں منتقل ہونے کے بعد ہندوستان کے شیعہ اسماعیلیہ، جو شیعہ خوجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے امام کو جہاں اپنے درمیان پایا، وہیں پر انہوں نے اپنے قدیم نظریات سے امامت کی حیثیت کو پہچاننے کی کوشش کی، جبکہ امام وقت کے تقاضے کے مطابق طرز امامت میں جدّت پیدا کر چکے تھے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے امام الوقت کو اپنے رجعت پسند نظریات کے مطابق نہیں پایا۔ اسی لئے خوجوں کی ایک بڑی تعداد نے امام سے اختلاف کیا۔ یہ اختلافات حضرت حسن علی شاہ (آغا خان سوم) کے دور میں سب سے زیادہ سامنے آئے کیونکہ آپ نے بہت سارے ایسے فرامین جاری کئے تھے، جو فرامین رجعت پسند خوجوں کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ان فرامین کو ماننے سے انکار کرتے ہوئے حضرت حسن شاہ کی امامت کو ماننے سے بھی انکار کیا۔ جیسا کہ حضرت حسن شاہ (آغا خان سوم) نے خواتین کو مردوں کے برابر لانے کے لئے اسکارف اوڑھنے کی پابندی ختم کی تھی۔ آپ اپنی خودنوشت سوانح عمری ''دی میمائرس آف آغا خان'' میں ان اصلاحات کے بارے میں یوں تحریر

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہیں۔" سماجی اصلاح کے معاملات میں میں نے اپنا اثر و اختیار سوچ سمجھ کر اور تدریجی طور استعمال کیا ہے۔ میں نے عورتوں کی آزادی اور تعلیم کی ہمیشہ ہمّت افزائی کی ہے۔ میرے دادا اور والد کے زمانے ہی میں پردہ ترک کرنے کے سلسلے میں اسماعیلی دوسرے مسلمان فرقوں سے بہت آگے تھے۔ حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جو بہت زیادہ رجعت پسند تھے۔ میں نے پردہ بالکل ختم کردیا ہے۔ اب آپ کسی اسماعیلی عورت کو نقاب ڈالے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔ (۳۴)

جس وقت آغا خان سوم اپنے ماننے والوں کیلئے مذہب کے تشریعی احکامات میں اصلاحات لا رہے تھے، جس کی ایک مثال اوپر بیان ہوئی ہے، تو شیعہ خوجوں میں سے بعض نے ان اصلاحات کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس کے خلاف سخت بغاوت کی۔ جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر ان کے درمیان ٹکراؤ بھی ہوتا تھا، جس کے بارے میں مختصر ذکر ہوا۔ بہر حال نزاری امام نے ایران سے برصغیر منتقل ہونے کے بعد ایک نئے اور پُر اثر انداز میں اپنے وجود کو قائم و دائم رکھا۔[۱]

(3/7) اسماعیلیہ نزاریہ کے فرقے

ائمہ اسماعیلیہ کے مستور رہنے کی وجہ سے امام کی صحیح شناخت نہ ہو پائی، جس کی وجہ سے نزاریت امامت کی صحیح شناخت پر منقسم ہو کر محمد شاہی اور قاسم شاہی نامی دو فرقوں میں ہوگئی۔ نزاری مذہب کی اس تقسیم کے بارے میں نزاری مصنف

۱۔ اس موضوع پر زیادہ تفصیلات جاننے کے خواہشمند محققین مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ عالی جانی مسز زواہر موئز، کی کتاب "تاریخ ائمہ اسماعیلیہ" ج ۴ (اردو میں) جعفر سبحانی کی کتاب "بحوث فی الملل والنحل" ج ۴، (عربی)۔ ہز ہانس پرنس آغا خان کی کتاب "دی میمائرس آف آغا خان"۔ فرہاد دفتری کی کتاب: Ism'ilis: their history and doctrines اس کتاب کا اردو ترجمہ ڈاکٹر عزیز اللہ نجیف نے "اسماعیلی تاریخ و عقائد" کے نام سے کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

رائے اقبال کی کتاب ''تاریخ ائمہ اسماعیلیہ'' کی جلد۳ میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ محمد شاہی، حضرت نزار بن مستنصر باللہ کی امامت کو تسلیم کرنے کی وجہ سے یہ لوگ مذہب نزاریہ میں شامل ہیں لیکن بیسویں امام کی امامت میں اختلاف سے یہ لوگ نزاریہ سے الگ ہوئے ہیں، اس کے بعد ان کے ائمہ کی فہرست یہ ہے۔

فہرست ائمہ اسماعیلیہ نزاریہ مئومنیہ

نمبر	امام کا نام	تاریخ ولادت	تاریخ وفات	مدت امامت
۲۰	حسن بن نزار	۴۷۰ھ	۵۳۴ھ	۴۴ سال
۲۱	محمد بن حسن	۵۲۳ھ	۵۹۰ھ	۵۶
۲۲	جلال الدین حسن	۵۷۳ھ	۶۱۷ھ	۲۷
۲۳	علاء الدین محمد	۶۰۹ھ	۶۵۳ھ	۳۶
۲۴	رکن الدین محمود	۶۲۹ھ	۶۵۵ھ	۲
۲۵	شمس الدین	۶۴۳ھ	۷۱۱ھ	۵۶
۲۶	مئومن شاہ	۶۷۹ھ	۷۳۸ھ	۲۷
۲۷	محمد شاہ	۷۲۹ھ	۸۰۷ھ	۶۹
۲۸	رضی الدین	۷۸۷ھ	۸۳۸ھ	۳۱
۲۹	طاہر	۸۲۱ھ	۸۶۸ھ	۳۰
۳۰	رضی الدین دوم	۸۵۷ھ	۹۱۶ھ	۴۸
۳۱	شاہ طاہر الحسینی الدکنی	۸۹۸ھ	۹۶۸ھ	۵۲

Presented by Ziaraat.Com

۳۲	حیدر	۹۳۵ھ	۹۹۴ھ	۲۶
۳۳	صدرالدین محمد	۹۷۷ھ	۱۰۲۳ھ	۳۸
۳۴	معین الدین	۱۰۰۳ھ	۱۰۵۴ھ	۲۲
۳۵	عطیہ اللہ	۱۰۲۷ھ	۱۰۵۹ھ	۵
۳۶	عزیز اللہ	۱۰۵۴ھ	۱۱۰۳ھ	۴۲
۳۷	معین الدین دوم	۱۰۸۷ھ	۱۱۲۷ھ	۲۴
۳۸	امیر محمد	۱۱۱۳ھ	۱۱۷۸ھ	۵۱
۳۹	حیدر المطہر	۱۱۵۸ھ	۱۲۰۱ھ	۲۳
۴۰	امیر حیدر الباقر	۱۲۷۹ھ	غائب ہے	جاری

ہے۔(۳۵)

ان کے چالیسویں امام حضرت محمد بن حیدر، جو امیر محمد باقر کے نام سے مشہور تھے، ۱۲۱۰ھ امامت کے منظر سے غائب ہوئے۔"**ولد هذا الامام الاخير في اورنگ آباد عام ۱۱۷۹ ھ لقبه محمد الباقر (توفي سنة ۱۲۱۰ ھ)، كلّ ماعرف عنه حتى الآن، هو انّه آخر امام من اسرة مومن.** (۳۶) جس کے بعد سے فرقہ مومنیہ کی امامت رک گئی اور یہ فرقہ مفقود ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس فرقے کے ماننے والے بہت کم تعداد میں شام میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے برعکس نزاریہ قاسم شاہی فرقہ کی امامت ابھی تک موجود اور جاری ہے۔ نزاریہ قاسمیہ کے چھیالیسویں امام حضرت حسن علی شاہ، جن کا لقب آغا خان تھا، اسی مناسبت سے یہ فرقہ قاسمیہ سے آغا خانیت کے نام سے مشہور ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

آغا خانیوں کے موجودہ امام حضرت شاہ کریم آغا خان (چہارم) ہیں، جو اپنے فرقے کے انچاسویں امام ہیں۔

بحث کا سیر حاصل یہ ہے کہ ''مستنصر سے الگ ہو کر حسن بن صباح نے الموت کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک ائمہ نزاریہ کا یہ سیاسی سلسلہ ایران میں جاری رہا، الموت کی حکومت کے زوال کے بعد ۶۵۴ھ میں ایران کے دوسرے حصے میں نزاریوں کی امامت منتقل ہوئی۔ ۱۲۳۳ء میں یہ امامت ہندوستان میں آئی۔ (۳۷)

(3/8) مذہب اسماعیلیہ مستعالیہ کے فرقے

حضرت مستنصر باللہ کی جانشینی کی بناء پر شیعہ اسماعیلیہ فاطمیہ آپس میں اختلافات کے شکار ہوئے، جس کے نتیجے میں حضرت مستنصر کے فرزند حضرت نزار کا قتل ہوا۔ دوسری طرف حکومت بنو فاطمیہ کی اہم شخصیت وزیر افضل[۱] نے حضرت مستنصر باللہ کے چھوٹے فرزند حضرت مستعال کی امامت کا باقاعدہ اعلان کیا اور ایک مضبوط حکومت قائم کرنے کے لئے اقدام اٹھانے لگے لیکن دوسری طرف نزاریوں کی مخالفت اور مخاصمت کی وجہ سے ان کی حکومت کو نقصان پہنچتا رہا، جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان کی حکومت میں بھی ضعف آنا شروع ہوا۔ جب حضرت مستعلی کا ۴۹۵ھ میں انتقال ہوا تو وزیر افضل نے حضرت مستعال کے پانچ سالہ بیٹے حضرت آمر کی امامت کا اعلان کیا۔ جس کو بہت جلد نزاریوں نے اپنے امام حضرت نزار

۱۔ وزیر افضل کا اصل نام ابوالقاسم شہنشاہ تھا اپنے والد بدر الجمالی جو بنو فاطمہ کے امام مستنصر باللہ کی تائید سے ریاست کے سب سے مضبوط وزیر (وزیر اعظم) اور امیر الجیوش تھے ان کی وفات کے ساتھ آپ کو وزیر اعظم اور امیر الجیوش بنایا گیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

کے قتل کے بدلہ میں قتل کر ڈالا تو ان کے ڈھائی سالہ بیٹے حضرت طیب کو چھپا دیا گیا۔ مستعالیوں کے امام حضرت ابوالقاسم طیّب کی طفولیت کے زمانے میں مستور کر دیے جانے کی صحیح صورتحال کو ڈاکٹر زاہد علی یوں لکھتے ہیں۔ ''داعی ادریس کی روایت ہے کہ 'آمر نے جب یہ محسوس کیا کہ نزاری کسی نہ کسی موقع پر اسے قتل کریں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) تو اس نے اپنے ایک لڑکے طیب پر نص امامت کی اور اس کا اعلان اپنے خاص ارکان دعوت میں شائع کیا بلکہ یمن کو بھی اس کی اطلاع اپنی نائبہ ''الحرّۃ الملکہ'' اور داعی ذویب بن موسیٰ الوداعی کے نام بھیجی، لیکن چونکہ طیّب کی عمر اس وقت تقریباً ڈھائی سال کی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے باب الابواب (اول مددگار) ابن مدین کو اس کا کفیل یعنی ولی مقرر کیا تھا کہ اس کے بالغ ہونے پر امامت کا مرتبہ اس کے سپرد کر دیں اور دعوت کے امور کی اجرائی کے لئے اپنے چار جلیل القدر داعیوں ابن ارسلان، عزیزی نیلان اور قونص کی ایک انجمن بنائی اور ابن مدین مذکور کو اس کا صدر مقرر کیا اور اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ میرے قتل کے بعد ایک زبردست فتنہ برپا ہوگا۔ وزیر احمد بن افضل انجمن کے ارکان کو قتل کر دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس پیشن گوئی کے مطابق ابن افضل نے ارکان انجمن سے کہا کہ تم امام طیّب سے برات کرو ورنہ میں تمھیں مار ڈالوں گا۔ ارکان نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور اپنی جانیں قربان کر دیں۔ جب انجمن کے صدر ابن مدین کو بھی قتل کا حادثہ پیش آیا تو اس نے اپنے خُسر ابوعلی کو طیب کا کفیل بنایا۔ ابوعلی نے بھی جب یہ محسوس کیا کہ اب اس کی بھی باری آئے گی اور اس کے بعد طیب بھی نزاریوں اور عبدالمجید کی جماعت کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا تو وہ آمر کی وصیت کے موافق طیب کو اور اپنے چند مددگاروں مثلاً حجت، داعی بلاغ کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے

Presented by Ziaraat.Com

غائب ہو گیا۔(۳۸) مستعالی اسماعیلیوں کے عقیدے کے مطابق امام طیب کے غیبت میں جانے کے بعد دورستر کا آغاز ہوتا ہے اور تا قیامت ائمہ مستور ہی رہیں گے۔ البتہ ستر کی حالت میں ائمہ کی نسل میں ائمہ ہوتے رہیں گے۔ جن کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز جو امام ائمہ مستورین میں سے ہوگا، وہی قائم القیامہ ہوگا۔ دورستر میں ائمہ کی دعوت کو ان کے نائبین چلاتے رہیں گے۔ البتہ موجودہ داوودی بوہرہ کے عقیدہ کے مطابق اگر امام چاہیں تو حکم الٰہی سے قیامت کے آنے سے پہلے بھی ظہور فرما سکتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ شیعہ اثنا عشریہ کی طرح ظہور امام کے منتظر ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ روز قیامت سے پہلے ظہور امام کو ضروری تصور کرتے ہیں جبکہ اسماعیلی بوہرہ کے نزدیک لازم نہیں ہے کہ امام روز قیامت سے پہلے ظہور فرمائے۔ اسی طرح ایک اور بنیادی فرق یہ ہے کہ شیعہ کے امام حضرت مہدی بن حسن عسکری پردہ غیب میں زندہ ہیں جبکہ مستعالیہ کے نزدیک دورستر میں ائمہ کی نسل جاری و ساری ہے۔ امام طیب کی غیبت کے ساتھ ہی ان سے منسوب ہو کر یہ لوگ اسماعیلی طیبی کہلانے لگے، تو دوسری طرف بعض مورخین کے مطابق حضرت حافظ لدین اللہ[۱] نے امامت کا دعویٰ کیا یا بعض لوگ ان کی امامت کے قائل ہو گئے۔ ان ہی سے منسوب ہو کر یہ لوگ اسماعیلی حافظی کہلائے۔ یوں نزاریوں کے خروج کے بعد بہت جلد ہی فاطمی اسماعیلی امامت کی صحیح شناخت اور تشکیل پر دو حصّوں میں منقسم ہوئے اور طیبّی اور حافظی سلسلوں کے ساتھ اپنی امامت کو آگے جاری کیا۔

۱۔ جسے دراصل میں حضرت طیب کا کفیل مقرر کیا گیا تھا

Presented by Ziaraat.Com

حافظی اب بہت قلیل تعداد میں یمن میں بستے ہیں جبکہ طیّبی اسماعیلی پاکستان اور بھارت میں بہت بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی چھبیسویں داعی مطلق حضرت داؤد بن عجب شاہ کے دور میں داعی کی صحیح تشکیل اور نیابت میں منقسم ہوئے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داؤدی اور سلیمانی کے ناموں سے دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ یہ تقسیم امامت کی تشکیل پر نہیں بلکہ نائب امام کی تشکیل پر وجود میں آئی تھی۔ یوں امام کی نیابت پر مذہب اسماعیلیت میں یہ پہلی تقسیم تھی، جو ابھی تک باقی ہے۔

داؤدی (بوہری) داعی مطلق کو امام کا نائب خاص کا درجہ دیتے ہیں یعنی جو شرائط شیعہ امام کی تشکیل کیلئے سمجھتے ہیں، کم وبیش وہی شرائط مستعالی اپنے داعی مطلق کیلئے رکھتے ہیں۔ اس لئے ایک ہی وقت میں ایک داعی مطلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرہاد دفتری لکھتے ہیں۔ ''داؤدی نظام دعوت کی بنیاد اس نمونے پر رکھی گئی ہے، جو طیبی اسماعیلی مذہب کے یمنی مرحلے کے دوران پروان چڑھا ہے۔ داؤدیوں کی قیادت ''داعی مطلق'' کر رہا ہے، جو درحقیقت امام مستور کا جانشین ہے۔ داعی جو اپنے پیشرو کی جانب سے بذریعہ ''نص'' مقرّر ہوتا ہے اور لازمی مذہبی علم کا حامل ہوتا ہے، معصوم یعنی بے خطا اور لغزش سے پاک شمار ہوتا ہے۔ داعی جسے جماعت کی زندگی کے تمام معاملات میں مکمل اختیار حاصل ہے، نظام دعوت کا بھی سربراہ اعلیٰ شمار ہوتا ہے اور اپنے معاونین کے ذریعے جن کا انتخاب وہ خود ہی کرتا ہے، مطلق العنان طریقے سے نظم ونسق چلاتا ہے۔ داعی مطلق کو عام طور پر ''ملاّ جی صاحب'' یا ''سیدنا صاحب'' کہا جاتا ہے۔

مورخین کے مطابق مستعالی داعیوں کے ناموں میں کافی تضاد اور فرق

Presented by Ziaraat.Com

پایا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے مطلق داعیوں کی تعداد کی کوئی ایک حتمی فہرست بتانا کافی شکل ہے۔ محققین کے مطابق مستعالیہ کے دونوں فرقے داؤدی اور سلیمانی حضرت الذوئیب بن موسیٰ الوادعی کو پہلا اور داؤد بن عجب شاہ کو آخری داعی مطلق مانتے ہیں۔یعنی حضرت داؤد بن عجب شاہ ان دونوں کے آخری مطلق داعی ہیں۔ ان دونوں فرقوں کے کل مشترکہ داعین مطلق کی تعداد چھبیس بنتی ہے۔داؤدی فرقے کے موجودہ داعی مطلق حضرت محمد بن برھان الدین بن طاہر سیف الدین ہیں، جو اس فرقے کے باونویں داعی مطلق ہیں۔جبکہ سلیمانیہ فرقے کے موجودہ داعی مطلق حضرت اشرفی حسین بن حسن المکرّمی ہیں۔ بہرحال مستعالی طیبی اسماعیلیوں کے مطابق پہلا داعی مطلق حضرت ذویب بن موسیٰ ۵۲۰ تا ۵۶۴ھ ہیں،جن کے عہد میں حضرت طیب مستور ہوئے ہیں۔ داعی مطلقین میں تریسویں داعی حضرت ادریس بن حسن (عز الدین) کے دور میں طیّبی دعوت یمن سے ہندوستان منتقل ہونے کے آثار پیدا ہوئے ،جس کے نتیجے میں داعی محمد بن حسن کے دور میں طیبی داؤدی فرقہ کا مرکز یمن سے ہندوستان منتقل ہوا،جبکہ سلیمانی فرقہ کا صدر مقام اب بھی یمن ہی ہے۔یوں داعی ادریس چہارم کے عہد میں طیّبی دعوت باضابطہ ہندوستان میں منتقل ہوئی اور داعی مطلق ہندوستان سے ہونے لگے۔ویسے تو صرف دعوت کی ابتداء خود حضرت طیب کے ستر کے بعد داعی ذویب کے زمانے سے شروع ہوئی تھی۔ بہرحال ہندوستان میں طیّبی فرقہ کے داعی کے آنے کے بعد ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔البتہ ہندوستان (پاکستان اور بھارت) میں اب یہ لوگ بہرے سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہاں (ہندوستان) آنے کے بعد اسماعیلیوں کی سرگرمی

Presented by Ziaraat.Com

صرف مذہبی دائرے تک محدود رہی۔ سیاسی معاملات میں انہوں نے کچھ حصہ نہیں لیا۔ یہ لوگ اپنے کاروبار کی وجہ سے بہرے یعنی تجارت کرنے والے کہلاتے ہیں۔ یہ گجراتی لفظ ہے جس کے معنی تاجر کے ہیں۔

بہر حال اب دنیا میں اسماعیلیہ کے چار فرقے موجود ہیں۔ قرامطہ بعض عرب ممالک بالخصوص بحرین و یمن میں بہت قلیل تعداد میں رہتے ہیں۔ جبکہ دروز فلسطین، شام اور یمن کے کچھ علاقوں میں بہت کم تعداد میں موجود ہیں۔ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ اور مستعالیہ دنیا بھر میں لاکھوں کی تعداد میں بستے ہیں۔ پاکستان میں مستعالیہ حیدر آباد اور کراچی تک محدود ہیں جبکہ نزاریہ پاکستان کے اکثر علاقوں بالخصوص گلگت، چترال اور کراچی میں اچھی خاصی تعداد میں رہتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جات

(۱) مجلسی، الشیخ محمد باقر، بحار الأنوار، ج ۳۶ ص ۲۵۴، الناشر: مؤسسۃ الوفاء، تاریخ اشاعت ندارد، بیروت

نوٹ (علامہ مجلسی کے علاوہ مصادر حدیث: شیخ ماحوزی، کتاب الاربعین۔ الشیخ لطف اللہ الصافی، امان الامۃ من الاختلاف۔ ابن طاؤس، التحصین۔ الشیخ عزیز اللہ عطاردی، مسند الامام الرضا۔ اسی طرح دیگر بہت سارے قدیم وجدید کتب حدیث میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔)

(۲) فرہاد دفتری، اسماعیلی تاریخ اور عقائد، فصل ششم، ص ۵۲، مترجم، ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب، اقبال برادرز پبلیشرز، ۱۹۹۷ء، کراچی

(۳) سبحانی، شیخ جعفر، بحوثٌ فی الملل والنحل، ج چ ۶، ص ۵۳۶، الطبعۃ ۱۴۲۴ھ، الموسسہ الامام الصادق، قم

(۴) صدوق ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، کمال الدین وتمام النعمۃ، ص ۲۸۱، ج ۱، مترجمین، الکساء پبلیشرز، نارتھ کراچی، اشاعت دوئم ربیع الثانی، ۱۴۲۳ھ

(۵) اسماعیلی تاریخ اور عقائد، فصل ششم، ص ۹۹، ۱۰۰، ج اول

(۶) شیخ مفید، کتاب الارشاد (تذکرۃ الاطہار) ص ۳۷۷

(۷) زاھد علی ڈاکٹر، تاریخ فاطمین مصر، ج ۱، ص ۴۱، نفیس اکیڈمی، کراچی،

Presented by Ziaraat.Com

سن اشاعت ۱۹۷۳

(۸) دیدار علی شیخ، تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ا،ص ۱۵۶، شائع کردہ شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان، تاریخ اشاعت ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۰ء

(۹) کتاب الارشاد (تذکرۃ الاطہار) ص ۳۵۱

(۱۰) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ا،ص ۱۵۲،۱۵۳

(۱۱) تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ، ص ۱۳۸

(۱۲) اسماعیلی تاریخ اور عقائد، فصل سوم، ص ۱۱۱۔۱۱۲۔۱۱۳

(۱۳) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ا،ص ۱۵۴،۱۵۵

(۱۴) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ا،ص ۱۰۸

(۱۵) عیون الاخبار جلد ۴ ص ۳۵۷

(۱۶) اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ، ص ۳۰۱،۳۰۲

(۱۷) اسماعیلی تاریخ وعقائد، ص ۳۲۲

(۱۸) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲،ص ۲۰، بحوالہ افتتاح الدعوۃ، ص ۲۱۷، واتعاظ الحنفاء ص ۸۸، ابن اثیر ج ۸،ص ۴۷

(۱۹) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲،ص ۱۲۸، بحوالہ ابن خلکان ج ۲ ۳،ص ۵۲۸۔ ابن اثیر ج ۹،ص ۱۱۶

(۲۰) ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج ۴،ص ۲۷،۱۲۵

(۲۱) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲،ص ۱۶۴۔

Presented by Ziaraat.Com

(۲۲) ایضاً، ص ۲۵۰، بحوالہ عیون الاخبار۔ ج ۶، ص ۳۱۵، ۳۱۶

(۲۳) دفتری، فرہاد، اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ، ص ۱۹۸

(۲۴) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲، آٹھواں باب، ص ۱۹۳، بحوالہ ابن خلکان، ج ۳، ص ۳۸۲، الخطط، ج ۱، ص ۳۵۵۔ عیون الاخبار، ج ۶، ص ۴۴۱

(۲۵) دفتری، فرہاد، اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ، ص ۲۰۵، ۲۰۶

(۲۶) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲، ص ۲۲۱

(۲۷) تاریخ فاطمین مصر، ج ۱، ص ۳۱۵

(۲۸) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۲، باب ۹، ص ۲۳۷

(۲۹) تاریخ فاطمین مصر، ج ۲، باب ۸، ص ۲۳۱ بحوالہ ابن اثیر، ج ۱۰، ص ۲۳۷

(۳۰) تاریخ فاطمین مصر، ج ۱، ص ۳۲۶ بحوالہ مقریزی، ج ۲، ص ۷۶۔ ابن اثیر، ج ۱۰، ص ۲۳۷

(۳۱) تاریخ فاطمین مصر، ج ۱، ص ۹۶

(۳۲) اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ، ص ۴۱۲

(۳۳) عالی جانی مسز زواہر موئز، تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، ج ۴، ص ۳۴، ۳۵، شائع کردہ ہز ہائنس پرنس آغا خان شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان، ۲۳۰/۱، ڈکروز روڈ گارڈن ایسٹ کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۳ھ / جنوری ۱۹۸۳ء۔

(۳۴) آغا خان سوم، ہز رائل ہائینس پرنس، اسلام میرے مورثوں کا مذہب،

Presented by Ziaraat.Com

(دی میمائرس آف آغاخان کا ایک باب) ص ۳۹، مترجم: جون ایلیا، شائع کردہ: ہز ہانس پرنس آغاخان شیعہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے پاکستان، ۲۳۰/۱، ڈکروز روڑ گارڈن ایسٹ کراچی، ربیع الاول ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء۔

(۳۵) تاریخ فاطمین مصر، ج ۲، فصل ۲۱، ص ۲۶۔۔ بحوالہ عیون الاخبار، ج ۷، ص ۲۱۵، ۳۱۸ تا ۳۴۲

(۳۶) سبحانی، جعفر، بحوث فی الملل و النحل، ج ۸ ص ۱۵۶، بحوالہ الامامۃ فی الاسلام :۱۷۸

(۳۷) تاریخ فاطمین مصر، ج ۲، ص فصل ۲۵، ص ۸۵

(۳۸) زاہد علی، ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام، فصل ۹، ص ۲۸۰، مطبوعہ نامی پریس حیدر آباد دکن

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی احادیث مع ترجمہ

(۱) قال صلى الله عليه وآله: الحسن والحسين اماما امتي بعد أبيهما، وسيدا شباب أهل الجنة، امهما سيدة نساء العالمين، وأبوهما سيد الوصيين ومن ولد الحسين تسعة أئمة تاسعهم القائم من ولدى، طاعتهم طاعتي ومعصيتهم معصيتي، الى الله أشكو المنكرين لفضلهم والمستنقصين لحرمتهم بعدى وكفى بالله وليا وناصرا لعترتي وأئمة امتي، ومنتقما من الجاحدين لحقهم " حسن وحسین اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں ۔اور نو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ ان کی والدہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور ان کے والد دو جہانوں کے آقا ہے اور حسین سے نو ائمہ ہیں اور نواں قائم الائمہ ہیں۔ ان (نویں امام حضرت امام مہدی) کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ میں اللہ کے پاس ان لوگوں کے بارے میں شکوہ کروں گا جو میرے بعد ان (ائمہ اہل بیت) کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں ان کی حرمت اور تکریم کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی میری

Presented by Ziaraat.Com

عترت اور میری اہل بیت کے لئے کافی ہے اور ان لوگوں سے جنہوں نے (ائمہ اہل بیت) کا حق سلب کی ہے ان سے انتقام لیں گے۔(۱)

(۲) **لا تکون الامامة فی اثنین بعد الحسن و الحسین.** امامت حسن اور حسین کے بعد دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی۔" (۳)

(۳) اے مسعود! علی بن ابی طالب میرے بعد تمہارے امام اور تم پر میرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد میرا بیٹا (حضرت) حسن تم پر امام و خلیفہ ہے اس کے بعد میرا بیٹا حسین امام اور خلیفہ ہے۔ پھر حسین کی اولاد میں نو ائمہ ایک کے بعد ایک امام و خلیفہ ہوں گے۔"(۴)

Presented by Ziaraat.Com

باب چهارم

(4) دورصغریٰ اور کبریٰ اور ادوار ثلاثہ (کشف، فطرت اور ستر) کاتقابلی جائزہ

شیعیت میں نظریہ مہدویت دیگر مسلمانوں کی طرح ایک مسلم عقیدہ ہے البتہ اس کے مصداق پر جس طرح دیگر مسلمانوں کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں اسی طرح شیعہ مسلمان فرقوں کے درمیان حضرت امام مہدی کے مصداق میں اختلاف موجود ہے۔ اس حوالہ سے اس باب میں تفصیلی تحقیق پیش کی گئی ہے نیز حضرت محمد مہدی بن حسن عسکری کی غیبت صغریٰ و کبریٰ کا امامت سے متعلق اسماعیلیت کے نظریہ کشف، فطرت اور ستر سے تقابلی بحث پیش کی گئی ہے۔

بشریت کے مستقبل میں ایک مصلح کے ظہور کا نظریہ نہ صرف اسلام بلکہ اکثر مذاہب عالم میں پایا جاتا ہے۔ لیکن مصلح کی ماہیّت اور مصداق کی تفصیلات میں ان مذاہب کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں۔ دیگر مذاہب میں اس نظریہ کی کیا تفصیلات ہیں اس کو بیان کرنا ہمارے موضوع کا حصہ نہیں البتہ اسلامی روایات کے مطابق جس مصلح کا انتظار دنیا کے تقریباً تمام مذاہب کو ہے، وہ علی بن ابی طالب کی نسل میں سے ہوگا۔ اس مرد صالح کا نام محمد اور لقب مہدی ہوگا۔ احادیث میں نہ صرف نام اور نسب کا تعین کیا گیا ہے بلکہ ظہور کی بعض علامات اور نشانیوں کو بھی بتایا گیا ہے۔ جس میں دجال کا خروج اور امام مہدی سے جنگ کرنا بھی ثابت ہے۔ ساتھ ہی احادیث یہ بھی بیان کرتی ہیں کہ آپ کے ظہور کے ساتھ حضرت عیسیٰ بھی

Presented by Ziaraat.Com

تشریف لائیں گے اور اس مرد صالح کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔[1]

رسول اکرم ﷺ نے اپنی متعدد احادیث مبارکہ میں حضرت مہدی کے بارے میں کافی وضاحت فرمائی ہے۔ جن کی تعداد ایک تحقیق کے مطابق تقریباً ۶۵۷ ہے۔ ان احادیث میں سے اکثر احادیث مستند، صحیح اور متواتر ہیں۔ ان احادیث کو روایت کرنے والوں میں سے تقریباً ۲۶ رسول اللہؐ کے اصحاب بھی شامل ہیں۔ جیسے علی بن ابی طالب، حسین بن علی، عثمان بن عفان، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ بڑے اصحاب شامل ہیں۔ اسی طرح مشہور اور مستند کتب احادیث میں یہ روایات وارد ہوئی ہے۔ صرف ابو داود نے سنن میں کتاب مہدی کے باب میں ۱۱۳ احادیث روایت کی ہیں۔ ان تمام احادیث کو الگ الگ کر کے اس کی سند پر تجزیہ کرنا کافی طویل کام ہے اور یہ ہمارے موضوع کا حصہ بھی نہیں ہے۔ ان احادیث کا اجمالی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ احادیث متواتر اور مستند ہیں۔ ان احادیث کے ضعیف اور مرسل ہونے کا

۱۔ جب حضرت مہدی ظہور فرمائیں گے تو عیسائی اور یہودی ان کی زیارت کریں گے اور ان کے صحیح مقام کا اعتراف کریں گے۔ عیسائی حضرات، حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا عقیدہ ترک کردیں گے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ''اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو (عیسیٰؑ) کے مرنے سے قبل ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن خود عیسیٰؑ ان کے خلاف گواہی دیں گے'' ظاہر ہے اس وقت حضرت عیسیٰؑ عیسائیت کے قانون کی پیروی نہیں کریں گے، جو پہلے ہی منسوخ ہو چکا ہے بلکہ وہ امامِ وقت کی اقتداء کریں گے اور اسی بنا پر ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سمیت حدیث کی مشہور کتابوں میں رسول خدا ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اس وقت تمھارا کیا ردّعمل ہوگا جب مریم کا بیٹا تمھارے درمیان اترے گا اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا؟'' یہاں لفظ امام سے مراد امام مہدی ہیں۔ اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو امام مہدی کی پیروی کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

قائل شاید ہی کوئی محدث یا مورخ ہو۔ البتہ نظریہ مہدویت کے ساتھ ایک حدیث ایسی ملتی ہے کہ جس کو ابن ماجہ ۱؎ نے نقل کیا ہے۔ "لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم ۔" (۱) یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ نے جس مہدی کے بارے میں پیشن گوئی کی ہے، وہ خود حضرت عیسیٰؑ کی ذات مبارکہ ہے۔ مہدی کوئی الگ شخصیت نہیں ہے۔ اس ایک روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت ایسی نہیں ملتی ہے، جو اس روایت کو تقویت دے، جبکہ اس کے برعکس سینکڑوں روایتیں ایسی ہیں کہ جو حضرت مہدی اور حضرت عیسی علیہ االسلام کو الگ الگ شخصیتیں بیان کرتی ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "المهدی من عترة رسول الله و من فاطمة۔ مہدی عترت رسول ﷺ اور اولاد فاطمہ سے ہوگا۔" (۲) اسی طرح ایک اور مشہور حدیث بھی ہے۔ "لن تهلک امة انا فی اولها و عیسیٰ بن مریم فی آخرها و المهدی فی وسطها. میری امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی کیونکہ اس کی ابتدا میں میرا وجود اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے اور درمیان میں مہدی ہونگے۔" (۳) "وسط" آخر سے قبل ہوتا ہے۔ لہٰذا مہدی اور عیسیٰ دو الگ افراد ہیں۔

۱۔ ابن ماجہ کی روایت کا تعلق ہے تو اکثر علماء نے اس روایت کو ضعیف اور مرسل قرار دیا ہے۔ یہاں تک ابن تیمیہ (جو ائمہ اہل بیت کی شان اور عظمت کے بارے میں وارد روایات کو جعلی اور ضعیف قرار دینے میں مشہور سمجھے جاتے ہیں نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اس روایت کے راوی کو مجہول قرار دیا ہے۔ اس روایت کے راویوں میں زیادہ تر ایک ہی نام محمد بن خالد الجندی کا آتا ہے، ہم نے اس راوی کے بارے میں دقیق تحقیق نہیں کی ہے۔ البتہ اکثر محدثین اور مورخین اس شخص کو غیر معروف سمجھتے ہوئے اس کی اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ حافظ ابوالحسن محمد بن حسین ابری صاحب مناقب الشافعی نے لکھا ہے "لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم" کی روایت کا راوی محمد بن خالد الجندی اہل علم کے نزدیک غیر معروف ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس طرح صرف (جس کا ذکر کیا گیا) ایک حدیث کے علاوہ کوئی ایک بھی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے کہ جو حضرت مہدی کے وجود کی نفی کرتی ہو۔ جن روایات میں حضرت مہدی کے وجود اور ظہور کی پیشن گوئی ہوئی ہے۔ ان روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جسے امام حنبل نے درج کیا ہے۔ "**لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول الله ذلک الیوم حتی یخرج رجل من ولدی فیملاھا عدلا و قسطا کما ملئت ظلماً و جوراً** ۔(۴) اگر دنیا کی عمر میں سے صرف ایک دن ہی باقی بچے تو بھی خداوند کریم اس دن کو اتنا طولانی کرے گا یہاں تک کہ میری اولاد میں سے ایک فرد اٹھے گا اور دنیا کو عدل اور انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے پُر ہو چکی ہوگی۔"

بہر حال نظریہ مہدویت ایک مسلم ومتفقہ نظریہ ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس موضوع پر زیادہ تحقیق وتفتیش کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح روایات کے تناظر میں حضرت مہدی کی حکومت کی خصوصیات کے بارے میں بہت زیادہ مواد موجود ہے۔ اس لئے ہمیں اس عالمی حکومت کے بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ حضرت مہدی کا مصداق کس کو قرار دیا جائے؟ ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی حضرت مہدی کے مصداق کی نشاندہی کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ اور روایات میں امام کا تعین اور تشخص واضح ہوا ہے کہ وہ خاندان نبوت اور اولاد فاطمہ میں سے ہوں گے۔ جن کا نام آپ ﷺ کے ہم نام ہوگا لیکن دوسری طرف مسلمانوں میں حضرت مہدی کے مصداق کے حوالے سے کافی اختلافات

Presented by Ziaraat.Com

پائے جاتے ہیں۔ بنیادی اختلاف یہ ہے کہ آیا امام مہدی پیدا ہوئے ہیں یا پیدا ہوں گے؟ شیعیت کے تمام فرقے امام مہدی کی پیدائش کے قائل ہیں لیکن اہل سنت کے اکثر علماء حضرت امام مہدی کی پیدا ہونے کے قائل نہیں بلکہ بحکم خدا پیدا ہونگے اور دنیا میں ایک عالمی حکومت قائم کریں گے۔ جبکہ اہل سنت کے مقابلے میں مذہب تشیع حضرت مہدی کی پیدائش کا قائل ہے۔ اس حوالے سے شیعہ اپنے ائمہ اہل بیت سے متعدد روایات کو نقل کرتے ہیں۔[1] ان روایات کے مطابق حضرت مہدی ایک معین انسان ہیں۔ جسم و بدن کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں۔ دنیا میں ہونے والے ظلم و جور اور زیادتیوں کو دیکھتے ہیں اور ان تمام چیزوں سے آپ قریب و دور سے متاثر ہوتے ہیں۔ دنیا کے حالات میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔ مومنین کی مجالس میں اکثر شرکت فرماتے ہیں لیکن اپنی شخصیت کے اظہار سے اجتناب کرتے ہیں۔ آپ مقررہ دن دوبارہ ظاہر ہوں گے۔ ایک عالمی انقلاب کی رہنمائی فرمائیں گے اور دنیا میں عدل و انصاف اور نیکی پر مبنی ایک نظام قائم کریں گے۔ قرآن مجید نے بھی کھلے الفاظ میں وعدہ کیا ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا، جب حق و انصاف کا بول بالا ہوگا اور حکومت صالح لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ ''اور ہم نے تو نصیحت (توریت) کے بعد یقیناً زبور میں لکھ ہی دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔'' (۵) مذہب تشیع کے تمام فرقے حضرت مہدی کی ولادت کے قائل ہیں لیکن

۱۔ ان روایات کی تفصیل کو شیخ صدوق کی کتاب ''کمال الدین الدین وتمام النعمۃ'' اور معروف شیعہ محقق علی اصغر رضوانی کی کتاب ''سلسلہ مباحث مھدویت'' میں دیکھا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری طرف حضرت مہدی کے مصداق میں اختلاف نظر آتا ہے۔ شیعہ اثنا عشری حضرت محمد بن عسکری کو امام مہدی تصور کرتے ہیں، جس کا ذکر کیا گیا تو دوسری طرف شیعہ اسماعیلیہ حضرت محمد بن عسکری کو امام مہدی ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ساتھ ہی خود مذہب اسماعیلیہ بھی حضرت مہدی کے مصداق میں متفق نظر نہیں آتا ہے۔ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت عبید اللہ المہدی کو امام مہدی کا درجہ دیتے ہیں۔ جو نزاریہ اور مستعالیہ دونوں سلسلوں کے گیارہویں امام بھی ہیں جبکہ شیعہ اسماعیلیہ مستعالیہ اپنے بیسویں اور دور ظاہر کے آخری امام حضرت طیب کو امام مہدی کا درجہ دیتے ہیں۔ یوں شیعیت میں حضرت مہدی کے حوالے سے کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ تینوں فرقے حضرت مہدی سے متعلق آپ ﷺ کی تمام احادیث کو قبول کرتے ہیں اور ہر فرقہ ان احادیث کے مصداق کو بھی بیان کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آزادانہ فکر کے ساتھ ان احادیث کا تجزیہ کیا جائے کہ ان احادیث کا صحیح مصداق کون ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ حضرت محمد بن عسکری کو امام مہدی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی احادیث کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ احادیث میں امام مہدی کا نام آپ ﷺ کے نام پر محمد آیا ہے تو حضرت حسن عسکری کے فرزند کا اسم مبارک بھی محمد ہے۔ اسی طرح امام مہدی کو اولاد فاطمہ سے ہونے کا بیان احادیث میں آیا ہے تو محمد بن عسکری کے نسل فاطمہ سے ہونے میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ اسی طرح احادیث کے مطابق آپ کا لقب مہدی ہے۔ حضرت محمد بن حسن عسکری کے لقب مہدی ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔ احادیث میں بارہویں اور امام حسین کے بعد نویں امام کے بارے میں مہدی موعود ہونے کی

Presented by Ziaraat.Com

خبر دی گئی ہے تو حضرت محمد بن عسکری بارہویں امام ہیں ۔یوں شیعہ اثنا عشری حضرت محمد بن حسن عسکری کو بغیر کسی تاویل و تحلیل کے بارہ ائمہ سے متعلق احادیث مبارکہ میں بتائی گئی خصوصیات کا مصداق قرار دیتے ہیں ۔اس مناسبت سے کوئی تضاد بھی ظاہراً سامنے نہیں آتا ہے، جس کو مورد موضوع بنایا جائے۔ حضرت محمد مہدی بن حسن عسکری کی تاریخ پیدائش اور زندگی کے بارے میں چوتھی صدی ہجری کے اثنا عشری عالم شیخ مفید تحریر کرتے ہیں۔ ''ابو محمد کے بعد ان کے فرزند ارجمند امام ہیں، جو رسول اللہ کے ہمنام اور ہم کنیت ہیں اور ان کے علاوہ ان کے پدر گرامی نے ظاہر و باطن میں کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور انہیں بھی پوشیدہ و غائب چھوڑا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور آپ کی ولادت پندرہ شعبان کی رات ۲۵۵ھ دوسو بچپن ہجری میں ہوئی۔ آپ کی مادر گرامی ایک کنیز ہیں، جنہیں نرجس (خاتون) کہا جاتا ہے۔ آپ کا سن مبارک اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال تھا اور اسی سن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت اور فضل کا خطاب دیا اور آپ کو عالمین کے لئے آیت اور نشانی قرار دیا حکمت و دانائی عطا کی، جس طرح حضرت یحییٰ کو بچپن میں دی تھی اور انہیں ظاہراً بچپن میں امام قرار دیا، جس طرح عیسیٰ بن مریم کو گہوارے میں نبی قرار دیا تھا۔'' (۶) شیخ مفید نے صاف الفاظ میں وضاحت کی ہے کہ حضرت مہدی کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہوئی ہے، اور ۲۶۰ھ میں پردہ غیب میں چلے گئے ہیں۔ یعنی اس وقت بھی زندہ ہیں اور اپنے ظہور کیلئے معین وقت (حکم خدا) کا انتظار کر رہے ہیں۔ شیعہ صبح و شام اپنے امام کے ظہور کیلئے دعائیں بھی کرتے ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کا نظریہ مہدویت ہے کہ امام مہدی کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نہ تو اپنی مہدویت

Presented by Ziaraat.Com

کا اعلان کریں اور نہ ہی لوگوں سے اپنا تعارف کرائیں۔ البتہ شیعہ متعدد ایسی روایات کو نقل کرتے ہیں، جو حضرت محمد مہدی کی غیبت میں چلے جانے کے اسباب اور غیبت کے زمانے میں امام کے وجود سے شیعوں کو ملنے والے فوائد کو بیان کرتی ہیں۔ ان روایات کو علامہ مجلسی نے کتاب بحار الانوار میں جمع فرمایا ہے۔ ان میں سے کچھ روایات خود مہدی بن حسن عسکری سے بھی ہیں۔ جیسا کہ آپ سے نقل ہے۔

''زمانہ غیبت میں میرے وجود سے فائدہ ایسا ہی ہے، جیسے سورج سے ہوتا ہے۔ جب وہ بادلوں میں چھپ جائے۔ میں یقیناً اہل زمین کے لئے امان ہوں۔ میں خاتم الاوصیاء ہوں۔ میرے ہی ذریعے سے خدا بلاؤں کو میرے اہل اور میرے شیعوں سے دور کرتا ہے۔'' (۷) حضرت مہدی کے بارے میں ان نظریات سے شیعیت کو ایک نئی قوت عطا ہوتی ہے، جو اس سے درد والم اور یاس و ناامیدی کو دور کرتی ہے، کیونکہ جب انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا امام اور رہبر اس کے غم اور درد میں شریک اور آج کے انسان کی طرح انسان کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے تو اسے بڑی ہمت و طاقت ملتی ہے۔ یوں شیعہ اثنا عشریہ حضرت مہدی کے مصداق حضرت محمد بن حسن عسکری کو قرار دیتے ہوئے آپ کی غیبت کا نظریہ رکھتے ہیں لیکن دوسری طرف آپ کی غیبت کا اقرار کرنے کی صورت میں متعدد عقلی اعتراضات بھی آپ کی ذات اور امامت کے حوالے سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم طوالت کے خوف سے ان اعتراضات اور اس کے جوابات پر تجزیہ کرنے سے صرف نظر کرتے ہیں۔ عقیدہ مہدویت پر ہونے والے تمام اعتراضات کے جواب میں ضخیم کتب تحریر کی گئی ہیں۔ مذکورہ بالا اور ان جیسے دیگر سوالوں کے جوابات کیلئے ان کتب کی طرف رجوع

Presented by Ziaraat.Com

کیا جا سکتا ہے[1]۔

مذہب اسماعیلیہ نظریہ مہدویت کے اجمالی انداز میں قائل ہیں۔ حضرت مہدی کے حوالے سے جتنی بھی روایات اور نقلی دلائل ہیں، وہ سب کا اقرار کرتے ہیں۔ پیدائش امام کے حوالے سے بھی یہ لوگ مذہب اثنا عشریہ سے ہم نظر ہیں، لیکن دو بنیادی باتوں سے مذہب اسماعیلیہ مذہب اثنا عشریہ سے اختلاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پہلا اختلاف امام مہدی کے مصداق میں ہے۔ یہ لوگ حضرت عبداللہ المہدی الفاطمی کو حضرت مہدی کا مصدق قرار دیتے ہیں۔ دوئم عبداللہ المہدی کے مصر میں تشریف آوری کو ظہور مہدی کا مصداق قرار دیتے ہیں جبکہ شیعہ اسماعیلیہ مستعالیہ اور اثنا عشریہ ظہور امام مہدی کے منتظر ہیں۔

(4/1) حضرت مہدی بن عسکری اور حضرت طیب بن حافظ کی غیبت کا تقابل

مذہب امامیہ کا اعتقاد ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی ہے۔ ہر زمانے میں زمین پر اللہ کی طرف سے ہادی کا ہونا لازمی ہے، جو خدا کی طرف سے

ا۔ ان کتب میں چند کے نام یہ ہیں۔ کتاب ''امام مہدی'' تالیف محمد باقر صدر، مترجم احمد نثار زین پوری، سال طبع ۱۴۲۱ھ کنگرہ بین الملل آیہ اللہ العظمیٰ شہید صدر۔ کتاب ''الارشاد'' شیخ مفید، مترجم علامہ سید صفدر حسین۔ کتاب ''کمال الدین وتمام النعمۃ'' شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ القمی (المتوفی ۳۸۱ق)۔ کتاب ''اعلام الھدایۃ، ج ۱۴، [الامام المھدی المنتظر، خاتم الاوصیاء]'' لجنۃ التالیف، مرکز الطباعۃ والنشر للمجمع العالمی لاھل البیت۔ کتاب ''کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ'' ابی الحسن علی بن عیسی بن ابی الفتح الاردبلی (المتوفی ۶۹۳ھ)۔ کتاب ''فلسفہ انتظار'' آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، مترجم سید احمد علی عابدی۔ کتاب ''انتظار امام'' آیت اللہ سید محمد باقر الصدر شہید، مترجم محمد فضل حق۔

Presented by Ziaraat.Com

نصب شدہ ہو یعنی منصوص من اللہ ہو۔ اسی لئے شیعوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت محمدؐ کے بعد حضرت علی اور دیگر ائمہ اللہ کی طرف سے زمین میں حجت خدا ہیں۔ یاد رہے کہ شیعہ اپنے زمانے کے امام کو حجت خدا، قائم القیامہ، حاضر امام، امام زمانہ، امام الوقت کی اصطلاحات سے یاد کرتے ہیں۔ جس کا ایک ہی مطلب ہے کہ ہر زمانے میں رسول اکرم ﷺ کا ایک وصی موجود ہوتا ہے۔ چاہے وہ حاضر ہو یا ستر اور غیبت میں ہو اور وہی حجت خدا اور حاضر امام ہوتا ہے۔ حالت غیبت اور ستر میں بھی امام حجت خدا ہیں اور اپنے پیروکاروں کے رہنما ہیں۔ اس حوالے سے شیعہ فرقوں میں دو رائے نہیں ہیں کیونکہ شیعہ اثنا عشریوں اور بوہریوں کی طرح شیعہ نزاریوں کے ائمہ بھی حالت ستر (غیبت) میں رہے۔ اس سلسلے میں ائمہ اہل بیت سے متعدد روایات بھی نقل کی جاتی ہیں۔ ''ہاں خدا زمین کو اپنی اس حجت سے کبھی خالی نہ رکھے گا جو حق کیلئے قیام کرتا ہو۔ خواہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو یا ظاہر ہو۔ اور یہ اس لئے ہے تا کہ حجت حق باطل نہ ہونے پائے۔ (۸)

اب غیبت اور ستر کی اصطلاحات کا تقابلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے تا کہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے عقیدہ امامت کو صحیح طور پر سمجھنے میں آسانی پیدا ہو سکے۔

(4/2) غیبت و ستر کا تقابل

غیبت کا عمومی مفہوم یہی ہے کہ نبی یا امام بحکم خدا مخفی طریقے سے زندگی گزارے۔ اسلام میں غیبت سے مراد حضرت امام مہدی کا مخفی انداز میں زندگی گزارنا ہے۔ حضرت امام مہدی کا مخفی طریقے سے زندگی گزارنے کا واقعہ تاریخ انسانیت کا پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ بہت سے انبیاء علیہم السلام نے زندگی کا کچھ حصہ

Presented by Ziaraat.Com

مخفی (غیبت) گزار چکے ہیں جن میں حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت شعیب، حضرت الیاس، حضرت سلیمان، حضرت دانیال اور حضرت عیسیٰ شامل ہیں۔ غیبت ایک الٰہی سنت بھی ہے جس کا ذکر سورہ فتح آیت ۲۳ اور سورہ اسراء آیت ۷۷ میں ہوا ہے۔ شیعہ اثناعشری اور اسماعیلی کے درمیان غیبت کے عمومی مفہوم میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے البتہ امام مہدی کے مصداق میں اختلاف موجود پایا جاتا ہے۔ ائمہ اسماعیلیہ میں متعدد ائمہ نے مصلحت الٰہی کے تحت زندگی کا کچھ حصہ مخفی گزار چکے ہیں۔ ائمہ کی اس طرح مخفی زندگی گزارنے کو اسماعیلی ''ستر'' کی اصطلاح سے یاد کرتے ہیں، غیبت و ستر تقریبا مترادف الفاظ ہیں۔ البتہ اسماعیلی غیبت و ستر امام سے مراد امام کا زندگی کا کچھ حصہ کسی خاص مصلحت سے گزارنے کو کہتے ہیں۔ حالت غیبت و ستر میں عام فطری زندگی سے زیادہ طولانی زندگی رکھنے کے قائل نہیں ہیں لیکن شیعہ اثنا عشری حضرت امام مہدی کے حالت غیبت میں طولانی زندگی کا تصور رکھتے ہیں۔

مستعالی اسماعیلیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت طیب بن حافظ کے غیبت میں جانے کے بعد دور ستر کا آغاز ہوتا ہے اور تا قیامت ائمہ مستور ہی رہیں گے۔ البتہ ستر کی حالت میں ائمہ کی نسل جاری رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز جو امام مستور ہوگا، وہی قائم القیامہ ہوگا۔ دور ستر میں ائمہ کی دعوت کو ان کے نائبین چلاتے رہیں گے۔ امام طیب کی غیبت کے ساتھ ہی آپ ہی سے منسوب ہو کر یہ لوگ اسماعیلی طیبی کہلانے لگے۔ شروع میں یہ لوگ آمریّہ کے نام سے مشہور ہوئے مگر بعد میں یمن میں خود مختار طیّبی دعوت کے قیام کے بعد طیبیّہ کے نام سے

Presented by Ziaraat.Com

موسوم ہوئے اور یہی نام ان کیلئے ابھی تک مستعمل ہے تو دوسری طرف حضرت حافظ لدین اللہ، جسے دراصل میں حضرت طیب کا کفیل مقرر کیا گیا تھا، بعض مورخین کے مطابق انہوں نے امامت کا دعویٰ کیا یا بعض لوگ ان کی امامت کے قائل ہو گئے۔ ان ہی سے منسوب ہو کر یہ لوگ اسماعیلی حافظی کہلائے۔ شروع میں یہ مذہب حافظی کے ساتھ المجیدیّہ سے بھی مشہور ہوئے، لیکن بعد میں اول الذکر نام ہی ان کے لئے مخصوص ہوا، جو ابھی تک ان کیلئے مستعمل ہے۔ یوں نزاریوں کے الگ ہونے کے بعد بہت جلد فاطمی اسماعیلی امامت کی صحیح شناخت اور تشکیل پر دو حصّوں میں منقسم ہوئے اور طیّبی اور حافظی سلسلوں کے ساتھ اپنی امامت کو آگے جاری کیا۔ حافظی اب بہت قلیل تعداد میں یمن میں بستے ہیں، جبکہ طیّبی اسماعیلی پاکستان اور بھارت میں بوہرے کے نام سے بہت بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ یعنی بوہرے اپنے آپ کو ابوالقاسم طیب سے منسوب کر کے طیبی کہتے ہیں اور طیبی بوہری کے نام سے ہی یہ لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ بوہروں میں ہر شخص پر لازم ہے کہ امام کے بعد داعی کو اپنا مطیع مطلق تصور کرے۔ داعی کی طرف سے ان کے نمائندے مختلف ملکوں میں ہوتے ہیں، جن کو عامل کہا جاتا ہے۔ عامل کی اطاعت مطلقہ واجب نہیں ہے لیکن حکم داعی کے دائرے میں عامل کی اطاعت بھی ان کے ہاں لازم ہوتی ہے۔ داعی کی خصوصیات کو امام کے مثل قرار دینے کی وجہ سے بعض موقعوں پر ان کے ہاں بھی اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں طیبی اپنی وحدت کو برقرار نہیں رکھ سکے۔ جیسا کہ صاحب کتاب ''مذاہب الاسلام'' لکھتے ہیں۔ ''اس (بوہرہ) جماعت کے بعض لوگوں نے اپنے دعاۃ کے سلسلہ اطاعت سے علیحدہ ہو کر اپنی اپنی

Presented by Ziaraat.Com

جماعتیں الگ الگ قائم کرلیں اور ہر ایک اپنی جماعت کا پیشوا بن بیٹھا۔ چنانچہ طیبیہ کئی فریق ہوگئے۔ داؤدیہ، سلیمانیہ، علیہ، نگوشیہ، ناگپوری۔ مگر ان میں ائمہ کی بابت کوئی اختلاف نہیں۔ داعیوں کی بابت اختلاف ہے، جو داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد سے شروع ہوا ہے۔"(۹)

طیبی داعی مطلق حضرت داؤد بن عجب شاہ کے دور میں داعی کے صحیح تشکیل میں اختلاف کے باعث تقسیم ہوئے اور ہمیشہ کیلئے داؤدی اور سلیمانی کے ناموں سے دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ ڈاکٹر زاہد علی اس تقسیم کو یوں لکھتے ہیں۔ "چھبیسویں داعی سیدنا داؤد نے ۹۹۹ھ میں احمد آباد (ہندوستان) میں وفات پائی۔ آپ کے جانشین سیدنا داؤد بن قطب شاہ ہوئے جو اس وقت احمد آباد میں تھے لیکن سیدنا سلیمان بن حسن نے جن کو سیدنا داؤد بن عجب شاہ نے "عامل" کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا، یہ دعویٰ کیا کہ نص مجھ پر ہوئی ہے۔ یمن کے اکثر باشندوں نے آپ کی تائید کی، جو سلیمانی کہلانے لگے اور ہندوستان کے اکثر اسماعیلیوں نے سیدنا داؤد بن قطب کی پیروی کی، جو داؤدی سے مشہور ہوئے۔ عقائد میں دونوں جماعتیں متفق ہیں اور شریعت کے ظاہری احکام کی پابند ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سلیمانیوں کے پاس قائم القیامہ کا دور شروع ہوگیا ہے۔"(۱۰) تاریخ شیعیت میں یہ تقسیم امامت کی تشکیل پر نہیں بلکہ نائب امام کی تشکیل پر وجود میں آئی تھی۔ یوں امام کی نیابت پر مذہب اسماعیلیت میں یوں پہلی تقسیم تھی، جو ابھی تک باقی ہے۔ اول الذکر گروہ داعی داؤد بن عجب شاہ کے بعد داعی داؤد بن قطب شاہ کو داعی مطلق تسلیم کیا اور ثانی الذکر کو اول الذکر کا جانشین تسلیم کیا۔ ثانی الذکر کے نام سے منسوب ہوکر

Presented by Ziaraat.Com

یہ لوگ داؤدی بوہرے کہلائے جبکہ اس کے برعکس بعض طیبیوں نے داؤد عجب شاہ کے بعد سلیمان بن یوسف کو انکا جانشین تسلیم کرتے ہوئے داعی مطلق کا درجہ دیا۔ ان ہی کے نام سے منسوب ہو کر یہ لوگ سلیمانیہ کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ یمن وغیرہ میں اب بھی بستے ہیں لیکن ان کی تعداد داؤدیہ کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ دونوں سلسلوں میں داعیوں کی ہی اطاعت کی جاتی ہے اور دونوں ہی داعی کے مقام کو امام کے مقام ومنزلت کے مساوی تصور کرتے ہیں۔ داعی بھی منصوص ہوتا ہے، یعنی جس طرح شیعیت میں وجوب امامت کا طریق نص ہے، اسی طرح طیبیوں کے نزدیک ہر داعی بھی منصوص ہوتا ہے۔ پھر یہ منصوص داعی اپنی حیات میں اپنے قائم مقام کا تعین کرتا ہے، وہی بعد میں ان کا جانشین ہوتا ہے۔ پس کوئی دوسرا اس منصب کو پانے کا حقدار نہیں ہوتا ہے۔ چاہے وہ منصوص داعی سے ہر حال میں افضل ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح داعی کے انتخاب کا حق بھی کسی کو نہیں حاصل، چاہے ایک بڑی تعداد کسی کو داعی منتخب کرے تو بھی وہ داعی کا درجہ نہیں پا سکتا ہے۔ پس طیبیوں میں داعی منصوص ہوتا ہے اور امام کی طرح ہر زمانے میں ایک داعی ہوتا ہے۔ جس کے مختلف ممالک میں معاونین ہوتے ہیں، جو عامل کہلاتے ہیں۔ اب یہ طریقہ داؤدی فرقے میں کسی حد تک موروثی بن چکا ہے، داعی اپنے جانشین اپنے عزیزوں اور اقرباء میں سے کسی کو متعین کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خود عاملین کی اکثریت بھی داعی کے عزیز و اقرباء یا داعی کے معتمد لوگ ہی ہوتے ہیں۔

(4/3) غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ

شیعہ اثنا عشریہ میں غیبت صغریٰ اور کبریٰ کی اصطلاحات بہت زیادہ مشہور

Presented by Ziaraat.Com

ہیں کیونکہ جب تک حضرت مہدی ظہور نہیں فرماتے ہیں، تب تک وہ غیبت میں رہیں گے۔ احادیث اور روایات کے مطابق حضرت مہدی کی غیبت کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔ یہاں تک کی آپ کی غیبت کے دوادوار (غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ) اورظہور کے بارے میں تفصیلات ملتی ہیں۔ یہ روایات اوراحادیث کس حد تک صحیح ہیں، اس پر تبصرہ ایک طویل کام ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ بہت سے محققین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پیدائش اور غیبت حضرت مہدی کے بارے میں جوروایت ملتی ہیں۔ ان روایات کوشیعہ محدثین نے اپنی کتب میں اپنے پانچویں اور چھٹے امام کے دور میں نقل کیا ہے۔ اگراس اعتراض کوقبول کیا جائے تو پھر حضرت مہدی کی پیدائش اور غیبت کے بارے میں تفصیلات صحیح ثابت ہوجاتی ہیں کیونکہ مذکورہ دونوں ائمہ کا دور حضرت مہدی کی پیدائش سے ۱۵۰ سال پہلے کا ہے۔ اب اگر پیدائش اور غیبت کے بارے میں تفصیلات ان سے پہلے کے ائمہ نے مہیا کی ہیں تو یہ امر خود حضرت مہدی سے متعلق واضح ثبوت ہے۔

بہرحال شیعہ تمام ائمہ اہل بیت سے حضرت مہدی کی غیبت میں روایات کو نقل کرتے ہیں۔ ان روایات کے مطابق حضرت مہدی کی غیبت کے دوادوار ہیں۔ پہلا دور جس کی ابتداء ۲۶۰ھ سے شروع ہوجاتی ہے اور تقریباً ستر سال پر محیط ہے، اس دور کو ''غیبت صغریٰ'' کہا جاتا ہے۔ دوسرا دور جس کی ابتداء غیبت صغریٰ کے خاتمہ یعنی ۳۲۹ھ سے شروع ہوتی ہے اور جاری ہے، اس دور کو ''غیبت کبریٰ'' کہتے ہیں۔[۱]

۱۔ امام مہدی کی غیبت صغریٰ و کبریٰ کے بارے میں تفصیلات اور اس پر مزید تحقیقات کیلئے رضوانی صاحب کی کتاب ''شیعہ شناسی و پاسخ بہ شبہات'' اور شیخ صدوق کی کتاب ''کمال الدین وتمام النعمۃ'' کی دوسری جلد'' کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

غیبت صغریٰ کے واقع ہونے کا مقصد اور فلسفہ یہ بتایا جاتا ہے کہ امام کو امامت سپرد کرنے سے پہلے ہی یہ مقدر ہو گیا تھا کہ وہ منظر عام پر ظاہر نہیں ہوں گے۔ جسمانی طور پر لوگوں سے دور اور قلب و عقل کے لحاظ سے ان کے قریب رہیں گے۔ اگر یہ غیبت اچانک ہوتی تو آپ کے چاہنے والوں کو بہت صدمہ ہوتا کیونکہ شیعہ ہر زمانے میں امام سے رابطہ قائم کرنے کے عادی ہو چکے تھے اور مختلف قسم کی مشکلوں کو حل کرنے کے سلسلہ میں ان سے رجوع کرتے تھے۔ پھر اگر امام اچانک اپنے شیعوں سے غائب ہو جاتے اور انہیں یہ محسوس ہو جاتا کہ روحانی و فکری قائد سے ان کا رابطہ منقطع ہو گیا ہے، تو اس غیبت سے بہت بڑا خلاء پیدا ہو جاتا۔ ممکن ہے کہ اسلام کے وجود ہی کیلئے خطرہ پیدا ہو جاتا اور تفرقہ پھیل جاتا۔ لہٰذا اس غیبت کیلئے تمہید ضروری تھی تا کہ آپ کے شیعہ رفتہ رفتہ غیبت سے مانوس ہو جائیں اور وہ تمہید یہی غیبت صغریٰ تھی، جس میں امام مہدی منظر عام سے پوشیدہ رہیں۔ اس دوران آپ کا تعلق اپنے شیعوں سے آپ کے وکیلوں اور چند معتبر لوگوں کے ذریعہ سے قائم رہا۔ غیبت صغریٰ کے دوران جن اشخاص کے ذریعہ امام کا تعلق امت سے رہا۔ شیعہ ان اشخاص کو نائبین امام یا نائبین خاص سے پکارتے ہیں۔ یہ کل چار افراد ہیں، جن کی پاکدامنی اور پاکبازی مسلم ہے۔ عثمان بن سعید العمری، محمد بن عثمان بن سعید العمری، ابوالقاسم الحسین بن روح اور ابوالحسن علی بن محمد السمری۔[1]

یہ چار اشخاص بالترتیب نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تو آپ ان کی جگہ دوسرے کو نائب معین کر دیتے

۱۔ شیعہ اثنا عشریہ میں ان نائبین میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے حوالوں کا محتاج نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔ان نائبین کا کل زمانہ ستر سال پر محیط ہے، جو کم وپیش غیبت صغریٰ کا بھی زمانہ بن جاتا ہے۔آخری نائب ابوالحسن علی بن السمری تھے، جنہوں نے غیبت صغریٰ کے خاتمہ کا اعلان کیا اور ان کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہوگئی۔[1]

شیعہ اثنا عشریہ کے نظریہ غیبت صغریٰ شیعہ طیبّی کے نظریہ امامت سے کسی حد تک مماثل ہے کیونکہ جس طرح غیبت صغریٰ میں حضرت محمد مہدی کے متعین کردہ نائبین ہوتے تھے، جن کا کل دور ستر سال کے لگ بھگ ہے، جس میں کل چار نائبین گذرے ہیں۔اسی طرح طیبی داعی بھی امام مستور کے نائب کی حیثیت سے متعین ہوتے ہیں اور ایک دور میں ایک داعی امام کی طرف سے متعین ہوتا ہے اور وہی امام القائم اور آپ کے ماننے والوں میں ذریعہ اور واسطہ قرار پاتا ہے۔یاد رہے کہ طیبّی اپنے داعیوں کو مرجع مطلق سمجھتے ہوئے ائمہ کی صفات ان میں ہونے کے قائل ہیں، سوائے یہ کہ داعی کیلئے عصمت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔چونکہ حجت، مستودع یا داعی (تینوں سے مراد نائب امام ہیں) اگر امام القائم خود ان پر نص کرے تو وہ متعین اور خاص نائب کہلائے گا۔یہی وجہ ہے کہ شیعہ دور صغریٰ میں حضرت مہدی کے نائبوں کو نائبین خاص کہتے ہیں لیکن دور کبریٰ میں امام کی کسی نائب سے علی الاعلان ملاقات نہیں ہوتی ہے، اس لئے امام غائب کا کوئی مخصوص اور متعین نائب نہیں ہوتا ہے۔فقہائے اسلام اپنی علمی استعداد کے ذریعے عملی طور پر اس مقام تک ضرور پہنچتے ہیں، جس کو شیعہ اثنا عشری مجتہد مطلق کا نام دیتے ہیں۔معنوی طور پر خاص لوگوں کی ملاقات امام غائب سے ہونے کے بارے میں بہت سا مواد تو موجود ہے لیکن حتمی

۱۔ان چاروں نائبین کے بارے میں تفصیلات کو علی اصغر رضوانی کی کتاب ''سلسلہ مباحث مھدویت'' میں دیکھا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

طور پر کوئی بھی انسان اعلان نہیں کرسکتا ہے کہ اس کی ملاقات ایک برنامہ کے تحت امام زمانہ یعنی امام غائب سے ہوتی ہے اور نہ امام غائب کا کوئی فرمان اس تک تحریری انداز میں پہنچتا ہے۔ مستعالی شیعہ کے برعکس شیعہ اثنا عشری اپنے فقہاء میں کسی کو بھی منصوص من اللہ نہیں تصور کرتے ہیں۔ البتہ مستعالیہ ہی کی طرح جو علماء مجتہدین کے رتبے کو پہنچتے ہیں، انہیں شیعہ نائب امام کہتے ہیں۔ نائب امام ماننے کے باوجود یہ لوگ نہ تو امام الوقت کی طرف سے منصوص ہوتا ہے اور نہ ہی معصوم عن الخطاء ہے اور نہ اللہ نے انہیں وہ اختیارات عطا کئے ہیں، جو اختیارات امام من جانب اللہ امام کو حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی جس قدر ائمہ اہل بیت کے لئے اللہ کی طرف سے ولایت تکوینی عطا کی گئی ہے، فقہاء کو وہ ولایت (تکوینی) نہیں ملی۔ شیعہ اپنے فقہاء میں ان خصوصیات کے ہونے کے قائل نہیں، جو خصوصیات ائمہ اہل بیت کے لئے ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اپنے فقہاء کی ولایت تشریعی کو قبول کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ ولایت فقیہ کا مسئلہ امامت کی بحث سے مربوط ہے، کچھ اس مسئلہ کو علم کلام سے بھی مربوط کرتے ہیں۔ علم کلام سے مراد وہ علم ہے کہ جو اصول دین کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ علم کلام میں نبوت کی بحث کے بعد یہ سوال پیش آتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد اسلامی معاشرے کی رہبری کس کا کام ہے۔ اس کے جواب میں شیعہ امامت کو علم کلام میں شامل کرتے ہیں۔ امامت کے اثبات کے بعد یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں کہ جب امام زمانہ حاضر نہ ہوں تو امت اسلامی کی رہبری کرنا کس کا حق ہے۔ اسی سوال کے جواب میں ولایت

Presented by Ziaraat.Com

فقیہ کی بحث پیش آتی ہے۔ اس حوالے سے شیعہ اسماعیلیہ (موجودہ) کیلئے ولایت فقیہ کی ضرورت نہیں پیش آتی ہے، کیونکہ ان کے امام زمانہ حاضر ہیں، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شیعہ اسماعیلیہ کی رہبری اور قیادت کر رہے ہیں۔ البتہ حاضر امام کے نائبین (داعی، واعظ، عامل، جیسی اصطلاحات نائب امام کیلئے مستعمل ہیں) مختلف ملکوں اور شہروں میں متعین ہیں، جو امام کے احکامات کے تحت لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ شیعہ نزاریہ کو فقہاء اور مجتہدین کی طرف راجع ہونے کی قطعاً ضرورت پیش نہیں آتی ہے، کیونکہ ان کی رہنمائی بلا واسطہ خود امام الوقت ہی کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے شیعہ اسماعیلیہ دین کی تشریح میں کلی طور پر اپنے زمانے کے امام کے محتاج ہیں اور ایسا ہونا عقیدہ امامت کے حاملین کیلئے بھی ضروری ہے۔ البتہ حاملین امامت کے درمیان امام کی تعریف، مفہوم اور مصداق کے مفہوم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ کے نظریہ امامت کی طرح شیعہ مستعالیہ کیلئے بھی فقہاء کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے داعین بھی امام کی طرف سے منصوص ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ قبول کیا جائے کہ امام نے ہی فلاں شخص کو متعین کیا ہے تو پھر اس شخص کی شخصیت پر کسی طرح کا اعتراض کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ خود شیعہ اثنا عشریہ کے نظریہ غیبت صغریٰ میں امام کی طرف سے جو نائبین متعین تھے۔ شیعہ اثنا عشری ان نائبین کی اطاعت کرنے کے پابند تھے، لہٰذا اس بحث کے بغیر کہ داعین امام کی طرف سے منصوص ہیں یا نہیں۔ اگر منصوص قبول کیا جائے تو پھر ان کی اطاعت کلی ان کے ماننے والوں پر لازم آتی ہے۔ شیعہ

Presented by Ziaraat.Com

مستعالیہ اور نزاریہ کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ اپنے فقہاء کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہیں لیکن ساتھ ہی فقہاء نہ تو امام کی طرف سے متعین ہوتے ہیں اور نہ ہی معصوم ہوتے ہیں۔ امام کی غیر موجودگی میں امام کی نیابت ضروری ہونے کے عمومی شیعہ عقیدہ کے تحت ان فقہاء کی ولایت امامت سے مربوط ہوتی ہے اور شیعہ عوام پر ولی فقیہ کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے لیکن خود شیعہ اثنا عشریہ میں ولی فقیہ کی ولایت کے مفہوم میں کافی اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ ولی فقیہ کے اختیارات کیا ہونے چاہیں؟ اس کے اختیارات کے حدود کیا ہیں؟ چونکہ اثنا عشری نظریہ کے مطابق فقہاء امام کی طرف سے منصوص نہیں ہوتے ہیں، اس لئے ولایت فقیہ کی بحث میں تحقیق ضروری ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے برعکس شیعہ مستعالیہ اپنے تمام داعیوں کے بارے میں خاص اور متعین نائب امام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں کیونکہ ائمہ مستورین میں پہلے مستور امام نے اپنے نائب کا تعین کیا تھا۔ اس کے بعد امام دور ستر میں چلے گئے اور دور ستر میں ائمہ کا سلسلہ جاری و ساری ہے لیکن ان ائمہ کا اپنے شیعوں سے علی الاعلان ملاقات ہونا تو ممکن نہیں لیکن داعی اول نے امام کی تائید ہی سے اپنے قائم مقام کا اعلان کیا تھا۔ یوں داعیوں کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور تمام داعی متعین اور خاص ہیں۔ یہ بات بھی ذہین نشین رہے کہ شیعہ اثنا عشریہ اور طیّبیہ کے نظریہ غیبت امام میں ایک بنیادی فرق پایا جاتا ہے کہ شیعوں کا آخری امام اپنی غیبت میں حکم الٰہی سے زندہ ہے اور وہی قائم القیامۃ ہے اور شیعہ آپ کی رجعت اور ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ اس کے

Presented by Ziaraat.Com

برعکس طیّبی نظریہ غیبت امامت میں امام طیب جو سب سے پہلے پردہ غیب میں چلے گئے ہیں، وہ دورِ ستر میں اپنی فطری زندگی گذارنے کے بعد حالت ستر میں ہی وفات پا چکے ہیں۔ یوں سلسلہ امامت دورِ ستر میں جاری وساری ہے۔ ایک نظریہ کے مطابق دورِ ستر کا سواں امام جو ہوگا، وہی ظہور فرمائے گا اور وہی قائم القیامۃ ہوگا۔ یوں شیعہ کے یہ دونوں فرقے نظریہ غیبت کے قائل ہیں لیکن مفہوم غیبت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ طیّبی امام کے ظہور سے مراد یوم القیامۃ لیتے ہیں یعنی قیامت کے روز امام ظہور فرمائیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔ قائم القیامہ امام دورِ ستر کے سویں امام ہوں گے۔ ظہور امام مہدی کی تطبیق میں شیعہ اسماعیلیہ ائمہ فاطمین مصر کا ظہور لیتے ہیں۔ ان تمام روایات اور عقائد میں جو بالعموم تمام مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسماعیلیہ ان کا مصداق چند تاویلوں کے ساتھ فاطمین مصر کے پہلے امام حضرت عبداللہ المہدی کو قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اسماعیلیت (طیّبی و آغا خانیہ) کے نزدیک ظہور امام کا عقیدہ اس تناظر میں نہیں ہے کہ یوم القیامہ سے پہلے امام ظہور فرمائیں گے اور ایک عادلانہ حکومت قائم کریں گے۔ جبکہ اس کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ کے نظریہ کے مطابق حالت غیبت میں ایک ہی امام ہوں گے، جو گیارہویں امام حضرت حسن عسکری کے بیٹے حضرت محمد المہدی ہیں، جو حکم الٰہی سے قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ظہور فرمائیں گے اور ایک عادلانہ عالمی حکومت قائم کریں گے۔

یاد رہے کہ شیعہ اپنے امام کی ان دونوں غیبتوں (صغریٰ و کبریٰ) کے ثبوت کیلئے رسول اللہ سے بہت ساری احادیث اور ائمہ اہل بیت سے متعدد

Presented by Ziaraat.Com

روایات بھی نقل کرتے ہیں۔[1]

شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت مہدی کے غیبت کبریٰ میں کوئی معین اور مشخص شخص ایسا نہیں ہے۔ جو امام اور امت کے درمیان واسطہ قرار پائے کیونکہ غیبت کبریٰ اختیار کرنے کے بعد حضرت مہدی کا امت سے رابطہ کا باضابطہ کوئی طریقہ موجود نہیں ہے۔ البتہ شیعہ نظریہ امامت کے مطابق ہر شیعہ کا امام زمانہ سے ایک وجدانی تعلق ہوتا ہے۔ امام بحکم خدا اپنے ماننے والوں کے نیک کاموں میں شرکت کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر وہ امام غائب (زمانہ) کی معرفت کو اپنے اندر پیدا کرلے تو پھر اس کی امام سے ملاقات بھی ممکن ہے۔ اس حوالے سے تاریخ تشیع میں متعدد واقعات موجود ہیں۔ بہرحال ہم غیبت صغریٰ کو غیبت کبری کا مقدمہ اور تمہید کہہ سکتے ہیں کیونکہ اول الذکر غیبت کے ذریعے امامت کے قائلین کو غیبت کبریٰ کے لئے تیار کرنا تھا۔ اب نیابت خاصہ سے شیعیت کو نیابت عامہ کی طرف رجوع کرنے کو کہا گیا۔ اس طرح خاص نائبوں کے بجائے عام نائبوں یعنی جامع الشرائط مجتہد نائب مقرر ہوئے۔ اس طرح غیبت صغریٰ غیبت کبریٰ میں تبدیل ہوگئی۔ یوں یہ ایک واضح فرق شیعہ اثنا عشریہ اور شیعہ اسماعیلیہ طیبیہ میں سامنے آتا ہے کہ طیبیوں کے نائب امام متعین اور مخصوص ہوتے ہیں اور ہر زمانے

۱۔ شیخ صدوق اپنی مشہور کتاب ''کمال الدین وتمام النعمۃ'' میں حضرت محمد بن حسن عسکری کی دونوں غیبتوں کے بارے میں ائمہ اہل سے مروی تمام روایات کو نقل کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے اس کتاب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ دور حاضر کے شیعہ لبنانی مشہور مورخ ہاشم معروف نے اپنی کتاب ''سیرت ائمہ اہل بیت'' جلد دوئم میں متعدد احادیث کو درج کرتے ہوئے کافی مستند تفصیلات فراہم کی ہیں، جس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اسی طرح حوزہ علمیہ قم کے مصنفین کی ایک جماعت نے عقیدہ مہدویت ایک تحقیقی کتاب ''مہدویت نامہ'' تحریر کی ہے جس کو المصطفیٰ پبلی کیشنز لاہور نے چھاپا ہے، اس موضوع پر یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

میں ایک ہی نائب امام ہوتا ہے۔ وہ ہی دین و دنیا میں مرجع مطلق ہوتا ہے اور اس کی اطاعت ہر طبی پر لازم ہے اور یہی شخصیت دنیا میں حجت خدا ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ میں نائب امام منصوص من اللہ نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی معصوم ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ دنیا میں اصل حجت امام کی ذات مبارکہ ہی ہوتی ہے اور اسی کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ البتہ امام الوقت کے حکم کے مطابق نائب امام بھی حجت خدا ہوتا ہے اور اس کی اطاعت بھی لازم ہے۔ یہی وجہ نظر آتی ہے کہ ایک عام شیعہ کیلئے لازم ہے کہ وہ کسی فقیہ عالم مجتہد کی تقلید کرے، ورنہ اس کے اعمال اکارت جائیں گے۔ اسی تناظر میں شیعہ اثنا عشریہ میں علماء کی قیادت اور تقلید کا ایک مروجہ نظام ہے۔ صاحب اعلام الھدایہ تحریر کرتے ہیں۔ "ان مرجعة العلماء و قیادتهم للشیعة بعد الغیبة الکبریٰ التی ابتدائت عام (۳۲۹ھ) بوفاة الوکیل الرابع للامام المهدیؑ کانت تاسیساً حیویّاً من قبل الائمة المعصومینؑ و بامر من الله و رسوله، فهم الذین امروا الشیعة بالرجوع الیٰ العلماء الفقهاء الذین تربّوا فی مدرستهم الرسالیة لاخذ معالم دینهم عنهم، و هذا المفهوم قد اعطاه الامام الصادقؑ صبغته التشریعیة بقولهؑ: ینظر من کان منکم ممن قد رویٰ حدیثنا فی حلالنا و حرامنا و عرف احکامنا، فلیرضوا به حکماً فانی قد جعلته علیکم حاکماً، فاذا حکم بحکمنا فلم یقبل منه، فانما استخفّ بحکم الله و علینا ردّ، و الرادّ علینا رادّ علی الله و هو علی حدّ الشرک بالله. (۱۱) علماء کی قیادت اور مرجعیت غیبت کبریٰ

Presented by Ziaraat.Com

کے (فوراً) بعد سے شروع ہوگئی۔ جس (غیبت کبریٰ) کی ابتداء ۳۲۹ ہجری میں امام مہدی کے چہارم (آخری) وکیل کی وفات سے ہوئی۔ اس کی بنیاد اللہ اور اللہ کے آخری رسول کے حکم سے ائمہ معصومین نے رکھی ہے۔ جنہوں نے شیعوں کو ان فقیہ علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا، جنہوں نے مدارس قائم کر کے علم دین حاصل کرنے کا انتظام کیا۔ یہ وہ نظام تھا جس کی وضاحت امام صادقؑ نے یوں کی ہے: تم میں سے ہر ایک اس کی پیروی کرے جو حلال اور حرام میں ہماری حدیثوں کو نقل کرتا ہے اور ہمارے احکام کے بارے میں جانتا ہو، پس اس کے حکم پر تم راضی رہنا۔ پس اگر انہوں نے ہمارے احکام سے حکم کرے اور کسی نے ان کے حکم کو قبول نہیں کیا تو پس نے اللہ کے حکم کو چھپایا اور ہمیں رد کیا۔ ہمیں رد کرنا اللہ کو رد کرنا ہے اور (اللہ کو رد کرنا) شرک کے برابر ہے۔"

یوں شیعہ اثنا عشریہ میں امام کی غیبت کے دوران عالم جامع الشرائط کی تقلید کی جاتی ہے اور یہ نظام تا ہنوز ان کے یہاں جاری و ساری ہے۔

(4/4) نظریہ اظہار اور ستر

حضرت مہدی کے غیب میں جانے اور یا نہ جانے کو مذہب اسماعیلیہ اظہار اور ستر کی اصطلاحات سے یاد کرتے ہیں۔ یہ وہ خاص اصطلاحات ہیں، جن کی بنیاد فلسفیانہ ابحاث پر مبنی ہے۔ جس کی وجہ سے تاریخ اسماعیلیت کے پڑھنے والوں کو اظہار و ستر اور اس سے متعلق دیگر اصطلاحات مثلاً دعوت، داعی، حجت، باب الابواب، حجت البالغہ، باب الابلاغ، دور کشف، دور فترت، وغیرہ کے سمجھنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ہم نے ان فلسفیانہ ابحاث کی تفصیل میں جائے، بغیر

Presented by Ziaraat.Com

صرف یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ ان ابحاث میں دور کشف، دور فترت اور دور ستر کی کیا حیثیت ہے؟

کشف، فترت، ستر تینوں عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ کشف کے معنی ''کھولنا، واضح کرنا اور نتیجہ اخذ کرنے'' کے ہیں اور فترت کے معنی ''مرجھا جانا، کمزور ہونا، سستی اور غفلت کرنے'' کے ہیں۔ اسی طرح ستر کے معنی ''چھپا ہوا، خفیہ یا دبے رہنے'' کے ہیں۔ طیب علی بھائی کریم جی علوی ان تینوں ادوار پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ''اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ دور کشف میں انسان کی ذہانت اور فطانت ستاروں کی طرح تابناک تھی اور انسان انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ یہ کرشمہ قدرت کچھ عرصے رہا۔ قانون الٰہی کی تعمیل کرتے کرتے انسان اکتا گیا اور انسانی طاقت وقوت زوال پزیر ہوگئی۔ اس زمانے کا انسان کاہل، فہم و دانائی کا قاطع اور وسطی افریقہ کے باشندوں کی طرح کم زاد ہوگیا۔ لہٰذا ان کو ان کے خواب غفلت سے بیدار کرنے اور کشف کے دور کیلئے ان کو تیار کرنے کیلئے پیغمبر اور دین وجود میں آئے۔ دور کشف جو پچاس ہزار سال پر مبنی تھا، گزر چکا۔ اس کے بعد دور فطرت جو تین ہزار سال پر مشتمل تھا، گذر چکا۔ پھر دور ستر آیا، جو اب آخری الام و مصائف کے لمحات سے دوچار ہے اور اس وقت علماء حقہ باطنی انداز میں دور کشف کی آمد کیلئے تیاریوں میں مصروف ہیں۔ (۱۲)

اسماعیلی نظریہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو ایک ساتھ پیدا کیا۔ پھر اس مخلوق نے مختلف ادوار میں اپنی صورتوں کو ظاہر کیا۔ ان کو اسماعیلیت دس مختلف عقول میں تقسیم کرتے ہیں، انہیں عقول عشرہ بھی کہہ سکتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ عقل عاشر کے ظہور کے ساتھ ہی زمین و آسمان کی خلقت مکمل ہوئی ہے۔[1]

ان تمام عقول میں ہم صرف عقل عاشر کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے تاکہ ادوارِ ثلاثہ کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔ ائمہ کی بحث کا تعلق بھی عقل عاشر سے ہے کیونکہ عقل عاشر کے ظہور کے ساتھ ہی بشری شخصیت کا ظہور ہوا، جس کو آدم اول بھی کہا جاتا ہے۔ عقل عاشر کے ظہور کے ساتھ تخلیق کائنات ہوئی اور دنیا میں اٹھائیس بہترین اشخاص اور صاحب جثہ ابداعیہ بھی پیدا ہوئے، جس کی تفصیل ڈاکٹر زاہد علی یوں لکھتے ہیں۔ ''بہترین انسان دنیا کے بہترین مقام سرندیپ (موجودہ سری لنکا) میں ظاہر ہوئے۔ ان لوگوں میں سب سے اچھے اٹھائیس اشخاص تھے، جن میں سے صرف ایک شخص کو بغیر کسی الہام کے اپنے خالق کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے اپنے معبود کی توحید کی۔ عقل عاشر نے اسے تائید بخشی اور اس کو ان تمام لوگوں کا سردار بنایا جو اس کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ اس شخص کا نام صاحب جثہ ابداعیہ ہے اور یہ تمام موجوات کا خلاصہ اور زبدہ ہے۔ اس کا درجہ جسمانی عالم میں وہی ہے، جو عقل اول کا روحانی عالم میں ہے، اسے آدم اول بھی کہتے ہیں۔ عقل عاشر کی تائید حاصل ہوتے ہی اسے ''ما کان و ما یکون'' کا علم حاصل ہو گیا۔ اب اس نے اپنے ساتھ کے ستائیس اشخاص کو دعوت دینی شروع کی۔ ان لوگوں نے اس کی دعوت کا جواب دیا اور اس کے مددگار بن گئے۔ ان مددگاروں کو اسماعیلی اپنی اصطلاح میں دعوت کے حدود کہتے ہیں۔ اس کا واحد ''حد'' ہے۔ گویا دعوت کے ہر رکن کے چند فرائض اور حقوق ہیں جن کے حدود سے متجاوز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دعوت کا ہر رکن

ا۔ عقول کی اس فلسفیانہ بحث کی تفصیل کو ڈاکٹر زاہد علی کی کتاب تاریخ فاطمین مصر کے فصل ۳۲ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حد کہا جاتا ہے۔ صاحب جثہ ابداعیہ اور اس کے ستائیس مددگار ''اولوالعلم'' کہلاتے ہیں، جو اس آیت میں مذکور ہیں۔(شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ( ) یہاں اللہ سے عقل اول، ملائکہ سے نو عقول مجردہ اور ہر ایک کے دائرہ میں جتنے عقول ہیں اور اولوالعلم سے صاحب جثہ ابداعیہ اور اس کے ستائیس حدود مراد ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے: بارہ نہاری حجتیں، بارہ لیلی حجتیں، داعی، ماذون اور مکاسر۔ زمین بارہ حصوں میں تقسیم کی گئی، جو جزیرہ کہے جاتے ہیں۔ ہر جزیرے میں ایک نہاری حجت بھیجا گیا تاکہ وہ لوگوں پر حجت قائم کرلے۔ بارہ اشخاص لیلی حجتیں مقرر کیے گئے، جنہیں صاحب جثہ ابداعیہ نے اپنے جزیرے میں رکھا تاکہ وہ لوگوں کو علم باطن کی تعلیم دیں۔ ان بارہ حجتوں میں جو بہترین شخص تھا، وہ باب مقرر کیا گیا، جسے باب الابوب بھی کہتے ہیں۔ اسی کے ذریعے امام کی حضرت میں باریابی حاصل ہوسکتی ہے۔ داعی لوگوں کو امام کی طرف بلاتا ہے۔ ماذون ان سے عہد و میثاق لیتا ہے اور مکاسر ان کے باطل مذہبوں کو رد کرکے اپنا مذہب بتاتا ہے۔ ہر حد ترقی کا سلسلہ منبعث اول یا عقل ثانی کے دائرے تک ہوتا ہے، جو ترقی کی انتہا اور معراج ہے۔ عقل اول کا درجہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص داعی کی دعوت کا جواب دیتا ہے، اسے مستجیب کہتے ہیں۔ دعوت میں داخل ہوتے ہی اس کے نفس سے نقطہ نور متصل ہوتا ہے۔ جس قدر وہ عمل اور علم میں ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر یہ نقطہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ انتقال کے وقت اس کا نفس اس نقطے سے روشن ہوجاتا ہے، یہ روشن نفس دوسرے ایسے مستجیب کے نفس کے ضمن میں جا کر ٹھہرتا ہے، جو علم و عمل میں اس سے بڑھ کر ہو۔ یہی اس کی

Presented by Ziaraat.Com

جنت ہے۔ جب اس دوسرے نفس کے ذریعے پہلا روشن شدہ نفس ترقی کرتا جاتا ہے۔ جب اس سے دوسرے نفس کے انتقال وقت قریب آتا ہے تو یہ دونوں نفس ایک دوسرے سے مل کر تیسرے ایسے مستجیب کے ضمن میں جا کر ٹھہرتے ہیں، جوان دونوں سے علم وعمل میں بڑھ کر ہو۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے دعوت کے حدود کو طے کر کے تمام نفوس امام میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کے مجموعے کا نام ''لاہوت'' ہے۔ امام کے انتقال کے وقت یہ نفوس اس کے نفس کے ساتھ عقل عاشر کے افق میں پہنچ جاتے ہیں۔ اخوان الصفاء کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین اور خدا کے اولیاء صالحین کے نفوس بھی ان کے اجسام کی طرف لوٹائے جائیں گے ---------- ہر دس ہزار برس میں ایک قائم القیامۃ کا ظہور ہوتا ہے جو انتقال کر کے عقل عاشر کا خلیفہ بنتا ہے اور عقل عاشر جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے، ترقی پاتے ہیں۔ صاحب جثہ ابداعیہ کے زمانے سے جو دور شروع ہوتا ہے۔ وہ ''دور کشف'' کہلاتا ہے۔ اس دور میں امام ظاہر ہوتا ہے۔ تمام زمین پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ علم باطن چھپایا نہیں جاتا بلکہ کھلم کھلا بیان کیا جاتا ہے۔ لوگ متقی اور پرہیز گار نکلتے ہیں۔ اس دور کی مدت پچاس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس میں جو امام ظاہر ہوتے ہیں، وہ مستقرین کہے جاتے ہیں۔ اس دور کے ختم ہونے پر دین میں آہستہ آہستہ کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ ائمہ کے اضداد کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے۔ تقریباً تین ہزار برس تک یہی حالت رہتی ہے۔ اس دور کو ''دور فترت'' کہتے ہیں۔ اس کے بعد ''دور ستر'' شروع ہوتا ہے۔ جو دور کشف کے بالکل برعکس ہوتا ہے یعنی اس میں امام مخفی ہو جاتا ہے۔ اس کے دشمن اس کا حق چھین لیتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ دین دار لوگوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ فسق و فجور پھیل جاتا ہے۔ یہ دور سات ہزار برس تک رہتا ہے۔ اس دور میں کبھی کبھی مستقر امام ظاہر ہوتے ہیں، جس طرح فاطمین مصر کا ظہور رہا۔ اس کی ابتداء آدم سے ہوئی، جو اس دور کے پہلے نبی ہیں۔ (آدم سے پہلے دور فترت تھا آدم دور ستر کے پہلے مستقر امام ہیں) دور ستر میں مستقر امام خدا کے الہام سے حسب ضرورت اپنی جگہ پر اپنے نائبوں کو مقرر کرتا ہے، جو مستودع یعنی انبیاء کہے جاتے ہیں اور جن میں مشہور آدم، نوح، موسیٰ، اور عیسیٰ ہیں اور خود عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ جب مناسب سمجھتا ہے، تو خود بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اس کا ظہور کلی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بعض مقامات پر ظاہر ہوتا ہے، جس طرح حضرت ابراہیم کا ظہور شام میں ہوا۔ آپ اپنے زمانے کے مستقر امام بھی تھے یعنی ظاہری شریعت کے علاوہ علم باطن کے بھی مالک تھے۔ آپ کی ذریت میں مستقر اماموں کا سلسلہ حضرت عبدالمطلب تک پہنچا۔ ان کے دو فرزند ہوئے، ایک حضرت عبداللہ جنہیں عبدالمطلب نے ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے حضرت ابو طالب جنہیں حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو طالب کے جانشین حضرت علی ہوئے یعنی ہر بیٹے کو اپنے باپ کی وراثت ملی۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا شریعت ظاہری کے مالک اور حضرت علی دعوت باطنی کے صدر قرار پائے۔ حضرت علی کی نسل سے قیامت تک ائمہ قائم ہوں گے۔ آخری امام قائم القیامہ ہوگا، جو دور کشف کا پہلا امام ہوگا۔ اس کے بعد پھر دور فترت اور اس کے بعد دور ستر واقع ہوگا۔ جب تک کہ جسمانی عالم کے تمام گنہگار نفوس نجات نہ پائیں۔ گویا دنیا کے ختم ہونے تک پہلا انسان یعنی صاحب جثہ ابداعیہ ہی کی نسل

Presented by Ziaraat.Com

میں امامت کا سلسلہ باقی رہے گا۔(۱۳)

بحث کا سیر حاصل یہ ہے کہ اسماعیلیہ (بالخصوص بوہرا) مذہب کے مطابق ائمہ کیلئے تین بنیادی ادوار ہیں۔ان ادوار میں سے ایک دور کشف ہے۔اس دور کا کل دورانیہ ۵۰ ہزار سال ہوتا ہے۔اس دور میں جو امام ظاہر ہوتا ہے، وہ امام مستقر ہوتا ہے۔ادوار ثلاثہ میں سے دوسرا دور ''دور فترت'' کہلاتا ہے۔اس کا کل دورانیہ تین ہزار سال ہے۔ یہ دراصل دور کشف سے دور ستر کی تبدیلی کے دوران جو عرصہ گزرتا ہے، اس کا نام ہے۔اس میں امام کے دشمنوں کا غلبہ رہتا ہے۔آخری اور اہم دور ''دور ستر'' ہے، جس کا دورانیہ سات ہزار سال ہے۔ اس دور میں امام مخفی اور مستور رہتا ہے۔البتہ امام مستور کے قائم مقام امامت کے منصب کو سنبھالتے ہیں ،جنہیں امام مستودع کہا جاتا ہے۔اس دور میں امام مستور امام مستودع کا تعین حکم الٰہی سے کرتا ہے۔یوں ان تینوں ادوار کا کل دورانیہ ۶۰ ہزار سال بنتا ہے۔قابل توجہ بات یہ ہے کہ دور ستر میں ائمہ مخفی رہتے ہیں لیکن موجودہ مذہب اسماعیلیہ اپنے ائمہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دور ستر میں ائمہ مستقرہ ظاہری حکومت کر سکتے ہیں۔جیسا کہ فاطمین مصر میں ائمہ ظاہر ہوئے تھے یعنی دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ یہ تین ادوار کی فلسفیانہ اہمیت ضرور ہوگی لیکن امام ان ادوار کا محتاج نہیں ہے۔اسی وجہ سے دور ستر میں بھی امام دور کشف کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔دور حاضر میں اسماعیلیہ مستعالیہ اپنے امام کے ستر میں ہونے کے قائل ہیں جبکہ اسماعیلیہ نزاریہ کے نزدیک امام ان ادوار میں سے کسی دور کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔نزاریہ ان ادوار کو اب کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے ہیں۔جدید کتب میں ان ادوار کے بارے

Presented by Ziaraat.Com

میں کوئی وضاحت نہیں ملتی ہے، البتہ قدیم اسماعیلیہ ماخذ میں ان ادوار کے بارے میں بہت مواد ملتا ہے۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام مسلمان فرقوں کے نزدیک ظہور امام مہدی پر ایمان لانا واجب ہے۔ تمام مسلمانوں میں ہر زمانے میں یہ بات مسلم رہی ہے کہ آخری زمانے میں خاندان اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا، جو دین کو تقویت پہنچائے گا اور انصاف پھیلائے گا۔ مسلمان اس کے تابع ہوں گے اور وہ تمام اسلامی ممالک پر غالب ہو جائے گا۔ مسلمان اسے ''مہدی'' کہتے ہیں۔ مہدی کے دجّال کا اور قیامت کی دیگر ان شرطوں کا ظہور ہوگا، جن کا ثبوت صحیح حدیثوں سے ملتا ہے اور مہدی کے بعد عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے اور نماز میں آپ کی اقتداء کریں گے اور دجّال کو قتل کریں گے۔ مسلمانوں کا امام مہدی کے بارے میں حدیثوں سے استدلال ہے، جن کو ائمہ اپنی اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔ جس طرح تمام مسلمانوں میں یہ ایک مسلم اور متفقہ عقیدہ ہے، اسی طرح شیعہ اثناعشریہ اور اسماعیلیہ (نزاریہ و مستعالیہ) بھی حضرت امام مہدی کا عمومی عقیدہ رکھتے ہیں۔ غیر شیعہ مسلمان حضرت مہدی کے صرف ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ تمام شیعہ فرقے حضرت امام مہدی کی پیدائش کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی غیبت اور ظہور دونوں کا عقیدہ کے حامل ہیں۔ البتہ امام مہدی کی ذات اور غیبت کے مصادیق میں مختلف النظر ہیں۔ شیعہ اثناعشریہ حضرت محمد بن حسن عسکری کو امام مہدی کا مصداق قرار

ا۔ مندرجہ بالا تمام بحث کو ہم نے ڈاکٹر زاہد علی کی کتاب ''تاریخ فاطمین مصر'' کے جلد دوئم اور طیب علی بھائی کریم جی علوی کی کتاب ''احوال لانبیاء'' سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ زیادہ تفصیل کے لئے اسماعیلیہ کی مشہور اور اہم کتاب ''رسائل اخوان الصفا'' کی (۴۔۷) کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دیتے ہوئے، ان کی غیبت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ظہور کے منتظر ہیں۔ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت عبید اللہ المہدی کو امام مہدی کا مصداق قرار دیتے ہوئے فاطمین مصر سے پہلے کے دور کو ان کی غیبت کا دور اور مصر میں ان کی امامت کو ظہور امام کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ شیعہ اسماعیلیہ مستعالیہ حضرت طیب بن حاکم کو امام مہدی کا مصداق قرار دیتے ہوئے، ان کی غیبت کا قائل ہیں۔ البتہ دور غیبت و ستر میں ان کی نسل میں امامت کے اجراء کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں دور ستر میں نسل امامت کے تسلسل میں کوئی بھی امام بحکم خدا ظہور فرما سکتا ہے لیکن قوی امکان یہی ہے کہ روز قیامت دور ستر کے سویں امام ہوں گے، جو ظہور فرمائیں گے۔ یوں شیعہ امام مہدی کی پیدائش کے تو قائل ہیں لیکن مصداق اور ظہور کی تفصیلات میں اختلاف رکھتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جات

(۱) ثقلین سہ ماہی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۲۸، عالمی مجلس اہل بیت پوسٹ بکس نمبر ۱۶۱۳ اسلام آباد، بحوالہ، ابن ماجہ

(۲) ایضاً ص ۲۸، بحوالہ، محمد برزنجی، کتاب الاشاعۃ

(۳) ایضاً ص ۲۸، ۳۲

(۴) احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل ج ۱/ ۹۹، ۳/ ۱۷، ۷۰

(۵) سورہ انبیاء آیت ۱۰۵۔ سورہ قصص آیت ۵

(۶) شیخ مفید، کتاب الارشاد، ص ۴۵۱، مترجم علامہ صفدر حسین نجفی، امامیہ پبلیکیشنز اسلام پورہ، لاہور، اشاعت سوئم ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ

(۷) صدوق، ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، کمال الدین وتمام النعمۃ، ج ۲، گروہ مترجمین، الکساء پبلیشرز، نارتھ، کراچی، اشاعت دوئم ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

(۸) موسوی لاری سید مجتبیٰ، اسلام کے بنیادی عقائد، ج ۴، ص ۲۴۷، مترجم مولانا روشن علی، ذی الحج ۱۴۱۱ھ، الہادی پریس قم، ایران۔ بحوالہ مناقب خوارزمی ص ۳۹۰

(۹) رامپوری، مولوی محمد نجم الغنی خاں، مذاہب الاسلام، ص ۳۱۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، سنہ طباعت ۱۹۹۰

Presented by Ziaraat.Com

(۱۰) زاہد علی ڈاکٹر، ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام، ص ۲۹۳، مکتبہ بیّنات، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(۱۱) لجنۃ التالیف، اعلام الھدیۃ، الامام الحسن بن علیؑ، ج ۱۱، ص ۱۶۸ بحوالہ الکافی: ۵۴۱/۱ ح ۱۰ و ۴۱۲/۷ ح ۵، و التہذیب: ۲۱۸/۶ ح ۵۱۴ و ۳۰۱ ح ۸۴۵ و عنھما فی وسائل الشیعۃ: ۱۳۶/۲۷، ج اب ۱۱

(۱۲) سید علی عزت علی، احوال الانبیاء، ص ۹ تا ۱۰، مترجم سید علی عزت علی، ناشر حسنی اکیڈمی سوسائٹی کراچی، ۱۹۹۰ء -

(۱۳) زاہد علی ڈاکٹر، تاریخ فاطمین مصر، ج ۲، فصل ۳۲، ص ۲۰۱، نفیس اکیڈمی، کراچی

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی آیات

(۱) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔(سورہ الانبیاء)۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (سورہ قصص)(۵)

(۲) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ(۱۳)

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی احادیث مع ترجمہ

(۱) ”لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم۔“(۱)

(۲) ”المهدی من عترة رسول الله و من فاطمة۔ مہدی عترتِ رسول ﷺ اور اولادِ فاطمہ سے ہوگا۔“(۲)

(۳) ”لن تهلک امة ان فی اولها و عیسیٰ بن مریم فی آخرها و المهدی فی وسطها . میری امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی کیونکہ اس کی ابتدا میں میرا وجود اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے اور درمیان میں مہدی ہونگے۔“(۳)

(۴) ”لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول الله ذلک الیوم حتی یخرج رجل من ولدی فیملاها عدلا و قسطا کما ملئت ظلماً و جوراً ۔ اگر دنیا کی عمر میں سے صرف ایک دن ہی باقی بچے تو بھی خداوند کریم اس دن کو اتنا طولانی کرے گا یہاں تک کہ میری اولاد میں سے ایک فرد اٹھے گا اور دنیا کو عدل اور انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے پُر ہو چکی ہوگی۔“(۴)

Presented by Ziaraat.Com

باب پنجم:

(5) امام کے وظائف و اختیارات

سابقہ ابواب میں امامت کے شرعی مفہوم، اوصاف امامت، تعداد امامت اور دیگر موضوعات پر شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی کے نظریات کا تقابلی جائزہ مستند مآخذ سے پیش کیا گیا۔ اس باب میں امام کے اختیارات اور وظائف کے حوالے سے مذکورہ بالا دونوں فرقوں کے نظریات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ دونوں کے درمیان امام کے مقام و منزلت میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے البتہ ائمہ کی تعداد اور مصادیقؑ پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام کے من جانب اللہ ہونے، اولاد فاطمہ سے ہونے، معصوم عن الخطاء ہونے کے نظریات میں تقریباً ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ البتہ مرور زمانہ کے ساتھ ان مشترکہ عقائد کی توضیح و تشریح میں چند ایک اختلافی نظریات سامنے آئے ہیں، جن کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ ائمہ کے مصداق اور تعداد میں اختلاف کے علاوہ نص کے مفہوم میں بھی کسی حد تک اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ امام کی تعریف، حیثیت اور مقام میں دونوں گروہ مختلف الرائے نظر آتے ہیں۔ اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ امام کا منصوص من اللہ کس ضرورت کے تحت لازمی ہے؟ امام کی ضرورت کے موضوع میں ان دونوں مذاہب میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ امام کے وظائف و اختیارات میں اختلاف

Presented by Ziaraat.Com

کی اصل وجہ بھی امام کی ضرورت کی بنیاد بنی ہے۔لہٰذا ضرورت امام کے موضوع پر مختصر بحث کی گئی ہے۔

(5/1) ضرورت امام

اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ دونوں امام کے منصوص من اللہ ہونے کے عمومی عقیدہ میں اختلاف نہیں رکھتے ہیں اور دنیا کیلئے امام کی ضرورت کا ہونا لازمی اور واجبی حکم تصور کرتے ہیں لیکن اس کی توضیح اور تعبیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مذہب اسماعیلیہ کے نزدیک امام اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی شناخت کرانے کیلئے منصوص ہوتا ہے کیونکہ معلم کے بغیر اللہ کی معرفت ناممکن ہے۔شیعہ اثنا عشریہ کے مطابق امام اس لئے منصوص ہوتا ہے کہ وہ واجبات عقلی وشرعی کے ادا کرنے اور قبائح عقلی وشرعی سے بچنے میں لوگوں کی ہدایت کرے۔ان کے نزدیک امام کا منصوص من اللہ ہونا اللہ کی طرف سے بندوں کے حق میں لطف الٰہی ہے۔[1]

شیعہ اثنا عشریہ کے مطابق امام کی ضرورت اور احتیاج اسی نظریہ کی بناء پر ثابت ہے کہ احکام الٰہی کی تنفیذ اور حفاظت بغیر منصوص من اللہ کے ممکن نہیں ہے۔اللہ نے امام کو اسی لئے تعینات کیا ہے کہ رحلت نبوی کے بعد معاشرہ اسلام کے سنہری اصولوں پر گامزن رہے اور اسلام کے زیر سایہ ایک کتاب اور ایک رہبر کی ہدایات کے مطابق اسلامی معاشرہ قائم رہ سکے۔جس طرح سے معاشرہ کے اقدار کو قائم رکھنے کیلئے ہدایت کار کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں،اسی طرح

۱۔ علامہ حلّی نے اپنی مشہور کتاب ''الفین'' میں ضرورت امام کی علت وسبب پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ حال ہی میں شیخ غلام حسنین صاحب نے کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

امّت محمدی کی پیشوائی اور رہنمائی کی ضرورت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ضرورت امام پر وہی دلائل موجود ہیں، جو ضرورت رسول ﷺ پر ہیں۔ مذہب اسماعیلیہ ضروت امام ورسول ﷺ پر تاویلی اور روحانی دلائل دیتا ہے، ان دلائل کو جاننے کے لئے پیر ناصر خسرو کی کتاب ''وجہ دین'' [۱] کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ کتاب 'وجہ دین' کے مطالعہ سے امام کی ضرورت کا سبب ولایت تکوینی قرار نہیں پاتا ہے۔ ''ہمارا بیان یہ ہے کہ اگر امام دین کے بغیر دنیا ہی کے لئے ضروری ہوتے تو دین بیکار اور بے سردار ہو جاتا اور خدا تعالیٰ اس بات سے بہت پاک ہے کہ کسی چیز کو بیکار اور ضائع کردے۔ خصوصاً دین کو، جو تمام چیزوں سے اشرف وافضل ہے اور اگر امام دنیا کے بغیر صرف دین ہی کے لئے ضروری ہوتے تو دنیا کا انتظام باطل ہو جاتا اور یہ ناممکن تھا کہ خدا تعالیٰ امام کو ایک اشرف چیز پر سردار بنادیتا اور ایک ادنیٰ چیز اس سے روکے رکھتا۔ پس معلوم ہوا کہ امام دین کے لئے بھی لازمی اور دنیا کے لئے بھی۔''(۱) شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ عقیدے کے مطابق شریعت کی اصل

۱۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ علامہ نصیر الدین ہنزائی نے کیا ہے۔ کتاب 'وجہ دین' تاویلی علوم پر قدیم ترین کتب میں سے ایک اہم ترین کتاب ہے۔ جو مشہور فلسفی پیر ناصر خسرو کی لکھی ہوئی ہے۔ پیر پیر ناصر خسرو کی علم معقولات اور تاویلات پر ایک اور اہم کتاب ''زاد المسافرین'' ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے پیر ناصر خسرو کا اپنی کتاب کے بارے میں لکھا گیا اس شعر سے کیا جاسکتا ہے۔

''ز تصنیفات من زاد المسافر — کہ معقولات را صل است وقانون
اگر بر خاکِ افلاطون بخوانند — ثنا خواند مرا خاکِ فلاطون

میری تصنیفات میں سے ''زاد المسافرین'' جو معقولات کی اصل بنیاد اور قانون وآئین کا درجہ رکھتی ہے اگر یہ کتاب مشہور یونانی حکیم افلاطون کی قبر پر پڑھی جائے تو افلاطون کی مٹی بھی میری تعریف وتوصیف کیے بغیر نہ رہے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

معرفت امام کے توسط سے حاصل ہوتی ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ میں امامت کے اختیارات کے عنوان سے ایک بنیادی نظریاتی فرق پایا جاتا ہے۔ اسماعیلیت میں امام تاویل کرنے کا مطلق حق رکھتا ہے جبکہ اثنا عشریہ کے نزدیک تاویل مطلق کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ان نکات کو سمجھنے کیلئے امام کے اختیارات اور وظائف کا تعین کرنا لازمی ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی پانچویں صدی ہجری کے جید متکلم اور فلسفی گزرے ہیں۔ ان کی شخصیت شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ دونوں کے ہاں قابل قبول ہے۔ آپ نے اپنی کتاب ''التجرید'' میں امامت کے اختیارات کو یوں بیان کیا ہے۔" الامامة رياسة عامة فی أمور الدين والدنيا لشخصٍ من الأشخاص نيابةً عن النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم . امامت دینی ودنیاوی دونوں امور میں ریاست وامارت عامہ کو کہتے ہیں۔ ''(۲) علامہ حلی نے بھی اسی تعریف کو لکھا ہے۔ اسی طرح مقداد سیوری نے بھی اسی مفہوم کو لکھتے ہوئے اس کی تشریح میں دو باتوں کا تذکرہ کیا ہے، جس طرح رسول، اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے عہد میں معین تھا۔ اسی طرح نائب رسول ﷺ بھی معین ہونا ضروری ہے اور جس طرح رسول ﷺ اپنے زمانے میں ایک تھے، اسی طرح امام بھی اپنے زمانے میں ایک ہوگا۔ مذہب اسماعیلیہ کی مشہور کتب علم الابدان اور علم الادیان کے شاہکار رسائل اخوان الصفا کے کتاب نمبر چار میں امام کی متعدد خصوصیات اور وظائف کو بیان کیا گیا ہے، جن میں سے اہم ترین ایک وظیفہ اللہ کی طرف سے امام پر یہ ہے۔"اعلم ان الامّة کلّها تقول انّه لابدَّ من امام یکون خلیفة لنبیهافی امته بعد وفاته و ذالک الاسباب شتّٰی و

Presented by Ziaraat.Com

خصال عدّہ. احدھا ھو ان یحفظَ الامامُ الشریعة علی الامّة، و یحی السنّة فی الملّةِ، والامرَ بالمعروف، والنھی عن المنکر، و تکون الامّة تصدر عن رایه. (۳) جان لو۔ بے شک پوری امت یہ کہتی ہے کہ ان کے لئے امام ہو اور اس (امام) کی وفات کے بعد اس کا خلیفہ بھی ہو۔ (البتہ) اس کے اسباب مختلف اور صفتیں متعدد ہیں۔ ان میں پہلا یہ ہے کہ امام شریعت کو امت کے لئے بچائے رکھے اور ان کے لئے سنت کو زندہ رکھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور امّت اس کی پیروی کرے۔''

شیعہ اثنا عشریہ کے مطابق امام محافظ شریعت ہونے کے ناطے اپنے زمانے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے، اس لئے عقلاً ضروری ہے کہ امام کو کتاب کا مکمل علم ہو، امین اور محافظ کتاب ہو، ناسخ اور منسوخ سے واقف ہو، خاص کو عام سے جدا کر سکے، واجب کو مستحب سے فرق کر سکے اور محکم سے متشابہ کو الگ کر سکے تا کہ ان میں سے ہر چیز کو اپنے اس مناسب مقام پر رکھے، جس پر اللہ نے رکھا ہے۔ لہٰذا ائمہ کی ضرورت کی علت ولایت تکوینی نہیں بلکہ ولایت تشریعی ہے، جس کیلئے ائمہ کو منصوص کیا گیا ہے۔ ولایت تشریعی سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے ہیں، جو اللہ کے واضح اور نجات دہندہ اصولوں کو معاشرہ میں پیش کرتے ہیں۔ ان اصولوں کی مدد سے معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں۔ ''یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔'' (۴)

Presented by Ziaraat.Com

(5/2) امامت دینی یا دنیوی

معاشرے کی اصلاح اور اسلامی قوانین کی تنفیذ کیلئے حکومت کا ہونا بھی لازمی ہے۔ بغیر حکومت اور طاقت کے اسلامی قوانین کا نفاذ ممکن نہیں ہے لیکن دوسری طرف سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی انسان کو دوسرے انسانوں پر حکومت کرنے کا حق ہے؟ اگر حاکم وقت کو الٰہی تائید حاصل نہ ہو تو سوال ہذا کا جواب تلاش کرنا کافی پیچیدہ ہے اور یہ پیچیدگی اس وقت اور زیادہ شدّت اختیار کر جاتی ہے کہ حاکم شرعی قوانین کے مخالف عمل پیرا ہو تو کیا پھر بھی اس کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ رعایا پر حکومت کرے۔ شیعہ نکتہ نگاہ سے اللہ کی تائید کے بغیر ایک انسان کو دوسرے انسان پر حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ تائید سے مراد وہ شخص منصوص من اللہ ہو۔ جو منصوص من اللہ نہ ہو تو ایسے انسان کو یہ حق نہیں ملتا ہے کہ وہ رعایا پر حکومت کرے کیونکہ اللہ نے انسان کو آزاد خلق کیا ہے۔ لہٰذا کسی دوسرے انسان کو جس کو اللہ کی تائید حاصل نہیں ہے، کوئی حق نہیں بنتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں پر حکومت کرے اور رعایا کے حقوق پر تصرف کرے۔ یہ صرف اس وقت ممکن ہو سکے گا کہ اس کو الٰہی تائید حاصل ہو کیونکہ انسان کو آزادی بھی اللہ نے دی ہے اور اگر اللہ کی طرف سے انسان کی رہنمائی کیلئے کسی کو تعینات کیا جائے تو اس سے انسان کی آزادی سلب ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ یہی وہ دلیل ہے، جس کی بناء پر شیعہ ائمہ کی امامت کو دین اور دنیا دونوں کیلئے لازمی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ائمہ منصوص من اللہ ہیں۔

شیعہ عقیدے کے مطابق امامت حکومت کی شرعی شکل کا نام ہے۔ ایسی حکومت کہ جس کی اجازت خود خدا نے دی ہے اور جس کا حاکم خود خدا نے مقرر کیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ ایسی حکومت کے علاوہ اور کسی قسم کی حکومت شرعی طور پر صحیح نہیں ہے، خواہ یہ حکومتیں آج کی دنیا میں رائج ہوں یا نہ ہوں۔ پس انسان کو آزادی خدا نے دی ہے اور خدا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس آزادی کو سلب کرے یا کسی خاص حد میں محدود کردے۔ شیعہ نکتہ نگاہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کو خاص اختیارات کے ساتھ انسانوں کیلئے رہنما بنا کر بھیجا۔ انبیاء نہ صرف دینی رہنما تھے بلکہ دنیوی ہدایت کے سرچشمے تھے۔ الٰہی تائید کیساتھ انسانوں کی دنیوی زندگی پر بھی حق تصرف رکھتے تھے۔ لہٰذا انبیاء دینی اور دنیوی دونوں حوالے سے رہنما اور ولی امر المسلمین تھے۔ شیعیت کے نزدیک یہ الٰہی اختیارات پیغمبر خدا ﷺ کے بعد ائمہ اہل بیت کو منتقل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ کے اڑتالیسویں امام پرنس سر سلطان آغا خان (سوم) کا فرمان ہے۔ ''محمد ﷺ دنیوی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے حاکم اعلیٰ تھے۔ ان کے خلیفہ یا جانشین کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ دونوں حیثیتوں سے ان کا جانشین ہو اس کو امیر المومنین بھی ہونا تھا۔ یعنی مومنین کا قائد اور امام المسلمین بھی ہونا تھا یعنی معتقدین کا روحانی پیشوا۔ لاطینی مغرب کی ایک مثال سے یہ بات غالباً زیادہ واضح ہوسکے گی۔ وہ پاپائے اعظم بھی ہوگا اور امپریٹر یعنی دنیوی حکمران بھی۔'' (۵) پس امامت دینی اور دنیوی امور میں خدا کی طرف سے مقرر کردہ عوامی سربراہ کا نام ہے۔ تمام شیعہ فرقے اسی عقلی دلیل کی بناء پر ائمہ اہل بیت کو لامحدود الٰہی اختیارات کا حامل سمجھتے ہیں۔ ائمہ اہل بیت کو جو الٰہی اختیارات حاصل ہیں ان اختیارات کو علم لدنی، ولایت اور تفویض کی اصطلاحات سے یاد کیا جاتا ہے، ان اصطلاحات کے استعمال سے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ائمہ اہل

Presented by Ziaraat.Com

بیت کے الٰہی اختیارات اور وظائف کو بیان کرنا مقصود ہے۔ان اختیارات کا تعین اور تخصیص کافی مشکل کام ہے۔ یہ ایک بڑا موضوع ہے،اس کو ہم خلاصہ کے طور پر یوں بیان کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پاس جو اختیارات ہیں ان کا کچھ حصہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کیلئے عنایت کیا، جس کا مظاہرہ اللہ کے خاص بندوں (انبیاء و ائمہ اہل بیت) نے عملاً بھی کر کے دیکھایا ہے لیکن دوسری طرف ائمہ اہل بیت نے اپنی روایت اور فرامین کے ذریعے اپنے ماننے والوں کو یہ بھی باور کرایا ہے کہ بیشک ہمیں (اہل بیت) اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص علم سے نوازا ہے، ہم حجت خدا ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام الٰہی امور میں ہم مختار کل ہیں۔بحار الانوار میں حضرت محمد باقر سے روایت ہے۔**العلم علمان: علم عند الله مخزون لم يطلع عليه أحدا من خلقه، وعلم علمه ملائكته ورسله، فأما ما علم ملائكته ورسله فانه سيكون، لا يكذب نفسه ولا ملائكته ولا رسله، وعلم عنده مخزون يقدم فيه ما يشاء ويؤخر ما يشاء ويثبت ما يشاء.** پروردگار کیلئے دو علم ہیں۔ایک علم اللہ کے پاس ہے، جس کے بارے میں خلق خدا میں کسی کو اطلاع نہیں۔نہ تو انبیاء کی رسائی ہے نہ ملائکہ مقربین کی۔البتہ علم عام انبیاء اور مقرب فرشتوں کی دسترس میں ہے۔اور (یہی علم) رسول خدا ﷺ کے واسطے سے ہم تک بھی پہنچا ہے۔"(٦)

(5/3) امامت اور ولایت تکوینی

ولایت تکوینی بظاہر عقیدہ تفویض کا سرچشمہ ہے۔تفویض سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اپنی مخلوقات پر اپنے خاص بندوں کو تصرف کا

Presented by Ziaraat.Com

مطلقاً حق دیا ہے۔اب مخلوقات خدا کے اعمال وافعال کے اختیارات انہیں لوگوں کے پاس ہیں اور یہی لوگ مخلوقات خدا کے اعمال وافعال کے ذمہ دار ہیں۔تفویض کی اس تعریف سے اتفاق کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید میں اس نظریہ کی گنجائش نظر نہیں آتی ہے بلکہ یہ نظریہ عقیدہ ثنویت سے بہت قریب لگتا ہے۔ یعنی ایک خدا نے کائنات کو خلق کیا تو دوسرا خدا انسان کے اعمال وافعال کا خودمختار ہے کہ اس خدا کو خدائے اول سے رجوع کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی ہے اور یہی حال ولایت تکوینی مطلقہ کا بھی ہے۔جس کے مطابق ائمہ امور تکوینیہ میں مکمل خودمختار ہیں۔ یہاں تک کہ موت اور حیات عطا کرنے کے بھی مجاز ہیں۔شیعہ اثناعشریہ ائمہ اہل بیت کے حوالے سے مطلقاً ولایت تکوینی کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی ائمہ کے منصوص من اللہ کی وجہ اس ولایت کو قرار دیتے ہیں۔شیخ بابویہ قمی نے (ولایت) تفویض کی دو قسمیں تفویض امور تکوینیہ اور تفویض امور دینیہ بیان کرتے ہوئے ائمہ کے لئے تفویض امور تکوینیہ کی نفی کی ہے۔ائمہ اہل بیت کے لئے تفویض امور دینیہ کے اختیار کو صحیح قرار دیا ہے لیکن اس کی شرح یوں بیان کی گئی ہے۔"التفويض بمعنى عدم الأمر والنهي وأن الذی يعترف بالتكاليف الالهية واثبات الثواب والعقاب على الامتثال والعصيان فهو ليس بمفوض فيرجع بناء على هذا الحديث التفويض الى تفويض التشريع وجعل الأحكام لا الى تفويض التكوين وهو خلاف المعلوم من مذهب المفوضة وهم المعتزلة وكتبهم دائرة مشهورة وآرائهم منقولة متواترة، والحق أن رواية الاحتجاج مرسلة لا حجة فيها فيما يحتج فيه بخبر الواحد فكيف فی مثل هذه المسائل فرد

Presented by Ziaraat.Com

معناه الى أهله أولى والحاصل أنه لا يكفى فى الخروج عن التفويض الالتزام بالتكاليف ولا يثبت به معنى الأمر بين الأمرين ويأتى فى ذيل الرواية ما يؤيد المقصود (ش). ا قوله ولعل تلك لمنزلة هى الحصر قد مر أن المعتزلة لا ينكرون الأمر والنهى والثواب والعقاب فليس معنى الأمر بين الأمرين اثبات التكاليف فقط بل يجب أن يضم اليه الألطاف كما مر فى حديث أبى طالب القمى والتوفيق والتأييد وتسهيل الأسباب وما يرجع اليه فى الأعمال الصالحة والخذلان فى المعاصى وأمثال ذلك. (۷) پس ائمہ اہل بیت کو ولایت تشریعی حاصل ہے۔ اس میں بھی وہ شریعت سازی اور قانون بنانا نہیں کیونکہ یہ کام خداوند عالم کا کام ہے۔ لہٰذا احکام تو وہ خود واضح کرتا ہے۔ اس کا بیان کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں حرام، یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا وظیفہ ہے۔ اس شریعت کی حفاظت وحراست اور تشریح وتوضیح رسول خدا ﷺ کے حقیقی خلفاء علیہم السلام کا کام ہے۔

بہر حال شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ دونوں اپنے ائمہ کے لئے عظیم درجات اور مراتب کے قائل ہیں۔ جیسے امام کا معصوم [1] ہونا، اللہ کی طرف سے مامور ہونا، امت کے لئے واجب الاطاعت ہونا، صاحب معجزہ ہونا اور علم لدنی کا

۱۔ عصمت، منصوص من اللہ علم لدنی اور دیگر صفات امام کی تعبیر وتشریح میں شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ قدیم اسماعیلیوں کے مقابلے میں دور حاضر کے اسماعیلیوں نے امامت کے وظائف اور صفات میں کافی جدّت پیدا کی ہے۔ جبکہ شیعہ اثنا عشری صفات امام کو منصوص من اللہ قرار دیتے ہوئے اس میں کسی طرح کی جدّت (ردّ وبدل) کے قائل نہیں ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حامل ہوتا ہیں لیکن اس فرق کے ساتھ کہ امام پر وحی نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی امام نئی شریعت یا نئی کتاب لے کر آتا ہے۔ امام شارح اسلام ہیں نہ کہ شارع اسلام۔

اب اس سوال کا جائزہ لیا جائے گا کہ کیا امام شریعت کو منسوخ یا معطل کر سکتا ہے؟

(5/4) امامت اور تنسیخ شریعت

نسخ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کے متعدد لفظی معانی ہیں۔ مشہور ماہر لغت لوئیس معلوف اس کے مختلف معانی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ "نسخ ،نسخاَ الشئی : ازاله، ابطله، مسخهُ (الکتاب) نقله و اکتبه حرفاً بحرفٍ. انتسخ الشئی: ازاله، نقله،خلفه. (۸) نسخ، نسخ الشئی کا مطلب ہے۔ ازالہ کرنا، باطل کرنا، مسخ کرنا اور نقل کرنا کے ہیں کہ ایک حرف کے بدلے دوسرا حرف لکھا۔ انتسخ الشئی کا مطلب ہے کہ اس کو زائل کیا، بدل دیا یا پیچھے چھوڑ دیا۔" یوں نسخ کے لغوی معانی ازالہ کرنا، مٹانا، برطرف کرنا، باطل ہونا، تبدیل کرنا اور نقل کرنے کے ہیں لیکن "اصطلاح میں نسخ کسی ثابت امر شرعی کو اس کی مدت ختم ہونے کی وجہ سے اٹھانے کو کہتے ہیں۔ چاہے وہ برطرف حکم کوئی حکم تکلیفی ہو۔ جیسے وجوب، حرمت وغیرہ ہیں یا حکم وضعی ہو۔ جیسے صحیح ہونا باطل ہونا وغیرہ ہے اور چاہے وہ برطرف شدہ امر، الٰہی منصب اور عہدوں میں سے ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ جس کی برگشت بہ حیثیت شارع اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، جس کی مثال نسخ فی التلاوۃ ہے۔" (۹) شریعت اسلام میں ایک ثابت حکم کو دوسرے حکم کے ذریعے اٹھا لینے کا نام نسخ ہے یعنی اللہ کسی حکم کو ایک عرصہ گذرنے کے بعد کوئی وجہ بتائے بغیر ختم کر دیتا ہے، اس کو شریعت کی اصطلاح میں نسخ کہا جاتا ہے۔ شریعت میں (اللہ تعالیٰ سے منسوب) نسخ تمام

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں کے ہاں بغیر کسی اختلاف کے ثابت ہے۔ البتہ نسخ کی اقسام اور قیود اور حدود میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ اللہ کے لئے امور تکوینیہ اور تشریعیہ دونوں میں نسخ کو جائز سمجھتے ہیں۔ امور دینیہ میں حکم الٰہی کی تبدیلی کو لفظ تنسیخ کا نام دیا جاتا ہے جبکہ امور تکوینیہ میں بغیر کسی وجہ اور سبب بتائے امر الٰہی کی تبدیلی کو "بداء" کا نام دیا جاتا ہے۔ پس نسخ اور بداء کی اصطلاحات مختلف ہیں لیکن دونوں کا مفہوم ایک ہے۔ "نسخ میں حکم شرعی پہلے ہی سے اللہ کے نزدیک ایک خاص وقت کیلئے مخصوص تھا لیکن کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ بعد میں نسخ کے ذریعے اظہار ہوا تو لوگوں کے تصور کے مطابق سابقہ حکم اٹھالیا گیا۔ بالکل اسی طرح بداء بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پہلے سے طے ہوتا ہے لیکن اس فیصلے کا اظہار نہیں کیا جاتا تو لوگوں کے اذہان میں یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ پہلے سے طے شدہ فیصلے کا اظہار فرماتا ہے تو لوگوں کو بداء یعنی تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی امر کے بارے میں لوگوں کیلئے تبدیلی ہے، نا کہ واقعی حکم اور فیصلے کی تبدیلی۔ مشیت الٰہی کے مطابق فیصلہ ہونا، جس کا علم انسان کو پہلے سے نہ ہو، اسے بداء کی اصطلاح سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت جعفر صادق نے فرمایا۔ "**ما بدا الله في شيء الا كان في علمه قبل أن يبدو له** (۱۰)۔ اللہ کو کسی شے کے بارے میں بداء نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ اللہ کو اس کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔"[۱]

۱۔ عقیدہ بداء پر دو رسالے "رسالتان فی البداء" کے نام سے مشہور شیعہ عالم آیت العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی نے تحریر کئے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

بدا کے اس مفہوم میں خدا پر جہالت لازم نہیں آتی ہے بلکہ کائنات میں خدا کی قدرت ثابت ہوجاتی ہے۔ ''اللہ جسے چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔'' (۱۱) قضا و قدر میں تبدیلی واقع نہ ہونے کا نظریہ یہودیت کا ہے کہ اللہ نے روز اول سے جو فیصلہ کردیا اسے نہ بدل سکتا ہے نہ اس میں تبدیلی لاسکتا ہے۔ ''اور یہود کہتے ہیں: اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ خود ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر لعنت ہو اس (گستاخانہ) بات پر بلکہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اور جو (کتاب) تمہارے پاس نازل کی گئی ہے (اس کا انکار) ان میں سے بہتروں کی کفر و سرکشی کو بڑھادے گا اور ہم نے خود ان کے آپس میں روز قیامت تک عداوت اور کینے کی بنیاد ڈال دی۔ جب یہ لوگ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو خدا اس کو بجھا دیتا ہے اور روئے زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور خدا فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا'' (۱۲) عقیدہ بداء سے ہی انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے کہ وہی عطا و بخشش والا ہے۔ انسان دست سوال دراز کرتا ہے کہ وہ کریم ہے اور پھر اپنی پوری زندگی میں ذات الٰہی سے وابستگی اختیار کرتا ہے۔ اس طرح ایک پر امید زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر عقیدہ بداء نہ ہو اور انسان یہ سمجھے کہ تقدیر میں جو لکھا ہے، وہی ہوکر رہے گا اور انسان کچھ جانتا نہیں کہ اس کی تقدیر میں کیا لکھا ہے تو وہ یاس و ناامیدی میں مبتلا رہے گا اور پھر اللہ کی بارگاہ میں تضرع اور انکسار کے ساتھ رجوع نہیں کرے گا۔ اسی طرح دعا و صدقات کا فلسفہ بھی بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ عقیدہ بداء سے علم خدا اور علم بشر کا فرق بھی سامنے آتا ہے کہ اللہ

Presented by Ziaraat.Com

تعالیٰ تو ازل سے ہر چیز کو جانتا ہے لیکن بشر کو معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کی مشیت کیا ہے۔اس لئے بندہ ہمیشہ مشیت الٰہی کا طالب ہوتا ہے۔

نسخ کی دونوں اقسام (نسخ و بداء) میں اصل موضوع تبدیل نہیں ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے اصل موضوع کے ساتھ ہی اس تبدیلی (نسخ) کا فیصلہ دیا ہوا تھا۔البتہ اس کا ادراک انسان کو نہیں تھا، تو انسان ہی کیلئے یہ نسخ ہے۔ورنہ نسخ اصل موضوع کا ایک لازمی حصہ ہونے کی وجہ سے نسخ نہیں کہلائے گا اور نہ ہی عقلی طور پر اس تبدیلی میں جہالت کی دلیل قائم ہو سکے گی لیکن بعض علماء نظریہ بداء سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اسے شیعوں کا اختراع کردہ عقیدہ تصور کرتے ہیں۔بنیادی اعتراض یہی ہوتا ہے کہ اس سے خدا کی رائے میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔یہ وہی اعتراض ہے جو یہودی نظریہ نسخ اور بداء دونوں پر کرتے ہیں۔مسلمانوں کے اکثر علماء یہودیوں کے اس اعتراض کو قبول نہیں کرتے ہیں۔دور حاضر کے ممتاز عالم دین محمد تقی عثمانی نظریہ ناسخ و منسوخ کی تفصیل کو یوں بیان کرتے ہیں۔"یہودیوں کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں "نسخ" نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق "نسخ" کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی رائے میں تبدیلی کر لیتا ہے۔ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر احکام الٰہی میں ناسخ و منسوخ کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک حکم کو مناسب سمجھا تھا بعد میں اپنی غلطی واضح ہونے پر اسے واپس لے لیا۔جسے اصطلاح میں بداء کہتے ہیں لیکن یہودیوں کا یہ اعتراض بہت سطحی نوعیت کا ہے اور ذرا سا بھی غور کیا جائے تو اس کی غلطی واضح ہو جاتی ہے۔اس لئے کہ "نسخ" کا مطلب رائے کی تبدیلی نہیں ہوتا بلکہ

Presented by Ziaraat.Com

ہر زمانے میں اس دور کے مناسب احکام دینا ہوتا ہے۔ ناسخ کا کام یہ نہیں ہوتا ہے کہ منسوخ کو غلط قرار دے بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے حکم کی مدت نفاذ متعیّن کردے اور یہ بتادے کہ پہلا حکم جتنے زمانے تک نافذ رہا اس زمانے کے لحاظ سے تو وہی مناسب تھا لیکن اب حالات کی تبدیلی کی بناء پر ایک نئے حکم کی ضرورت ہے۔ جو شخص بھی سلامت فکر کے ساتھ غور کریگا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ یہ تبدیلی حکمت الٰہیہ کے عین مطابق ہے اور اسے کسی بھی اعتبار سے کوئی عیب نہیں کہا جاسکتا۔ حکیم وہ نہیں ہے جو ہر قسم کے حالات میں ایک ہی نسخہ پلاتا رہے بلکہ حکیم وہ ہے جو مریض اور مرض کے بدلتے ہوئے حالات پر بالغ نظری کے ساتھ غور کرکے نسخہ میں ان کے مطابق تبدیلیاں کرتا ہے اور یہ بات صرف شرعی احکام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ کائنات کا سارا کارخانہ اسی اصول پر چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتِ بالغہ سے موسموں میں تبدیلیاں پیدا کرتا رہتا ہے۔ کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بہار، کبھی خزاں، کبھی برسات، کبھی خشک سالی، یہ سارے تغیرات اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے عین مطابق ہیں اور اگر کوئی شخص اسے "بداء" قرار دے کر اس پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ اس سے معاذ اللہ خدا کی رائے میں تبدیلی لازم آتی ہے کہ اس نے ایک وقت سردی کو پسند کیا تھا، بعد میں غلطی واضح ہوئی اور اس کی جگہ گرمی بھیج دی تو اسے احمق کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بعینہٖ یہی معاملہ شرعی احکام کے نسخ کا ہے کہ اسے "بداء" قرار دے کر کوئی عیب سمجھنا انتہا درجہ کی کوتاہ نظری اور حقائق سے بیگانگی ہے۔" (۱۳)

شیعہ "بداء" سے مراد اللہ کی رائے میں تبدیلی قرار نہیں دیتے ہیں۔ امور

Presented by Ziaraat.Com

تکوینیہ میں بھی ﷺ یلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں کوئی غلطی یا کمی تھی، جس کی وجہ سے اس کو تبدیل کیا گیا ہے بلکہ اللہ کی طرف سے اصل حکم ہی ایسا ہونا تھا اور یہ حکمت الٰہی کے عین مطابق ہے۔ اکثر مسلمان علماء شرعی اور تکوینی دونوں امور میں نسخ کے قائل ہیں۔ اسی طرح سے شیعہ امامیہ بھی نسخ کے قائل ہیں، صرف امور تکوینیہ میں نسخ کو ''بداء'' کا نام دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بَدا اور تنسیخ کا اختیار منسوب کرنے سے اللہ کے لئے جہل ثابت نہیں ہوتا ہے۔

بحث کا سیر حاصل یہ ہے کہ بداء ونسخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف تو منسوب کیا جا سکتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام بھی ''نسخ وبداء'' کا اختیار رکھتا ہے؟

اکثر شیعہ فقہاء کے نزدیک امام کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے۔ امور تکوینیہ میں تو امام کو یہ حق حاصل نہیں ہے یہاں تک کہ امام امور تشریعی میں بھی میں تبدیلی اور تنسیخ کا حق نہیں رکھتا ہے۔ امام صرف ان امور کی توضیح اور تشریح کرنے کا مجاز ہے۔ البتہ امام رسول اکرم ﷺ کا نائب مطلق ہوتا ہے، چنانچہ امام کو (نائب رسول ہونے کی بناء) پر وہ تمام اختیارات حاصل ہیں، جو رسول کو حاصل ہیں، سوائے یہ کہ قرآن کے نزول کا سلسلہ مکمل ہونے کی بناء پر وحی کا سلسلہ بھی تکمیل کو پہنچا ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ کے نظریہ کے مطابق نصوص قرآن کو تبدیل یا ختم کر دینے کا اختیار امام کو حاصل نہیں ہے لیکن اس حکم کی تعبیر اور تشریح اور اس کے اسرار ورموز کے بارے میں امام ہی بتا سکتے ہیں۔ جس طرح سے رسول اکرمؐ کو شارع اسلام ہونے کے باوجود مخلوقات کی تخلیق کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ اسی طرح ائمہ اہل بیت کو شریعت کی تبدیلی کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اگر ائمہ اہل بیت کو

Presented by Ziaraat.Com

رسول اکرم ﷺ کی دی ہوئی شریعت کوختم کرنے کا اختیار حاصل ہو جائے اور انہیں شارع مانا جائے تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ ائمہ کی امامت بھی فی ذاتہ منسوخ ہو جائے گی کیونکہ ائمہ اہل بیت کی نیابت کا عقیدہ ہی خاتم الرسل کی شریعت کی نیابت ہے۔ اگر شریعت نہ رہی تو نیابت کا نظریہ بھی مفقود ہو جائے گا کیونکہ شارع ہونے کی بناء پر اسلام کی تمام نئی تاویلی تشریحات بذات خود ایک نئی شریعت بن جائیں گی۔ لہٰذا یہ کہنا ممکن نہیں ہوگا کہ ائمہ اہل بیت شارع اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ائمہ اہل بیت اسلام کے علاوہ کسی دوسری نئی شریعت کا اجراء نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ ائمہ کے وظائف میں شامل ہے بلکہ تشریح وتعبیر کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی شریعت کا تحفظ کرنا ائمہ اہل بیت کے اختیار میں ہے۔ جس طرح رسول اکرم ﷺ کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ جس طرح اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اسی طرح رسول کی بھی عبادت کرے جبکہ بندہ کے لئے حکم اسی طرح ہے کہ اگر اللہ کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو اللہ کے رسول کو راضی رکھے۔ اللہ کی رضا اللہ کی عبادت سے حاصل ہوتی لیکن رسول کو راضی رکھنے کیلئے جس طرح اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ اسی طرح رسول کی پوجا نہیں کی جاتی ہے بلکہ اسی طرح اللہ کے رسول کو راضی رکھنے کیلئے رسول خاتم الرسل کی اہل بیت کو راضی رکھنا ضروری ہے لیکن جس طرح رسول کو راضی رکھنے کیلئے انہیں اللہ کے آخری رسول ماننا ضروری ہے تو اسی طرح خاتم النبیین کے اہل بیت کو راضی رکھنے کے لئے انہیں رسول یا نبی ماننا ضروری نہیں اور نہ ہی اسی طرح انہیں رسول کی طرح صاحب شریعت ماننا ضروری ہوگا۔ لہٰذا یہ ثابت ہے کہ امام نہ تو

Presented by Ziaraat.Com

شریعت سازی کرسکتا ہے اور نہ ہی شریعت کی تنسیخ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام شریعت کو معطل کرسکتا ہے؟

متعدد روایات اور ائمہ کی سیرت کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ شرعی مصلحت کے تحت امام شریعت کو معطل کرسکتا ہے۔نہ صرف امام بلکہ بعض شیعہ علماء کے نزدیک نائب امام کے پاس بھی یہ اختیار ہے،اس کی مثال خود حضرت روح اللہ خمینی کی پیش کی جاسکتی ہے۔جب سعودی حکومت نے ۶ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ کو حرم خانہ کعبہ میں امریکہ کے خلاف احتجاج کرنے کی پاداش میں حرم میں ہی تقریباً چار سو ایرانی حجاج کو شہید کیا اور ساتھ ہی حرم کعبہ میں دشمنان اسلام کے خلاف احتجاج کرنے کی پابندی لگادی تو حضرت روح اللہ خمینی نے اس پابندی کو حج کے روح کے خلاف قرار دیا اور ایرانی حجاج کو حج کرنے سے منع فرمایا۔آپ کے فتوئے کی پاسداری کرتے ہوئے ایرانی حجاج نے تین سال تک حج کا بائیکاٹ کیا۔جب نائب امام دین کے احکامات کو معطل کرسکتا ہے تو پھر امام بدرجہ اولیٰ دینی احکام کو معطل کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن معطل کے معنی منسوخ کرنا نہیں ہے۔امام یا نائب امام دین کے جن احکامات کو معطل کرتا ہے تو ان احکام کا منسوخ ہونا نہیں ہے کیونکہ منسوخ میں تو احکام کی تبدیلی لازم آتی ہے جبکہ معطّلی میں احکام کی تبدیلی لازم نہیں آتی اور معطّلی ہمیشہ موقّتی ہوتی ہے۔اس میں موضوع کی تبدیلی ممکن نہیں ہے جبکہ منسوخی میں موضوع کا مستقلاً ختم ہونے کا احتمال رہتا ہے۔احکام شریعت جن کے حکم پر نص صریح ہو اس کی تعبیر وتشریح اور معطّلی تو امام نائب رسول ہونے کے واسطے سے کرسکتا ہے لیکن ان کو ختم کرنے کا مجاز نہیں ہے۔اس بات کو امام کے اختیارات

Presented by Ziaraat.Com

کے ضمن میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام تنفیذ شریعت کیلئے منصوص ہوتا ہے لہٰذا تنفیذ کیلئے کم از کم احکام کی تشریح، توضیح اور وقتی مصلحت کے مطابق معطّٰی کے اختیارات عقلی طور پر بھی ثابت ہیں۔ اس حوالے سے ایک مشہور حدیث بھی موجود ہے۔ "محمدؐ کا حلال کیا ہوا قیامت تک حلال ہے اور محمد ﷺ کا حرام کیا ہو، اقیامت تک حرام ہے۔" (۱۴) لہٰذا جس چیز کو بانی اسلام حضرت محمد ﷺ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے، اسے دوسرا کوئی حلال اور حرام نہیں کرسکتا ہے۔ چاہے وہ امام ہی کیوں نہ ہو، البتہ حلال اور حرام کی تشریح اور تعبیر اور اس کے اجراء کا اختیار امام کو حاصل ہے، اصل حکم کو تبدیل یا ختم کرنے کا حق امام کو حاصل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نکاح متعہ کو حضرت عمر بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں حرام قرار دیا ہے، جس کو شیعہ تسلیم نہیں کرتے ہیں اور نکاح متعہ کی حلّت کے قائل ہیں کیونکہ (شیعہ نظریے کے مطابق) رسول کے نص صریح کو ختم کرنے کا حق خلیفہ کو حاصل نہیں ہے۔

جب یہ کہا جائے کہ امام تنفیذ شریعت کے تقاضوں کے مطابق شریعت کی تعبیر اور تشریح کرسکتا ہے تو اس سے مراد اصل حکم کا تبدیل ہونا نہیں ہوتا ہے بلکہ حکم کا موضوع تبدیل ہوجاتا ہے۔ سوائے یہ کہ اللہ تعالیٰ اس حکم کی تنسیخ پر کوئی دوسرا حکم صادر نہ کرے۔ تنسیخ کا تعلق بھی خدا اور رسول خدا سے وابستہ ہے نہ کہ امام سے۔ امام کسی بھی نصوص الٰہی کے اصل حکم کو نہ تو منسوخ کرتا ہے اور نہ ہی تحویل کرنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ تحویل کا حکم بھی تنسیخ کے زمرے میں آتا ہے۔ تحویل اور تنسیخ کا مفہوم تقریباً مترادف ہے۔ ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم آنے کو تنسیخ یا تحویل کہہ سکتے ہیں۔ رسول ﷺ کی رحلت کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے لہٰذا رحلت نبوی

Presented by Ziaraat.Com

کے بعد اسلامی احکامات نہ تو منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی تحویل ممکن ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلامی شریعت کا کوئی ایک حکم بھی منسوخ کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت جعفر صادق سے پہلے ائمہ اہل بیت کی سیرت کا جائزہ لیا جائے تو یہ نہیں ملتا ہے کہ ائمہ نے حکم شریعت کو منسوخ یا تحویل کیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ امام شریعت کا کسی بھی حکم منصوصہ کو نہ تحویل کرنے کا حق رکھتا ہے اور نہ منسوخ کرنے کا۔

اگر امام شریعت کے احکامات کی تنسیخ اور تحویل کا حق نہیں رکھتا ہے تو کیا احکام منصوصہ کی تاویل کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟

(5/5) امامت اور تاویل شریعت

تاویل اور تحویل دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ تحویل تقریباً تبدیل کے معنی میں ہے، اسلامی احکامات میں تحویل کی اصطلاح حکم میں تبدیلی کے مفہوم میں استعمال ہوئی ہے۔ تحویل سے مراد اصل حکم کو بدل کر دوسرا حکم لانا ہے۔ جیسے ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام اہل ایمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا اور تحویل قبلہ کا حکم ملا۔ اس کے بعد مسلمان بیت المقدس کے بجائے مسجد حرام کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ تحویل اور تاویل میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ تاویل میں اصل حکم منسوخ نہیں ہوتا ہے جبکہ تحویل میں اصل حکم منسوخ ہوتا ہے۔ اسی لئے ائمہ اہل بیت شریعت کی تحویل کا حق نہیں رکھتے ہیں۔ جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاویل کا علم ملا ہوا ہے لیکن کس حد تک یہ علم امام کو حاصل ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

تاویل عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے مختلف لغوی معنی بیان ہوئے ہیں۔ بازگشت، پلٹانا، انجام، نتیجہ، طہارت، رجوع کرنا وغیرہ۔ لغوی اعتبار سے ان معانی کا مفہوم صرف یہ نکلتا ہے کہ کسی لفظ کے ظاہری معنی کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا جس کا ظاہر کلام سے کوئی ربط نہ ہو۔ تفسیر نمونہ میں تاویل کا لغوی مفہوم یوں بیان ہوا ہے، ''ہر کام یا بات کو اس کے آخری مقصد اور ہدف تک پہنچا دینے کو'' تاویل'' کہتے ہیں۔ تاویل تفسیر قرآن کی ایک اہم اصطلاح ہے۔ یہ لفظ خود قرآن مجید میں چودہ مقامات میں استعمال ہوا۔ تفسیر کے علماء کے درمیان یہ ایک مکمل بحث ہے کہ تفسیر میں تاویل کے معنی کیا ہیں نیز تاویل کا علم خدا نے اپنی ذات تک محدود رکھا ہے یا راسخون فی العلم کو بھی یہ علم عطا ہوا ہے۔

تاویل کا لغوی مفہوم یہ بنتا ہے کہ ظاہر کلام سے جو مطلب ذہن میں آتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور دقیق مطلب مراد لینا، جو عام لوگوں کی فہم سے بالاتر ہو اور یہی دقیق مطلب ظاہر کلام کا حقیقی مطلب ہوتا ہے۔ ''تاویل کی صحیح وضاحت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ سے ہو جاتی ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر دیا۔ ایک بچے کو قتل کیا اور ایک افتادہ دیوار کو درست کرنا شروع کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان اقدامات کے مرکزی نکتے اور ان میں پوشیدہ اسرار و حکمت سے آگاہ نہ تھے۔'' (۱۵) پس جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے اصل حقیقت نہیں بتائی، تب تک ظاہری افعال سے اصل حقیقت اجاگر نہیں ہو سکی۔ مذہب اسماعیلیہ اسی مفہوم کا قائل ہے۔ اسی لئے مذہب اسماعیلیہ

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

قرآن کے فکری ونظری مسائل کے ساتھ ساتھ عملی احکام میں بھی تاویل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسماعیلیہ مذہب کے پیروکار شریعت کے عملی احکام پر دیگر مسلمانوں کی طرح عمل نہیں کرتے ہیں۔تاویل کے مندرجہ بالا مفہوم کو شیعہ اسماعیلیہ کی نایاب اور اہم کتاب اساس التاویل میں یوں بیان کیا گیا ہے۔[1]

"قد یکون من الواضح ان "التاویل" بمعناه الواقعی لدی الاسماعیلین یختلف عن "التفسیر" بمعانه الصحیح لدی عامة الفرق الاسلامیة الاخری،فالتفسیر معناه جلاء المعنی لکل کلمة غامضة لا یفهم معناها القاری. التاویل هو باطن المعنی او رمزه، او جوهره، و هو حیقیقة متسترة وراء لفظه لا تدل علیها، و من هنا اعطی النظام الاسماعیلی الفکری صلاحیة التفسیر (للناطق) و وهب صلاحیة "التاویل" للامام . فالاول اعتبر یمثل الشریعة الاحکام والفقه و القانون الظاهر، و الثانی یمثل الحقیقه والتاویل والفلسفه والباطن (۱۶) کبھی کبھار یہ واضح ہوتا ہے کہ تاویل کے معنی اسماعیلیوں کے نزدیک حقیقی اور واقعی کے ہوتے ہیں، جو تفسیر سے مختلف ہیں، جس کے

ا۔یہ کتاب قاضی نعمان سے منسوب ہے، چونکہ قاضی نعمان کی ایک اہم کتاب "دعائم الاسلام" ہے، جو شیعوں کے تمام فرقوں میں کسی حد تک قابل قبول بھی ہے۔ جس میں شریعت کے ظاہری احکام بیان ہوئے ہیں۔ اسماعیلیہ مذہب کے محققین کا کہنا ہے کہ قاضی نعمان نے عام لوگوں کے لئے دعائم الاسلام تحریر کی اور خاص اسماعیلیوں کے لئے اس کی تاویلی کتاب "تاویل دعائم الاسلام" تحریر کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب قاضی نعمان سے منسوب ضرور ہے لیکن یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تاویل دعائم الاسلام بھی ان ہی کی کتاب ہے۔

معنی صحیح کے بھی ہیں۔ دیگر اسلامی فرقوں کے نزدیک تفسیر کے معنی ہر غیر واضح لفظ کو واضح اور صاف کر کے پیش کرنے کے ہیں، جو کہ پڑھنے والے کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ تاویل کا مطلب معنی کے باطن اور رمز کو کہا جاتا ہے یا اس کے جوہر کو کہا جاتا ہے۔ یہ ایک چھپی ہوئی حقیقت ہے، جو لفظ کے اندر ہوتی ہے، ظاہراً معلوم نہیں ہوتی ہے۔ نظام فکر اسماعیلی میں تفسیر کی صلاحیت ناطق کو دی جاتی ہے اور تاویل کی صلاحیت امام کو دی جاتی ہے۔ پس پہلا والا شریعت احکام، فقہ اور ظاہری قانون کو چلاتا ہے، دوسرا حقیقت اور تاویل اور فلسفہ اور باطنی امور کو انجام دیتا ہے۔"

تاویل کے لغوی معنی و مفہوم کے بیان کے بعد اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ تاویل کا علم کس کے پاس ہے؟ اور اگر تاویل کا مفہوم "کلام کے معنوی معنی مراد لئے جائیں، جنھیں الفاظ کے ظاہری خواص کا محتاج نہ قرار دیا جائے" تو مسئلہ زیادہ پیچیدہ بن جاتا ہے کہ کلام خدا کی ایسی تفسیر کرنے کا اختیار کس کو حاصل ہے۔ اس بحث میں قرآن کی یہ آیت سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

"اس کی ذات وہ ہے کہ جس نے تم پر کتاب نازل کی، جس کی بعض آیات محکم (صریح اور واضح) ہیں، جو اس کتاب کی بنیاد ہیں (اور جو پیچیدگیاں دیگر آیات میں نظر آئے وہ ان کی طرف رجوع کرنے سے برطرف ہو جاتی ہیں) اور کچھ آیات متشابہ ہیں (یہ وہ آیات ہیں جن میں بلند احتمالی معانی دکھائی دیتے ہیں لیکن محکم آیات کی تفسیر کی طرف توجہ کرنے سے یہ آیات بھی اہل نظر پر واضح ہو جاتی ہیں) لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ متشبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تا کہ فتنہ انگیزی کرتے رہیں (اور لوگوں کو گمراہ کریں) اور اس کی (غلط) تفسیر کرنا چاہتے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

حالانکہ ان کی تفسیر اللہ اور علم میں راسخ لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ وہی ہیں جو (فہم وادراک رکھتے ہیں تمام قرآنی اسرار ورموز سے آگاہ ہیں اور الٰہی علم و دانش کے سبب) کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور دانشمندوں کے سوا کوئی تذکرہ نہیں کرتا (اوران کے علاوہ کوئی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا۔" (۱۷) مفسرین کے درمیان اس آیت کی تفسیر میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین اللہ پر وقف کرتے ہیں۔ اس کو کلام کی ابتداء سمجھتے ہیں اور آیت کا اخری لفظ ربَّنَا کو اس کی خبر گردانتے ہیں۔ یوں اس کی تعبیر اور تفسیر اس طرح ہوتی ہے کہ راسخون فی العلم کہتے ہیں کہ ہم متشابہ پر ایمان لائے ، یہ سب ہمارے خدا کی جانب سے ہے۔ اگر چہ ہم اس کے معنی نہیں جانتے ۔جبکہ اکثر مفسرن، اللہ پر وقف نہیں کرتے بلکہ الرّاسخون کو اللہ پر عطف کرتے ہیں یعنی راسخون فی العلم بھی متشابہات (تاویلات) قرآن کو جانتے ہیں۔ راسخون فی العلم کو اللہ پر عطف کے قائلین اپنی اس تفسیر کی تائید میں بہت سی حدیثیں پیش کرتے ہیں، جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ راسخون فی العلم سے مراد رسول خدا اور ائمہ اہل بیت ہیں، جو قرآن کی تاویل کو جانتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت محمد باقر بن جعفر سے روایت کی گئی ہے۔ " قرآن کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے۔ سواء اللہ اور راسخون فی العلم یعنی کل قرآن کی تاویل اللہ اور راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ پس رسول اکرم ﷺ افضل الراسخین ہیں۔ اللہ نے انہیں تنزیل اور تاویل کے بارے میں علم عطا کیا ہے۔" (۱۸) شیعہ بہت ساری حدیثوں سے یہ بتاتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت تاویل کے علم سے واقف ہیں لیکن دوسری طرف نہج

Presented by Ziaraat.Com

البلاغہ کا خطبہ نمبر ۹۰ جو "خطبہ اشباح" کے نام سے معروف ہے۔ اس خطبہ کا ایک جملہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راسخون فی العلم آیات کی تاویل سے ناواقف ہیں اور وہ اپنے عجز و ناتوانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ "واعلم ان الرّاسخین فی العلم هم الذین اغناهم عن اقتحام السددالمضروبة دون الغیوب الا قرار بجملة ما جهلوا تفسیره من الغیب المحجوب. اور جان لو کہ راسخون فی العلم وہ ہیں، جو اسرار غیبی کے مقابلے میں اعتراف کرتے ہیں اور وہ ان اسرار کی تفسیر سے عاجز ہیں، اسی عجز نے انہیں اس سلسلے میں کاوش و کوشش سے بے نیاز کر دیا ہے۔ یہ جملہ ان روایات سے متفق معلوم نہیں ہوتا ہے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راسخون فی العلم کا عطف اللہ کو قرار دیا ہے اور انہیں قرآنی تاویل سے آگاہ بتایا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لہٰذا نہج البلاغہ کا یہ جملہ دراصل خود راسخون فی العلم کے علم کی عظمت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا اندازہ کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بات صحیح ہے کہ یہ جملہ قرآن میں راسخون فی العلم کا تاویل سے ناواقف ہونے کے کسی مفروضہ مفہوم کی تائید نہیں کرتا۔" (۱۹)

لہٰذا شیعوں کے تمام فرقوں میں اس بات پر تو کسی طرح کا مناقشہ نہیں ہے کہ ائمہ اہل بیت تاویل کا علم رکھتے ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ دونوں کے نزدیک ائمہ اہل بیت راسخون فی العلم کے مصداق ہیں۔ بحث صرف اس بات پر ہے کہ کیا ائمہ اہل بیت مطلقاً علم تاویل جانتے ہیں یعنی کیا ائمہ اہل البیت نصوص شریعت کی تاویل کرنے کا حق رکھتے ہیں؟ یہ ایک بنیادی سوال ہے جس کا بنیادی

Presented by Ziaraat.Com

مآخذ سے تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے۔ اب اگر کچھ آیات ایسی ہوں، جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہو، ان آیات کے اسرار و رموز صرف اللہ ہی جانتا ہو اور انسانوں میں کوئی بھی انسان ایسا نہ ہو تو پھر ان آیات کا نزول بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ انسانی دسترس وہاں تک نہ ہونے کی وجہ سے وہ آیات بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا باعث نہیں رہیں گی اور ایسا ہونا عیب کا باعث ہوگا جبکہ قرآن کل کا کل سراپا ہدایت ہے۔ اس سے انکار کرنا باعث کفر ہے۔ لہٰذا آیات متشابہات اور حروف مقطعات انسانی ہدایت کے لئے ہیں۔ البتہ ان آیات کی تفہیم مشکل ہے، جس کی وجہ سے ہر صاحب تفسیر اس کی تفسیر سے عاجز ہے۔ جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان آیات کی تفسیر ہی نہ کی جائے۔ آیات متشابہات کے اسرار و رموز تک نہ پہنچنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ آیات متشابہات کے موضوعات زیادہ تر تکوینی ہیں، جیسے عالم غیب، عالم قیامت کے مراحل، خدا کی صفات، جیسے موضوعات ہیں۔ آج تک کسی نے ان موضوعات کی تہ تک دسترس حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان آیات کے حقیقی معنی اور اسرار و رموز کا ادراک رکھنے والے ہوں۔ شیعہ اپنے نظریے کے مطابق ائمہ کو کل قرآن کے اسرار و رموز کا عالم مانتے ہیں اور مذکورہ آیت کو اپنے اس نظریے کی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ ''راسخون فی العلم'' سے مراد ائمہ اہل بیت ہیں۔ جو ان آیات کے اسرار کو جانتے ہیں اور ان کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اہل بیت کے قرآن کے اسرار و رموز سے آگاہی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ باقی انسان ان قرآنی آیات پر غور وفکر کرنا ہی چھوڑ دیں اور تفسیر قرآن کرنا ختم کر دیں بلکہ ہر انسان اپنے علم وفضل سے جستجو کر سکتا ہے لیکن قرآن کی اصل حقیقت تک پہنچنے کیلئے راسخون فی العلم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ تفسیر قرآن میں ائمہ اہل بیت کے فرامین سے استفادہ کرتے ہیں اور اسی کے تناظر میں قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔ کیونکہ کل قرآن کی اصل حقیقت سے آگاہی بحکم خدا، رسول اکرم ﷺ کے بعد صرف اہل بیت ہی کو ہے۔ پس شیعہ نقطہ نظر کے مطابق ائمہ اہل بیت قرآن کے اسرار ورموز سے خوب واقف ہیں۔ اسی لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل بیت اطہار قرآن کی تاویل کر سکتے ہیں۔

شیعہ، ائمہ اہل بیت کے قرآن کی تاویل جاننے کے حق میں متعدد دلائل پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً شیعہ اسماعیلیہ اس حوالے سے ایک خاص تعبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ قرآن کے صاحب التنزیل ہیں جبکہ حضرت علی بن ابی طالب قرآن کے صاحب التاویل ہیں۔ قرآن اپنے الفاظ کے ساتھ حضرت محمدؐ کے پاس نازل ہوا اور اس کے ظاہری معنی لوگوں کی سمجھ کیلئے ہیں جبکہ قرآن کے تاویلی اسرار اور رموز اور اس کے باطنی معنی صرف اور صرف حضرت علی بن ابی طالب اور ان کے بعد دیگر ائمہ اہلبیت ہی جانتے ہیں۔

شیعہ اسماعیلیہ کے نزدیک ائمہ اہل بیت کو اللہ تعالیٰ نے ولایت تکوینی کے حق سے نوازا ہے اور انہیں تمام مخلوقات سے عظیم اور اعلیٰ بنایا ہے۔ یعنی امام اپنے زمانے میں اللہ کی ہر مخلوق سے افضل ہوتا ہے، اس لئے انہیں شریعت کی تعریف اور تشریح کا بنیادی حق حاصل ہے۔ موجودہ شیعہ اسماعیلیہ دیگر مسلمانوں کی طرح

Presented by Ziaraat.Com

شریعت کے مفہوم سے مکمل اتفاق نہیں کرتے ہیں۔ان کے نزدیک امام رسول اکرمؐ کا قائم مقام ہوتا ہے۔اس لئے امام کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ شریعت کی تشریح اور توضیح اپنے زمانے کے تقاضے کے مطابق کرے۔ان کے نظریے کے مطابق امام چاہے تو شریعت کی پابندی کو اٹھا سکتا ہے اور چاہے تو پھر جاری کرسکتا ہے۔یعنی امام شریعت کو منسوخ کرسکتا ہے۔جیسا کہ حضرت حسن علی ذکرہ السلام نے بطور امام (قلعہ الموت) چھٹی صدی ہجری میں ایک معنوی خطبے سے شریعت کی پابندی کو اپنے پیروکاروں سے اٹھایا تھا،جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

تاریخ کے تناظر میں ائمہ اسماعیلیہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو حضرت علی سے لے کر بنو فاطمیہ کے تمام ائمہ سمیت ائمہ اہل بیت شریعت اسلام کے ظواہر پر سختی سے پابندی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔یہاں تک کہ موجودہ زمانے میں بھی شیعہ اسماعیلیہ کے ایک گروہ شیعہ اسماعیلیہ مستعالیہ (بوہرہ) شریعت کی تعریف اور مفہوم میں دیگر مسلمانوں کے ہم فکر ہیں۔یہ لوگ دین کے ظواہر پر دیگر مسلمانوں کی طرح پابندی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ دینی احکامات کے اصل موضوع کے منکر ہیں بلکہ امام کے تاویلی علم کے ذریعے دینی احکام کو قبول کرتے ہیں۔شریعت کے منکر یا مخالف نہیں بلکہ شریعت کی منفرد تعبیر ہے جو دیگر مسلمانوں کے لئے کافی حیران کن ہے۔کیونکہ اس تاویلی تعبیر کے ذریعے احکام دین پر اس طرح سے عمل نہیں کرتے ہیں جس طرح سے دیگر شیعہ وسنی مسلمان کرتے ہیں۔

ہم شیعہ اثنا عشری نظریہ کے تناظر میں اس سوال پر بحث کر چکے ہیں،جس

Presented by Ziaraat.Com

کے مطابق رسول اور امام دونوں کو شریعت کی منسوخی کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی امام کو مطلقاً تاویل کرنے کا حق حاصل ہے۔اسی طرح شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ بھی کسی نقلی دلیل سے امام کو شریعت کا مطلقاً تاویل کرنے کے حق کے قائل نظر نہیں آتے ہیں لیکن عملی صورت یہی ہے کہ ان کے نزدیک امام کو تاویل کرنے کا مطلقاً حق حاصل ہے کیونکہ نبی صرف ظاہری تفسیر اور تشریح کے لئے مبعوث ہوتا ہے جبکہ امام باطنی علوم کی حقیقت کا ادراک کرانے کے لئے معین ہوتا ہے۔شریعت کے تنزیلی مقام میں نبی ہوتا ہے تو اس کے تاویلی مرتبہ میں امام ہوتا ہے۔اس لئے امام تاویل کا مطلق حق رکھتا ہے۔

بہرحال خلاصہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شیعہ اثنا عشری اور شیعہ اسماعیلی دونوں تاویل کے عمومی مفہوم میں متفق ہیں لیکن اس کی تفصیلات اور تطبیق میں ایک دوسرے سے بہت اختلاف کرتے ہیں۔شیعہ اثنا عشری کے مقابلے میں شیعہ اسماعیلی نے تاویل کے مفہوم میں کافی وسعت پیدا کر دی ہے۔شیعہ اثنا عشری نص صریح میں تاویل کے قائل نہیں بلکہ صرف متشابہات اور غیر منصوص احکامات میں تاویل کے حق میں ہیں، وہ بھی صرف امام کو یہ حق حاصل ہے جبکہ شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ محکم و متشابہات دونوں میں تاویل کے حق میں ہیں۔یہاں تک دین کے تمام احکامات کی تاویل کرنے کے قائل ہیں۔بہرحال مذہب نزاریہ تقریباً شریعت کے سارے احکامات کی تاویلات کرتے ہیں۔[1]

ا۔تاویل کی بحث کافی طوالت کا باعث ہے اور یہ ہمارے موضوع کا حصہ بھی نہیں ہے۔پیر ناصر خسرو کی کتاب ''وجہ دین'' کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، اس کتاب کی جلد دوم میں احکام شریعت کی تاویلات تفصیل سے بیان ہوئی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

امام کے بارے میں یہ نظریہ تسلیم کیا جائے کہ امام ناسخ بھی ہے اور تاویل شریعت کرنے کا مطلقاً حق بھی رکھتا ہے جیسا کہ اسماعیلیہ نزاریہ امام کیلئے یہ دونوں اختیارات رکھنے کا مکمل حق دیتے ہیں تو مذہب اسماعیلیہ کا شریعت پر عمل کرنے کا موجودہ طریقہ کار پر کسی طرح کا مناقشہ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ یہ لوگ امام کے اسی اختیار کے تحت موجودہ (منفرد) شرعی طریقے کا انطباق اپنے اوپر کرتے ہیں۔ اس مذہبی روش کو سمجھنے کیلئے امام کے اختیارات کو سمجھنا بہت لازمی ہوگا۔ اگر امام کے اختیارات میں یہ بات شامل ہے کہ وہ شریعت کو منسوخ اور اس کی تاویل مطلق کرسکتا ہے تو پھر کسی طرح سے بھی اسماعیلیہ نزاریہ سے شریعت کے ظواہر پر عمل نہ کرنے سے کوئی مباحثہ اور مناقشہ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہونا چاہئے بلکہ مناقشہ کا اصل موضوع خود امام کے مذکورہ بالا اختیارات ہیں۔ امام کو ان اختیارات کے حامل جان کر موجودہ اسماعیلیہ نزاریہ نے اپنے مذہب کی بنیاد تاویل پر رکھی ہے۔ بلکہ پورا مذہب تاویل پر ہی اپنے روحانی اور شرعی طریقے کو واضح کرتا ہے۔ آج کے اسماعیلیہ نزاریہ دیگر مسلمانوں کی شریعت کی توضیح اور تشریح سے مکمل اتفاق نہیں کرتے ہوئے شریعت کی روحانی اور تمثیلی تشریح کے قائل ہیں، جس کی بنیاد تاویل پر ہے۔ یہی وجہ نظر آتی ہے کہ مذہب نزاریہ کے ماننے والے شریعت کے تمام احکامات کے ظواہر کو قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک ظواہر کی اصطلاح کوئی اسلامی یا شرعی اصطلاح نہیں ہے اور قرآن وحدیث میں یہ اصطلاح استعمال نہیں ہوئی ہے۔ مذہب نزاریہ اس اصطلاح کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کی جو توضیح امام الوقت کررہا ہے، وہی ظاہر شریعت بھی ہے اور اس کی روح بھی ہے۔ یہی وہ فرق ہے جس کی وجہ سے اسماعیلیہ نزاریہ دین کے بعض احکامات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا منفرد

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

طریقہ رکھتے ہیں۔ منفرد اور مستور طریقوں کی وجہ سے مذہب اسماعیلیہ کی حقیقت مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں بھی تاحال واضح نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے مذہب اسماعیلیہ کے بارے میں بہت زیادہ غلط فہمیاں پیدا ہوچکی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان اسماعیلیوں کو مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ بعض مفتیان دین نے اس سلسلے میں فتوے بھی صادر کئے ہوئے ہیں، جیسے دور حاضر کے مشہور سنی دیوبندی عالم اور دار العلوم کورنگی کراچی کے مہتمم اور مفتی تقی عثانی نے کہا کہ "آغانی کافر ہیں اور کسی مسلمان کا ان سے نکاح جائز نہیں" (۲۰) درحالانکہ مذہب اسماعیلیہ دین کے کسی امر الٰہی کا انکار نہیں کرتا ہے۔ البتہ دین کے بعض احکامات کی توضیح وتشریح میں بہت زیادہ اختلافات ہیں۔ توضیح وتشریح کی بنیاد پر پیدا ہونے والے اختلافات پر کسی کو کفر وشرک کا فتویٰ دینا جہالت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا ہے۔ اس طرح تو مسلمان فرقوں میں کوئی مسلمان نہیں رہے گا۔ کفر وشرک کا الزام لگانا اور کسی کو دین کے دائرے سے خارج کرنا دین کی عالمگیریت اور آفاقیت کے بالکل خلاف ہے۔ دین کسی کو یہ حق نہیں دیتا ہے کہ اگر کوئی اپنے کو مسلمان گردانتا ہے تو دوسرے مسلمان اس کو کافر اور مشرک قرار نہیں دے سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی مشہور حدیث ہے کہ جس نے بھی لا الہ الا اللہ کہا وہ مسلمان ہے۔ ایک مسلمان یا فرقہ کو دوسرے مسلمان یا فرقے کی دین فہمی سے اختلاف رکھنے کا حق ہے لیکن اس کی بنیاد پر اسے کفر وشرک کا الزام نہیں دے سکتا ہے جب تک وہ اعلانیہ طور پر دین کے احکام کا انکار نہیں کرے۔ اگر دین اسلام کے بنیادی نظریات کی توضیح و تشریح میں کوئی اختلاف کرے درحالانکہ اپنے کو اسلام کے دائرے کے اندر بھی تصور کرے اور اپنے کو مسلمان گردانے تو کیا اس صورت میں اس شخص یا فرقے پر کفر وشرک

صادق آئے گی۔ اگر ایسا کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو اس کا دعویٰ اسلام کرنے پر اس پر سرکاری اور قانونی طور پر کفر وشرک صادق نہیں آسکتی ہے البتہ ان کی تشریح وتعبیر کو قبول نہ کیا جائے۔ جیسا پاکستانی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا ہے۔ یقیناً قادیانیوں کے ختم نبوت کی توضیح وتشریح انکار ختم نبوت ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے کو مسلمان مانتے ہیں اس لئے پارلیمنٹ کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ اکثریت کی بنیاد پر انہیں کافر قرار دے۔ انہیں شرعی اور دینی طور پر انکار ختم نبوت سے تعبیر کرنے تک محدود کرنا چاہئے تھا، قانونی طور پر کفر وشرک قرار دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔ لہٰذا اسماعیلیہ کے تفہیم دین کے معاملے میں اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس کی بنیاد پر خارج از اسلام قرار دینا انتہائی احمقانہ عمل ہے۔ دور حاضر کے شیعہ مجتہد آیت العظمیٰ سید علی خامنہ ای سے اسماعیلیہ نزاریہ (آغا خانیہ) کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا فتویٰ پوچھا۔

سوال: ''ہمارے علاقے اور بعض دوسرے علاقوں میں ایک فرقہ پایا جاتا ہے جو اپنے کو ''اسماعیلیہ'' کہتا ہے وہ لوگ چھ اماموں کا اعتقاد رکھتے ہیں لیکن وہ کسی بھی واجبات دینی کو نہیں مانتے اسی طرح وہ ولایت فقیہ کو بھی نہیں مانتے، لہٰذا آپ بتائیں کہ اس فرقے کی پیروی کرنے والے نجس ہیں یا پاک؟

جواب: صرف چھ ائمہ معصومینؑ یا احکام شرعیہ میں سے کسی حکم پر اعتقاد نہ رکھنا جبکہ وہ اصل شریعت سے انکار نہ ہو اور نہ خاتم الانبیاء علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے انکار ہو تو یہ کفر ونجاست کا موجب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ان سے کسی امام کو برا بھلا کہنے اور ان کی

Presented by Ziaraat.Com

اہانت کے اسباب ظاہر ہوں۔'' (۲۱)

دین کے بعض احکامات کے ظاہری شکل وصورت سے اسماعیلیہ کیوں اور کس طرح الگ اور منفرد ہوئی ہے اس کا تاریخی پس منظر کچھ اس طرح سے ہے۔ تاریخی طور پر ائمہ اہل بیت نزاریہ میں سے دو ائمہ ایسے گذرے ہیں، جنہوں نے اس حوالے سے اپنے ماننے والوں کو دین کی معرفت اور حقیقت سے آشنا کرنے کی غرض سے اقدامات کیے، جس کے تحت مذہب اسماعیلیہ کے ماننے والے دین کے ظواہر سے باہر آئے ہیں۔ ان میں قلعہ الموت کے امام ''حضرت حسن بزرگ'' ہیں، جنہوں نے شریعت کی تاویلی حقیقت بتاتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو دین کے ظاہری احکام سے آزادی دلا دی۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک منفرد نظریہ پیش کیا جسے ''نظریہ قیامت'' بھی کہا جاتا ہے۔ جس کے مطابق دین کے ظاہر کی اہمیت مذہب اسماعیلیہ میں باقی نہیں رہی۔ ''حسن[۱] نے رمضان ۵۵۹ھ میں الموت کے دامن میں نماز باجماعت کے میدان میں روبغرب ایک منبر بنانے کا حکم دیا اور منبر کے چاروں ستونوں کے ساتھ چار رنگوں یعنی سفید، زرد، اور سبز رنگ کے چار بڑے بڑے علم نصب کیے۔ اس کے بعد ۱۷رمضان ۵۵۹ھ/۸ اگست ۱۱۶۴ء کو انہوں نے اپنے علاقے کے لوگوں کو جنہیں پہلے سے ہی الموت طلب کیا گیا تھا اس میدان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔۔۔۔الخ، اور حسن نے اعلان کیا ''زمانے کے امام نے تم پر اپنی برکات اور رحمتیں بھیجی ہیں، انہوں نے تمہیں اپنے خاص بندوں میں

۱۔ حسن بن قاہر اور حسن بن محمد بن بزرگ کے حوالے سے اختلاف موجود ہے البتہ موجودہ اسماعیلیہ ان کو حسن بن قاہر مانتے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

شامل کیا ہے اور تم کو اغلال شریعت سے رہا کیا ہے اور قیامت تک پہنچایا ہے''

حسن اپنے خطبے کو مکمل کرنے کے بعد منبر سے نیچے اترے اور نماز عید کی دو رکعتیں ادا کیں۔ اس کے بعد حسن نے لوگوں کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بلایا اور افطار کرنے کا حکم دیا۔ حسن نے اسی دن کو ''عید القیامۃ'' کا نام دیا اور لوگوں نے خوشیاں منائیں۔ اس کے بعد ہر سال ۱۷ رمضان کو نزاری عید القیامہ مناتے تھے اور اس دن جشن منعقد کرتے تھے۔ (۲۲)

شیعہ اسماعیلیہ اپنے امام کے اعلان قیامت کو تنسیخ شریعت کا نام نہیں دیتے بلکہ اس کو امام کی حکمت تصور کرتے ہیں۔ بہر حال اعلان قیامت کا فلسفہ اور اس کی حیثیت کچھ بھی ہو لیکن اس اعلان کے نتیجے کے طور پر مذہب اسماعیلیہ رفتہ رفتہ شریعت کے متعدد احکام کے ظاہری ہیئت اور کیفیت سے دور ہوتا چلا گیا۔ تاریخی طور پر یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہب اسماعیلیہ نزاریہ کے پیروکاروں نے شریعت اسلام کے ظاہری احکامات پر عمل پیرا ہونے سے دستبرداری اسی اعلان کے بعد سے کی ہے، جو ابھی تک جاری ہے۔

مذہب اسماعیلیہ نزاریہ کے اسلامی احکام پر عمل نہ کرنے کی تاویلی تشریحات کافی مشکل اور فلسفیانہ ہیں کہ ایک عام قاری کو ان تاویلات کی حقیقت تک پہنچنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ''۵۵۹ھ/۱۱۶۴ء میں الموت اور مومن آباد میں عوامی سطح پر جو اعلان کیا گیا تھا، بلا شبہ وہ ایک مذہبی انقلاب شمار ہوتا تھا۔ حسن دوم نے جنہیں نزاری ''علی ذکرہ السلام'' کے لقب سے ملقب کرتے تھے، عملاً اصول قیامت کا تعارف کرایا تھا جبکہ رودبار، قہستان اور دوسرے علاقوں کے نزاری

Presented by Ziaraat.Com

باشندوں کی نظر میں حسن نے اس قیامت کا اعلان کیا تھا، جس کا مدّت مدید سے انتظار تھا اور جس میں بنی نوع انسان کا محاسبہ ہوگا اولوگوں کو ہمیشہ کیلئے جنت یا دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ تاہم بڑے پیمانے پر اسماعیلی تاویل پر انحصار کرتے ہوئے قیامت اور معاد یا اختتام عالم کی روحانی اور تمثیلی تعبیر وتشریح پیش کی گئی۔ قیامت کی تشریح نزاری امام کی شخصیت میں ظہور حقیقت کی حیثیت سے کی گئی۔ چنانچہ جن مومنین نے اسماعیلی مذہب قبول کیا تھا، وہ اب شریعت کی حقیقت یا روحانی اصلیت یعنی شریعت کے باطن کا ادراک حاصل کرنے کے اہل تھے، جس کے نتیجے میں انہیں اسی دنیا میں ہی جنّت کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا تھا۔ دوسری جانب غیر نزاری جنہوں نے نزاری امام کی شناخت سے انکار کیا تھا، اس کے بعد جہنم میں ڈالے جائیں گے، جو روحانی عدم سے عبارت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حسن دوم نے قیامت سے متعلق قدیم اسماعیلیوں کی توقّعات کے مطابقت میں تنسیخ شریعت کا بھی اعلان کیا تھا، جسے بزرگ امید محمد بن بزگ نے بڑی سختی سے نافذ کیا تھا۔ اس کے بعد قیامت کے نتیجے میں شریعت کے نافذ کردہ اعمال وفرائض سے مومنین کو چھٹکارا مل سکتا تھا، جیسا کہ جنت میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا سراسر عمل ہے ،اس میں حساب نہیں مگر قیامت میں عمل نہیں ہے بلکہ سراسر حساب ہے۔ چنانچہ ان ہی مآخذات کی رو سے اس عقیدے کی تعلیم یہ تھی کہ دور قیامت میں انسان پر لازم ہے کہ ہر حالت میں یعنی ہمہ وقت خدا کی طرف متوجہ ہو اور پرستش کی مسلمہ عادات کو چھوڑ دے۔ مثال کے طور پر دن میں صرف پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کے بجائے، جس کا حکم شریعت میں ہے۔ دور قیامت میں لازم ہے کہ دل میں ہمیشہ خدا کی یاد ہو،

Presented by Ziaraat.Com

اس لئے کہ یہی ''نماز حقیقی'' ہے۔یہی آخذات مزید بتاتے ہیں کہ نزاریوں نے بالکل اسی طرح اسلام اور شریعت کے دوسرے فرائض اور اصول کی بھی تاویل و تشریح کی۔''(۲۴۳)

امام کے اختیارات کے حوالے سے شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ نزاریہ کے نظریات کا تقابل کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دونوں فریق امام کے منصوص اور مامور من اللہ ہونے کے قائل تو ہیں لیکن منصوص ہونے کے اسباب میں اختلاف رکھتے ہیں اور ساتھ امام کے اختیارات اور فرائض میں بھی ان دونوں کے نظریات الگ ہیں۔

بحث کا سیر حاصل یہ ہے کہ امامت نبوت کی طرح ایک الٰہی منصب ہے۔عقلی اور نقلی دلائل کے مطابق ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام اور رہنما ہو جو پیغمبر اسلام ﷺ کی جگہ انسانوں کو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا راستہ دکھائے۔ لازمی ہے کہ امام ولایت کا مالک بھی ہوتا کہ جس طرح آنحضور ﷺ انسانوں میں تصرف کا حق رکھتے تھے،اسی طرح امام بھی عوام میں حق تصرف رکھے،جس سے امام الٰہی نظام کی تنفیذ کر سکے۔معاشرے میں انصاف قائم کرے اور ظلم وستم کا خاتمہ کردے۔دوسری طرف عملی میدان میں شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلیہ نزاریہ مذہب کے موضوع میں ایک دوسرے سے بہت دور ہو چکے ہیں۔یہ دونوں فرقے نظریہ امامت کے قائل ہونے کے باوجود امامت کی تشریح اور توضیح میں بہت زیادہ اختلافات رکھتے ہیں اور ان اختلافات کی اصلی بنیاد ہی امام کے وظائف اور اختیارات ہیں۔امام کے وظائف اور اختیارات میں اختلاف کے باوجود دین

Presented by Ziaraat.Com

شناسی اور دین پر عمل پیرا ہونے میں شیعہ اسماعیلیہ اور اثنا عشریہ میں کافی مماثلت پائی جاتی تھی، جس طرح موجودہ دور میں اسماعیلیہ بوہرہ اور اثنا عشریہ میں کافی مماثلت موجود ہے، کیونکہ یہ دونوں فرقے شریعت کے ظاہر کے پابند ہیں۔ درحال یہ کہ دونوں فرقے دین کی روحانی تعبیر اور تشریح کے بھی قائل ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ دین کے ظاہر کی تاویل کے قائل ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ اثنا عشری مجتہدین نے اسماعیلیہ فرقہ کو کافر یا مشرک ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ البتہ ایسے اشارے ضرور ملتے ہیں کہ جس کی بناء پر شیعہ اثنا عشری کے بعض شدت پسند لوگوں نے شیعہ نزاریوں کو کافر سمجھا ہے۔ اس سخت گیر نظریہ کے سبب ان دونوں فرقوں میں متعدد مرتبہ لڑائیاں بھی ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ ایران میں ایک اسماعیلی نزاری امام شاہ خلیل کا قتل بھی ہوا اور اسی مذہبی ٹکراؤ کی وجہ سے نزاریہ کے ائمہ کو ایران سے برصغیر کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ البتہ یہ تمام لڑائیاں ایران میں حضرت روح اللہ خمینی کی قیادت میں رونما ہونے والے اسلامی انقلاب سے پہلے ہوئی ہیں لیکن [1] اسماعیلیت کے خلاف شیعہ اثنا عشریوں کا یہ سخت گیر نظریہ تاہنوز باقی ہے۔ اس کا اندازہ پاکستان کے شمالی علاقوں (گلگت بلتستان) میں دیکھا جا سکتا ہے، جہاں کی سب سے بڑی آبادی شیعہ اثنا عشری اور دوسری بڑی

۱۔ انقلاب اسلامی کے بعد نزاری امام پرنس کریم آغا خان نے ایران کا دورہ کر کے بانی انقلاب حضرت روح اللہ خمینی سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت خمینی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر آپ مسلم لیڈر کے طور پر مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو پہلے سعودی عرب جا کر خانہ کعبہ کا طواف کریں، ورنہ آپ کا بحیثیت ایک مسلم رہبر کے ایران کا دورہ کرنا قبول نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

آبادی شیعہ نزاریوں کی ہیں۔شیعہ اثنا عشری علماء کے اسماعیلیت کے بارے میں سخت نظریہ کی وجہ سے اکثر شیعہ لوگ اسماعیلیوں کو مسلمان تک ماننے کو تیار نہیں ہیں اور عملی صورتحال اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ بہت سے اثنا عشری لوگ اسماعیلیوں سے معاشرتی اور سماجی تعلقات کو بھی جائز تصور نہیں کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مذہب اسماعیلیہ کے موجودہ امام پرنس کریم آغا خان کی ذاتی کاوشوں اور کوششوں سے اس پسماندہ علاقے کے لوگوں کی ترقی کے لئے جو اقدامات کئے ہیں، بعض لوگ ان اقدامات کو بھی جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ Agha Khan Net Work کے تحت متعدد NGOs گلگت بلتستان میں بلا تفریق نسل و مذہب پسماندگی کو دور کرنے کیلئے اقدامات کررہے ہیں لیکن دوسری طرف شیعہ اثنا عشریہ اور سنی مذہب کے ماننے والوں کی ایک بڑی تعداد ان اقدامات کو صرف اس وجہ سے شک کی نگاہ سے دیکھتی ہے کہ یہ ادارے Agha Khan Net Work کے ماتحت کام کررہے ہیں۔ دوسری طرف شیعہ نزاریوں نے بھی بہت سے اقدامات ایسے اٹھائے ہیں، جن کی وجہ سے مذہب اسماعیلیہ نزاریہ دیگر مسلمانوں سے الگ ہو کر ایک منفرد مذہب کے طور پر ابھرا ہے۔اگر نزاریہ مذہب کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دو ائمہ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے اپنے ماننے والوں کو منظّم کرنے کے غرض سے بعض ایسے اقدامات اٹھائے۔ان اقدامات کے بعد نزاریت دیگر مسلمانوں سے الگ نظر آنے لگی۔ درحال یہ کہ یہ اقدامات ایک نزاری کے لئے عین اسلام کے مطابق ہیں، کوئی اس کی حقیقت کو سمجھ کر اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے ۔ہم اس مقالہ میں ان اقدامات کی شرعی حیثیت پر بحث نہیں کررہے ہیں۔ یہاں

Presented by Ziaraat.Com

اتنا بتانا مقصود ہے کہ ان اقدامات کے پس منظر میں کیا معاشرتی اثرات مرتب ہوئے۔ ان اقدامات میں سے ایک اہم قدم ''عید القیامہ'' ہے۔ جس کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ بہرحال عید القیامہ ایک ایسا قدم تھا، جس کے ذریعے سے نزاریت دیگر مسلمانوں سے ہٹ کر دین کی ایک تاویلی اور تمثیلی شکل کے ساتھ سامنے آنے لگی بلکہ یہی نکتہ عروج تھا، جہاں سے دین شناسی میں مذہب نزاریہ نے دیگر مسلمانوں کے برخلاف روش کو اختیار کیا۔ حضرت حسن بن قاہر کے بعد دوسری شخصیت پرنس کریم سر سلطان آغا خان سوم کی ہے، جنہوں نے اپنی جماعت کو منظّم کرنے کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ فرہاد دفتری ان اقدمات کو یوں تحریر کرتے ہیں۔ ''ان ہدایات کے مطابق ۱۹۱۰ء تک آغا خان سوم نے دوسرے ممالک کے قاسم شاہی نزاریوں کی طرح اپنے ایرانی مریدوں کے مذہبی اعمال و رسومات میں بھی بعض تبدیلیاں متعارف کرانے کا آغاز کیا۔ انہوں نے بالخصوص ان مذہبی رسومات میں تبدیلی یا سادگی پیدا کی جن کو دوسرے مسلمانوں کی طرح ایرانی شیعہ بھی فروع دین کا درجہ دیتے تھے، جو اسلامی شریعت کے ایجابی قواعد پر مشتمل تھیں۔ مثلاً عبادت، طہارت، صوم، اور حج کی رسومات وغیرہ۔ اس وقت تک ایرانی نزاری یہ رسومات غالباً تقیہ کی خاطر زیادہ تر اثنا عشری شیعہ طریقے کے مطابق انجام دیتے تھے۔ مگر اب ان کے لئے لازم تھا کہ ایک مذہبی جماعت کی حیثیت سے اپنے آپ کو بڑی حد تک اثنا عشریوں سے جدا کریں اور اپنا تشخص بحال کریں۔ مثال کے طور پر اس کے بعد انہوں نے اپنی روزمرہ عبادات کے آخر میں تمام قاسم شاہی ائمہ کے ناموں کو پڑھنا لازم کیا۔ اسی طرح مخصوص مواقع پر مسجدوں میں اثنا عشریوں کے

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ شامل ہونے اور محرم کے موقع پر شیعوں کے ساتھ ماتم کی رسم ادا کرنے کی بھی حوصلہ شکنی کی گئی۔اس لئے کہ نزاریوں کے پاس زندہ اور حاضر امام موجود تھے اور کسی متوفی امام کی یاد منانے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔حقیقت یہ ہے کہ انہیں صرف ان مذہبی فرائض پر عمل کرنے کی ضرورت تھی، جن کی توثیق یا اجراء براہ راست ان کے زندہ امام کرتے تھے۔تاہم آغا خان نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی یہ وہ ان رسومات کی حقیقی اور باطنی اہمیت سے آگاہ ہوں اور انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ قطع نظر مسلک یا عقیدے کے تمام مسلمان اسلام کے بنیادی ارکان میں لازماً شریک ہیں۔''(۲۴) بہر حال آغا خان سوم کے ان اقدامات سے جہاں جماعت کو منظم کرنے میں مدد ملی، وہیں پر مذہب نزاریہ دیگر مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔اب نزاریہ مذہب کے بجائے ایک جماعت اور (Community) کی شکل اختیار کر گیا۔آغا خان سوئم کی سیرت کا جائزہ لینے کے لئے ایک الگ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔یہاں پر ان اقدامات کے اثرات کا ایک مختصر تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔اس تنقید کو آپ کی زندگی پر تنقید کرنا مقصود نہ لیا جائے اور نہ ہی ہماری تحقیق اس بات کی اجازت دیتی ہے۔

آغا خان سوم کی طرح پرنس شاہ کریم آغا خان چہارم نے بھی ان اصلاحات کو جاری رکھا، البتہ شاہ کریم آغا خان کی موجودہ سیرت میں دین شناسی کے حوالے سے بعض ایسے اقدامات بھی سامنے آئے ہیں، جن کی وجہ سے شیعہ اثنا عشری اور شیعہ اسماعیلیہ نزاری میں ایک بار پھر دین شناسی اور دین فہمی میں ہم آہنگی پیدا ہونا شروع ہوئی ہے۔اگر پرنس کریم آغا خان کے موجودہ فرمودات کے ساتھ

Presented by Ziaraat.Com

ساتھ شیعہ اثنا عشری فقہاء نزاریت کے حوالے سے اپنے سخت گیر نظریات میں لچک پیدا کریں تو یقیناً شیعیت کے ان دونوں گروہوں میں ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے اور ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیوں کو بھی دور کیا جا سکتا ہے۔ شیعیت کے ان دونوں فرقوں میں دین کی تفہیم کے جو مآخذ ہیں، وہ تقریباً مشترک ہیں۔ ''فاطمی اسماعیلی فقہ جو عام طور پر امامی (اثنا عشری) فقہ سے متفق ہے شیعی عقائد کے ایک حسن امتزاج کی عکاسی کرتا ہے جو خاص طور پر مسلمانوں کے فقہی مفاہیم اور عقیدہ امامت پر حاوی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح اسماعیلیوں نے بھی قرآن کریم اور سنت نبوی کو فقہ کے دو بنیادی ماخذ کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔'' (۲۵) اگر یہ دونوں ان مشترکہ ماخذ کی طرف رجوع کریں اور دین فہمی میں مشترکات کے مطابق دینی اتحاد اور وحدت پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً دین اور دنیا دونوں حوالوں سے ان دونوں فرقوں کو کامیابی ہوگی۔

تاریخی صورتحال کچھ بھی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ اور نزاریہ دونوں فرقے امامت کے بنیادی نظریہ میں ایک ہونے کے باجود دین شناسی اور دین فہمی میں بالکل مختلف نظر آتے ہیں، ظاہراً ایک دوسرے کو کافر اور مرتد تو قرار نہیں دیتے ہیں، لیکن عملی میدان میں امامت کی توضیح اور تشریح کے ساتھ ساتھ دین کی روحانی اور باطنی تعبیر میں ان دونوں فرقوں میں شدید اختلافات موجود ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ دونوں فرقے وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے دوبارہ دین شناسی اور دین فہمی میں اپنے موروثی مشترکات کی طرف واپس آئیں گے۔ اسی میں ان دونوں کی بھلائی بھی ہے اور اسی میں دین حق کی ترویج میں

ا۔۲۳۰ڈی کروز روڑ گارڈن ایسٹ کراچی

(۶) مجلسی، محمد باقر، بحار الأنوار، ج ۴،ص ۱۱۳، الناشر: مؤسسة الوفاء، بیروت

(۷) مولی محمد صالح، شرح اصول کافی، ج۸، ص ۵۲، المکتبة

Presented by Ziaraat.Com

آسانیاں بھی ہیں۔خدا کرے کہ شیعہ تینوں فرقے اثناعشریہ، نزاریہ اور مستعالیہ
اپنے اختلافات کو کم کر کے ایک بار پھر متحد ہو جائیں تا کہ معاشرہ میں ہم آہنگی اور
بھائی چارے کا رشتہ مزید مضبوط ہو سکے۔یہی ہماری اس تحقیق کا ایک بنیادی قصد

امام کے وظائف واختیارات ﴿باب پنجم﴾

الشاملۃ، www.shalela.ws

(۸) لـویـس معلوف ، المنجد، ص ۸۷۴،المطبعة الكاثوليكية ، بيروت،سن اشاعت ۱۹۵۲ء

(۹) تقی عثمانی، محمد،علوم القرآن، باب چہارم،ص ۱۵۱،مکتبہ دارالعلوم کراچی، شوال ۱۴۲۶ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۵ء

(۱۰) کلینی ،ابوجعفر محمد بن یعقوب،اصول کافی ،ج ۱ص ۱۴۸،باب البداء

(۱۱) القرآن، سوره رعد، آیت ۳۹

(۱۲) القرآن، سورہ مائدہ،آیت ۶۴

(۱۳) علوم القرآن، باب چہارم،ص ۱۶۰، ۱۶۱،

(۱۴) مجلسی، محمدباقر، بحار الأنوار، ج۰ ۱ ۱،الناشر : مؤسسة الوفاء ،بيروت لبنان

(۱۵) الکوثر فی تفسیر القرآن، ج ۱،ص ۱۵۸

(۱۶) قاضی نعمان،تمیمی مغربی،اساس التاویل،ص ۶ منشورات دارالثقافة، بيروت

(۱۷) القرآن، سورہ آل عمران آیت ۷

(۱۸) مجلسی، محمدباقر، بحار الأنوار، ج ۸۹،ص ۹۲،

(۱۹) مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج ۲،ص ۴۹، مترجم مولانا سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ، تاریخ اشاعت ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ، پاکستان

(۲۰) فتوی دارالعلوم کراچی، جلد نمبر ۱،ص ۲۴۸،

Presented by Ziaraat.Com

(۲۱) خامنہ ای، سید علی حسینی، رسالہ عملیہ توضیح المسائل، ص ۸۷، ناشر اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی، تاریخ ندارد

(۲۲) دفتری، ڈاکٹر فرہاد، اسماعیلی تاریخ اور عقائد، ص ۳۹۵، مترجم عزیز اللہ نجیب، نظر ثانی شیخ محمد اقبال، ناشر اقبال برادرز، پاکستان چوک، کراچی سن اشاعت ۱۹۹۷ء

(۲۳) ظاہر، شیخ سلیمان، الشیعہ والاسماعیلیہ، ص ۱۲۳، ۱۴۲، ۱۲۵، محقق موسی حسین صفوان، الدار الاسلامیہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۲۰۰۲م/۱۴۲۳ھ

(۲۴) اسماعیلی تاریخ اور عقائد، فصل ششم، ص ۳۹۵، ۳۹۶

(۲۵) اسماعیلی تاریخ اور عقائد، ص ۲۵۹

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی آیات مع ترجمہ

(۱) " اِنَّا أَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللّٰهُ وَلَا تَکُنْ لِلْخَائِنِینَ خَصِیمًا. یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔" (۴)

(۲) یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْکِتَابِ. اللہ جسے چاہتا ہے، مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔"(۱۱)

(۳) وَقَالَتِ الْیَهُودُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَیْدِیهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَاءُ وَلَیَزِیدَنَّ کَثِیرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ طُغْیَانًا وَکُفْرًا وَأَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ وَیَسْعَوْنَ فِی الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِینَ . اور یہود کہتے ہیں: اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ خود ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر لعنت ہو اس (گستاخانہ) بات پر

Presented by Ziaraat.Com

بلکہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اور جو (کتاب) تمہارے پاس نازل کی گئی ہے (اس کا انکار) ان میں سے بہتروں کی کفر وسرکشی کو بڑھادے گا اور ہم نے خود ان کے آپس میں روز قیامت تک عداوت اور کینے کی بنیاد ڈال دی۔ جب یہ لوگ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو خدا اس کو بجھا دیتا ہے اور روئے زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور خدا فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا'' (۱۲)

(۴) هُوَ الَّذِی أَنْزَلَ عَلَيْکَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (۱۸)

Presented by Ziaraat.Com

حوالہ جاتی احادیث مع ترجمہ

(۱) ما بدا الله فی شی ء الا کان فی علمه قبل أن یبدو له۔ اللہ کو کسی شے کے بارے میں بداء نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہ اللہ کو اس کا پہلے سے علم ہوتا ہے۔ (۱۰)

(۲) حَلاَلُ مُحَمَّدٍ حَلاَلٌ أَبَداً اِلَی یَوْمِ الْقِیَمَةِ، وَ حَرَامُهُ حَرَامٌ أَبَداً اِلَی یَوْمِ الْقِیَمَةِ. لاَیَکُونُ غَیْرَهُ وَ لاَیَجِی ءُ غَیْرُهُ. محمد ﷺ کا حلال کیا ہوا قیامت تک حلال ہے اور محمد ﷺ کا حرام کیا ہو، اقیامت تک حرام ہے۔ (۱۵)

(۳) وما یعلم تأویله الا الله والراسخون فی العلم یعنی تأویل القرآن کله الا الله والراسخون فی العلم فرسول الله أفضل الراسخین، قدعلمه الله جمیع ما أنزل علیه من التنزیل والتأویل. قرآن کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے۔ سواء اللہ اور راسخین فی العلم یعنی کل قرآن کی تاویل اللہ اور راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ پس رسول اکرم ﷺ افضل الراسخین ہیں۔ اللہ نے انہیں تنزیل اور تاویل کے بارے میں پورا علم عطا کیا ہے۔ (۱۹)

Presented by Ziaraat.Com

تلخیص المطالب

شیعہ اثنا عشریہ اور اسمٰعیلیہ کے عقیدہ امامت

کا تقابلی جائزہ

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ مسلمانوں کے تقریباً تمام فرقے نظریہ امامت کو دین کی بنیادوں میں سے قرار دیتے ہیں۔اس لئے اس کتاب میں نظریہ امامت پر شیعہ اثنا عشریہ اور اسمٰعیلیہ کے نظریات کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔باب اول میں شیعہ کے لغوی و اصطلاحی معانی اور اس کا مفہوم، شیعیت کا آغاز، شیعیت میں فرقہ بندی کے اسباب، شیعہ اثنا عشری اور شیعہ اسماعیلی کا تعارفی جائزہ پیش کیا گیا ہے جبکہ باب دوئم میں عقیدہ امامت کا ایک تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔شیعہ امامت کے ثبوت کے لئے عصمت اور منصوص من اللہ کے قائل ہیں۔اس لئے اس باب میں ان دونوں موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔تیسرے باب میں امام کے مصداق پر اثنا عشری اور اسماعیلی کے نظریات کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے ۔ اس میں شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے نظریہ امامت پر پیدا ہونے والے اختلافات پر بحث کی گئی ہے۔قدیم شیعہ فرقوں کے نظریہ کے مطابق حضرت علی سے حضرت جعفر صادق تک کی امامت پر کوئی اختلاف نظر نہیں آتا جبکہ موجودہ شیعہ فرقوں میں امام کے مصداق پر اختلافات موجود ہیں۔شیعہ اثنا عشریہ حضرت علی بن ابی طالب ،شیعہ اسماعیلیہ

Presented by Ziaraat.Com

مستعالیہ حضرت حسن بن علی ،شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت حسین بن علی کو امام اول قرار دیتے ہیں نیز جعفر صادق کی نیابت پر اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے نظریات کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے جس کے مطابق شیعہ اثنا عشریہ حضرت موسیٰ کاظم کو حضرت جعفر صادق کا قائم مقام مانتے ہیں تو دوسری طرف شیعہ اسماعیلیہ حضرت اسماعیل کو حضرت جعفر صادق کا جانشین تصور کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں حضرت محمد باقر و حضرت جعفر صادق کے شاگردوں کے امامت کے حوالے سے نظریات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں تاریخی تناظر میں اس بات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ مذہب اسماعیلیہ میں نظریہ امامت پر اختلاف کہاں اور کیوں پیدا ہوا جس کی وجہ سے مذہب اسماعیلیہ ہمیشہ کے لئے مستعالیہ اور نزاریہ میں تقسیم ہوگئی۔ باب چہارم میں غیبت صغریٰ اور کبریٰ کے ادوار ثلاثہ یعنی کشف، فطرت اور ستر سے تقابل کرتے ہوئے نظریہ مہدویت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ مذہب تشیع کے فرقوں میں امام مہدی کے مصداق میں اختلاف نظر آتا ہے۔ شیعہ اثنا عشری حضرت محمد بن عسکری کو امام مہدی تصور کرتے ہیں تو شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت عبداللہ المہدی کو امام مہدی کا درجہ دیتے ہیں جبکہ شیعہ اسماعیلیہ مستعالیہ حضرت طیب کو امام مہدی قرار دیتے ہیں۔ باب پنجم میں امام کے اختیارات اور وظائف کے حوالے سے شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی کے نظریات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مذہب اسماعیلیہ کے نزدیک امام کا تقرر اللہ کی معرفت کیلئے واجب ہے اور شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک قوانین شرع کی محافظت کیلئے امام کا تقرر واجب ہے۔ مذہب شیعہ اسماعیلیہ کے نزدیک شریعت خود کچھ نہیں بلکہ امام کی معرفت ہی شریعت کہلائے گی جبکہ اثنا عشریہ

Presented by Ziaraat.Com

میں شریعت کی تکمیل خود رسول اکرم کی حیات میں ہو چکی ہے امام اپنے زمانے میں اس کا اجراء کرتا ہے۔

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ عقیدہ امامت شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کا بنیادی عقیدہ ہے۔ نظریہ امامت میں تسلسل و تعداد اور وظائف و اختیارات جیسے موضوعات میں ان دونوں فرقوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں، دوسری طرف امام کا معصوم عن الخطاء، منصوص من اللہ، قریش ہاشمی، حجت خدا، اپنے زمانے میں ہر طرح سے افضل ہونا اور دیگر شرائط میں شیعہ اثنا عشری اور اسماعیلی ہم نظریہ ہیں اور دونوں فرقے نظریہ امامت کو دین کے اساسی عقائد میں سے قرار دیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

کتابیات

(اردو)

(۱) اسماعیلی تاریخ، دیدار علی ، شیعہ امامیہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن گارڈ ن ایسٹ کراچی

(۲) اسماعیلی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ،فرہاد دفتری،ایس ایم پرنٹرز، پاکستان چوک،کراچی،سن اشاعت ۲۰۰۴ء

(۳) اسماعیلی تاریخ وعقائد، ڈاکٹر فرہاد دفتری، مترجم ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب، اقبال برادرز پبلشرز پاکستان چوک،کراچی

(۴) اہل بیت قرآن وسنت کی روشنی میں، رے شہری،محمد محمدی، موسئسہ امام المنتظر چاپ ۱۳۸۲،قم

(۵) اسلام میرے موروثوں کا مذہب، آغا خان (سوم)،شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجیس بورڈ پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

(۶) اثبات امامت، مجلسی محمد باقر، ص ۱۰، مترجم بشارت حسین کامل مرزاپوری، مجلس علمی اسلامی، پاکستان

(۷) اصول عقائد، شیرازی، ناصر مکارم، معارف اسلام پبلیشرز، تاریخ اشاعت ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ، قم

(۸) اسلام کے بنیادی عقائد، موسوی لاری سید مجتبیٰ، ذی الحج ۱۴۱۱ھ، الہادی پریس قم

(۹) امّت اور امامت، شریعتی ڈاکٹر علی، ادارہ ن والقلم ۲۰۰۰ء

(۱۰) احوال الانبیاء، سید علی عزت علی، ناشر حسنی اکیڈمی سوسائٹی کراچی، ۱۹۹۰ء

(۱۱) الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، الکوثر یونیورسٹی اسلام آباد

(۱۲) تفہیم القرآن، مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، جولائی ۲۰۰۵

(۱۳) پاسدرانِ اسلام، طباطبائی، محمد حسین، جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان، تاریخ ندارد

(۱۴) تاریخ فاطمین مصر، زاہد علی ڈاکٹر، نفیس اکیڈیمی، کراچی، سن اشاعت ۱۹۷۳ء

(۱۵) تاریخ ائمہ اسماعیلیہ، مسز زواہر موئر، شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجس بورڈ، کراچی، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

Presented by Ziaraat.Com

(۱۶) تفسیر نمونہ، مکارم شیرازی ،مصباح القرآن ٹرسٹ، تاریخ اشاعت ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ، پاکستان

(۱۷) ثقلین سہ ماہی، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء، عالمی مجلس اہل بیت پوسٹ بکس نمبر ۱۱۶۱۳ اسلام آباد

(۱۸) حضرت عثمان تاریخ اور سیاست کی روشنی میں' طٰہٰ، ڈاکٹر حسین، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، طبع ششم فروری ۱۹۸۹ء

(۱۹) حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں' طٰہٰ، ڈاکٹر حسین، نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، طبع ششم فروری ۱۹۸۹ء

(۲۰) دعائم الاسلام، قاضی النعمان، شائع کردہ ادارہ ادبیات فاطمی بدری روڈ سورت نمبر ۲

(۲۱) سیرت مصطفٰی، ہاشم معروف حسنی، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، پاکستان

(۲۲) سیرۃ الامام جعفر الصادق (ع)، الشاکری، حسین، نشر الهادی، الطبعۃ: الأولی، سنۃ الطبع: ۱۴۱۷ھ۔ق، قم

(۲۳) سلسلہ نور امامت، ہنزائی، نصیر الدین، خانہ حکمت، اے نور ویلا، ۲۶۹ گارڈن ویسٹ، کراچی

(۲۴) شیعیت کا مقدمہ، الامینی حسین، کریم پبلیکیشنز اردو بازار

Presented by Ziaraat.Com

(۲۵) علوم القرآن، تقی عثمانی، محمد، مکتبہ دارالعلوم کراچی، شوال ۱۴۲۶ھ بمطابق دسمبر ۲۰۰۵ء

(۲۶) فجر الاسلام، امین مصری، احمد، فصل دوم، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور، سن اشاعت ۲۰۰۳ء

(۲۷) **القول المعتبر فی امام المنتظر**، محمد طاہر القادری، مارچ ۲۰۰۲ء منہاج القرآن پبلیکیشنز، ماڈل ٹاون لاہور

(۲۸) **کمال الدین و تمام النعمة**، صدوق، ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، گروہ مترجمین، الکساء پبلیشرز کراچی، ۱۴۲۳ھ

(۲۹) **کتاب الارشاد**، شیخ مفید، تذکرۃ الاطہار، امامیہ پبلیکیشنز اسلام پورہ، لاہور، اشاعت سوئم ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ

(۳۰) **کتاب الاختیار**، ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب، Z.A پرنٹر کراچی، ۲۰۰۵ء

(۳۱) مذاہب الاسلام، رامپوری، مولوی محمد نجم الغنی خاں، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، سنہ طباعت ۱۹۹۰

(۳۲) مقدمہ ابن خلدون، علامہ ابن خلدون، ناشر میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ، کراچی تاریخ اشاعت ندارد

(۳۳) نقوش عصمت، علامہ ذیشان حیدر جوادی، جوادی، تنظیم المکاتب،

Presented by Ziaraat.Com

لکھنو،۱۹۹۶ء

(۳۴) نہج البلاغہ، علامہ السید الشریف، ترجمہ وتشریح علامہ ذیشان حیدر جوادی، تنظیم المکاتب، لکھنو،۱۹۹۸ء

(۳۵) وجہ دین ، خسرو، پیر ناصر، دانشگاہ خانہ حکمت، نورویلا گارڈن ویسٹ، کراچی، تاریخ اشاعت ندارد

(۳۶) ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام، زاہد علی ڈاکٹر ، مکتبہ بیّنات، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

〈عربی〉

(۳۷) القرآن الکریم

(۳۸) اعیان الشیعہ، محسن الامین السید، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت،۱۴۰۶ھ

(۳۹) اعلام الهداية ،لجنة التاليف، النشر للمجمع العامى لاهل البيت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۷، ۵ ق

(۴۰) اَعلَامُ النُّبوۃِ، ابوحاتم الرازی، تحقیق وترجمہ اقبال برادرز، پاکستان چوک، کراچی، سن اشاعت ۱۹۹۸ء

(۴۱) اصول کافی، محمد یعقوب کلینی ، المکتبۃ الشاملۃ، w.shamela.ws

Presented by Ziaraat.Com

(۴۲) اساس التاویل،قاضی نعمان،تمیمی مغربی،منشورات دارالثقافة، بیروت

(۴۳) اوائل المقالات،شیخ مفید محمد بن النعمان،المؤتمر العالمی الالفیة المفید مهر، الاولی ۱۴۱۳ھ

(۴۴) اعتقادات،صدوق،ابو جعفر محمد بن علی بابویہ،ناشر البلاغ المبین،تاریخ طبع جنوری ۲۰۰٦ء،اسلام آباد

(۴۵) بحوث فی الملل والنحل،آیت اللہ جعفر سبحانی،موسسہ امام جعفر صادق،قم، ۱۴۱۸ھ،ق

(۴٦) بحار الأنوار،المجلسیی، الشیخ محمد باقر، مؤسسة الوفاء بیروت

(۴۷) تاریخ شیعه، علامہ محمد حسین مظفر،دفتر فرہنگ اسلامی،قم،۱۳۷۹ھ

(۴۸) تجرید مع القول السدید فی شرح التجرید،خواجہ نصیر الدین،مطبعة الآداب فی النجف الاشرف،مطبعہ الشہداء،۱۴۰۱ھ

(۴۹) تفسیر ابن کثیر،ابن کثیر حافظ عماد الدین ابو الفداء،حدیبیہ پبلیکیشنز،اردو بازار لاہور

(۵۰) تعلیقة اختیار معرفة الرجال،طوسی،شیخ الطائفہ ابی جعفر،نشر موسسہ آل

Presented by Ziaraat.Com

البیت قم، تاریخ الطبع ۱۴۰۴

(۵۱) الجامع الصحیح المختصر (صحیح بخاری)، البخاری، محمد بن اسماعیل، دار ابن کثیر، بیروت، الطبعة، ۱۴۰۷ھ

(۵۲) صحیح مسلم، مسلم بن حجاج القشیری،، المکتبة الشاملة،
http://www.shamela.ws

(۵۳) الخصال، صدوق، ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، موسسة النّشر الاسلامی التابعة الجماعة المدرسین قم

(۵۴) رسائل اخوان الصفا و خلّانالوفاء ۔ مرکز النشر، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، تاریخ النشر الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

(۵۵) سنن الترمذی، الترمذی، محمد بن عیسی،، المکتبة الشاملة،
http://www.shamela.ws

(۵۶) الشیعہ فی الاسلام، طباطبائی، محمد حسین، موسسة مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۹۳ھ، قم

(۵۷) الشیعہ فی المیزان، جواد مغنیہ، نشر دار التعارف للمطبوعات، سال نشر ۱۳۹۹ھ بیروت

(۵۸) الشیع والتشیع، جواد مغنیہ،، نشر دار التعارف للمطبوعات، سال نشر ۱۳۹۹ھ

Presented by Ziaraat.Com

بیروت

(۵۹) الشیعۃ فی احکامھم وعقائدھم، قزوینی، سید امیر محمد کاظمی، جامعۃ التعلیمات الاسلامیۃ کراتشی، ۱۴۰۷ھ

(۶۰) شرح اصول کافی، مولی محمد صالح، المکتبۃ الشاملۃ،

http://www.shamela.ws

(۶۱) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، تدوین محمد ابوالفضل ابراہیم، قاہرہ، ۱۹۵۹

(۶۲) الشیعہ والاسماعیلیہ، ظاہر، شیخ سلیمان، الدارالاسلامیہ للطباعۃ و النشر والتوزیع، ۲۰۰۲م/۱۴۲۳ھ

(۶۳) زاد المسافرین، انتشارات کتب فروشی، تہران، ۱۹۵۲ء

(۶۴) فرق الشیعہ، نوبختی، ابی محمد الحسن بن موسی، مطبعۃ الحیدریۃ، نجف، ۱۹۶۹م

(۶۵) الفَرقُ بن الفِرَق، بغدادی، عبدالقاہر بن طاہر، دار المعرفة بیروت، لبنان 2003ء

(۶۶) فضائح الباطنیہ، غزالی، ابوحامد، ، ناشر الدار القویۃ للطباعۃ والنشر القاہرہ، ۱۳۸۳ھ

(۶۷) وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة، الشیخ محمد بن الحسن

Presented by Ziaraat.Com

الحُر العاملی، مؤسّسۃ آل البیت لاحیاء التّراث

(۶۸) کنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال، علاء الدین علی بن حسام الدین، امؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ ، ۱۴۰۱ھ مدینہ

(۶۹) کتاب المقالات و الفرق، سعد بن عبداللہ ابی خلف القمی، مرکز انتشارات علمی وفرہنگی، قم، ۱۳۶۱ء

(۷۰) کتاب الألفین، علامہ حلّی، سلسلۃ الکتب العقائدیۃ، المکتبۃ الشاملۃ،

www.shalela.ws

(۷۱) المنجد، لویس معلوف، المطبعۃ الکاثولیکیۃ ، بیروت، سن اشاعت ۱۹۵۲ء

(۷۲) المذاہب الاسلامیہ، آیت اللہ جعفر سبحانی، طباعۃ ۱۴۲۳ھ، موسسہ امام صادق، قم

(۷۳) مسند احمد بن حنبل، حنبل، احمد، مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ

(۷۴) الملل والنحل، شہرستانی، ابی الفتح محمد بن عبدالکریم ، دار المعرفۃ للطباعۃ و النشر ، ۱۳۹۵ھ، بیروت

(۷۵) المقالات والفرق، الاشعری، سعد بن عبداللہ ابی خلف مرکز انتشارات وفرہنگی، ایران، چاپ دوم ۱۳۶۰

Presented by Ziaraat.Com

۷۶) نظریۃ الامامۃ لدی الشیعۃ الاثنی عشریہ ، صبحی ، دکتور احمد محمود ، دار النطفۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر ، بیروت ، ۱۴۱۱ھ

﴿فارسی﴾

(۷۷) سیرۃ الائمۃ ، مہدی البشیوائی ، المطبعۃ موسسۃ الامام الصادق ، قم

(۷۸) شیعہ شناسی و پاسخ بہ شبہات ، علی اصغر رضوانی ، نشر مشعر ، کتابخانہ ملی ، ایران ، نوبت چاپ ۱۳۸۴

(۷۹) عبداللہ بن سباو افسانہ ھای تاریخی دیگر ، علامہ سید مرتضیٰ عسکری ، طبع صفر ۱۴۲۷ھ ، مجمع جہانی اہل بیت ، قم

(۸۰) فرق ومذاہب کلامی ، علی ربانی گلپائیگانی ،

(۸۱) شرح کشف المراد ، علی محمدی ، ناشر انتشارات دار الفکر ، قم ، ۱۳۸۲

(۸۲) امامت و عصمت امامان در قرآن ، رضا کاردان ، مجمع جهانی اهل بیت ، ۱۳۸۸ ش

ENGLISH BOOKS

(83) Ivanow, w. Ismaili Literature. Tehran University Press. 1963

(84) The Ismailis (their history and doctrines)Farhad

Presented by Ziaraat.Com

Daftary, Cambridge University Press, new York, 1992

(85) A Short History of The Ismailis, Farhad Daftary, Edinburgh University Press. 1998

(86) A Socio-Intellectual History of the Isna 'Ashari Shai'is in India, Saiyid Athar Abbas Rizvi. Ma'rifat Publishing House. Canberra, Astrulia. 1986

(87) The Origin and early development of Shia' Islam, Dr Syed Husain Jafery

(88) http://www.shamela.ws

Presented by Ziaraat.Com